

1959

Occasion Noted

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَالْعُسْرَةَ لِلَّهِ

حج نمبر

الفستان
(لکھنؤ)

مرتبہ

محکم منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(مولوی) محمد منظور نعمانی پرنٹر و پبلشر نے نامی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان عکس گورن روڈ لکھنؤ سے شائع کیا۔
نیز صفحہ ۱ تا ۱۶ اور ۱۵۳ تا ۱۶۰، تنویر برقی پریس لکھنؤ میں چھپے



اس نمبر کے تمام مضامین کی

کاپی رائٹ محفوظ ہے!



قیمت

”ج نمبر“ (فی کاپی) — ڈیڑھ روپیہ (عبر)

سالانہ چندہ الفرقان — چار روپے (لکھ)

عام کاپی الفرقان فی — چھ آنے (۱۶)

خط کتابت اور ترسیل زرہ کاپتہ

ظہم۔ دفتر الفرقان کون روڈ۔ لکھنؤ

ماہنامہ الفرق لکھنؤ

جلد (۱۶) بابۃ رمضان شوال ۱۳۶۸ھ مطابق جولائی و اگست ۱۹۴۹ء نمبر ۱۰ و ۱۱

نمبر شمار	مضامین	مضامین نگار	صفحات
۱	نگاہِ اولیں	مدیر	۵ - ۱۰
۲	مکہ مدنیہ اور حج و زیارت	"	۱۱ - ۱۶
۳	اپنے گھر سے بیت اللہ تک	مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	۱۷ - ۵۸
۴	نامہ شوق	راز میں	۵۹ - ۶۳
۵	صبح مدنیہ (نظم)	حضرت صفوی الیم، اے	۶۴
۶	حج و زیارت کے آداب	شیخ الحدیث حضرت مولانا ذکریا مدظلہ	۶۵ - ۸۷
۷	پیام حمید (نظم)	زارِ حرم حمید صدیقی لکھنوی	۸۸
۸	حج کیا ہے؟	مولانا سید مناظر احسن گیلانی	۸۹ - ۱۲۲
۹	مدنیہ طیبہ میں رمضان مبارک کے چند دن	مولوی محمد ثانی حسنی	۱۲۳ - ۱۲۸
۱۰	چند تجربے اور مشوے	مولانا محمد اویس ندوی	۱۲۹ - ۱۳۳
۱۱	عازمین حج کو چند مشوے اور ضروری طلاعات	حاجی احمد حاجی عبداللہ صاحب	۱۳۴ - ۱۳۷
۱۲	حجاج میں اصلاحی و تبلیغی کام کی ضرورت اور اس کا طریقہ	مدیر	۱۳۸ - ۱۴۲
۱۳	روضہ اطہر کے سامنے (نظم)	سید انیس الدین انیس	۱۴۳ - ۱۴۴
۱۴	شوقِ حرمین	حضرت صفوی الیم، اے	۱۴۵ - ۱۴۶
۱۵	عزم	" " "	۱۴۷
۱۶	حج کے بعد	" " "	۱۴۸ - ۱۵۱
۱۷	بہارِ در بہار	زارِ حرم حمید صدیقی لکھنوی	۱۵۲

خریداران "الفرقان" سے!

○ یہاں سُرُخ پینسل کا نشان اس بات کی علامت ہو کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہو چکی ہو لہذا آئندہ کیلئے اپنا چند منی آرڈر سے روانہ فرما کر ممنون فرمائیے۔ اسی لئے منی آرڈر فارم بھی جناب کو بھیجا جا رہا ہے، اگر اگلے سال کی اشاعت تک آپ کا چندہ یا خزانہ اہل انکساری اطلاع دفتر میں نہ پہنچی تو حسب قاعدہ اگلا پرچہ وی پی حاضر خدمت ہوگا۔

ناظم "الفرقان" لکھنؤ

شکرو دُعا!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي لعزته وجلاله تتم الصالحات

حق تعالیٰ کے فضل و کرم اور اسکی مدد و توفیق سے ”الفرقان“ کا یہ ”ج ج نمبر“ صرف چھ سات ہفتے کی مدت میں مضامین کی تیاری و ترتیب اور کتابت و طباعت کے سارے مرحلوں سے گزر کر ناظرین کی خدمت میں

حاضر ہو رہا ہے۔ فلله الحمد شکر اولہ المنة فضلاً

جس رب کریم نے اپنے ایک حقیر بندہ کے دل میں پہلے اس کا خیال پیدا کیا، پھر اس خیال کو عزم اور فیصلہ بنا دیا، پھر انہی خاص دوسے اس کو عمل میں لانے کی توفیق دی۔ اسی سے دُعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے بندوں تک اس کو پہنچانا ہمارے لئے آسان فرمائے اور اسکے مطالعہ کے ذریعہ ان کے قلوب میں حج و زیارت کا شوق و ذوق اور وہ خاص کیفیات اور جذبات پیدا فرمائے جو سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ کی خاص میراث ہیں۔ (علیہما وعلیٰ

الھما الصَّلوات والتسلیات)

اللهم هذا الدعاء ومنك الاجابة ومنك الجهد وعليك التكلان

باسمہ سبحانہ

حمد و سلاما

نگاہِ اولیں!

بعض اہل تجربہ سے سنا تو پہلے بھی تھا کہ حج کو جانے والوں میں بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو حج کی عظمت اور اس مقدس سفر کی خصوصیت کا کچھ بھی احساس نہیں ہوتا بلکہ دنیا کے عام سفروں کی طرح وہ یہ سفر بھی کرتے ہیں : گرچہ احرام باندھتے حج کے دوسرے ارکان بھی ادا کرتے ہیں اور مدینہ طیبہ بھی حاضر ہوتے ہیں لیکن ایک حج کرنے والے کی جو حالت ہونی چاہئے عظمت و ادب شوق و ذوق اور فدائیت و فنائیت کی جو کیفیات جس طرح اس پر طاری ہونی چاہئیں، ان کا کوئی اثر بھی ان پر معلوم نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ بات سنی پہلے بھی تھی لیکن چونکہ کبھی خود اس کا تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا تھا اس لئے دل کو کبھی اس کا غیر معمولی احساس نہیں ہوا۔

گزشتہ سال (۱۳۶۷ھ) شوال کے مہینہ میں حج کو جانے والے بعض بڑے بڑے قافلہوں میں کچھ تبلیغی کام کرنے کا اتفاق ہوا تو جو کچھ سنا تھا اس سے بہت زیادہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بیسیوں حج کو جانے والے ایسے دیکھے جن بیچاروں کو کلمہ بھی صحیح طور سے یاد نہیں تھا اور بیسیوں زیادہ شائد بیچاسوں ایسے نظر آئے جن کی عملی حالت یہ تھی کہ حج کو جا رہے تھے مگر اپنی فرض نمازوں کی بھی فکر نہ تھی، بے تکلف قضا ہو رہی تھیں۔ اور (بس و بس پانچ بندگانِ خدا کو مستثنیٰ کر کے) یہ حالت تو سب ہی کی تھی کہ سچے حاجیوں کی جو ظاہری و باطنی کیفیات ہونی چاہئیں ان لوگوں میں اس کی کوئی جھلک بھی محسوس نہ ہوتی تھی، اور غضب یہ کہ انھیں اپنی اس حالت پر کوئی افسوس بھی تھا بلکہ معلوم ہوتا تھا کہ انھیں اس بارہ میں کوئی احساس ہی نہیں ہے۔

حج کو جانے والے ان بیچارے سیکڑوں مسلمانوں کو اس حال میں دیکھ کر دل پر بڑی چوٹ لگی،

اور مسلمانوں کی دینی اصلاح اور عمومی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں جو کچھ کام ہو رہا ہے دالفرقان جس کا خاص داعی ہے اور جس کے متعلق اس کے صفحات میں برابر لکھا جاتا رہتا ہے، اسکی ضرورت کا احساس اور یقین اور زیادہ بڑھا اسی وقت دل نے دو فیصلے کئے۔ ایک یہ کہ اصلاح و تبلیغ کے سلسلہ میں جو کوششیں ہو رہی ہیں ان کو زیادہ وسیع و منظم کرنے اور زیادہ موثر بنانے کے طریقوں پر غور کیا جائے اور اس کے لئے ہر وہ تدبیر استعمال کی جائے جو ہمارے امکان میں ہو۔ بقول رفیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی کے ”اب وہ گھڑی آگئی ہے کہ اپنے ترکش میں جو بھی تیر ہو وہ نشانہ پر پھینک دیا جائے اور اپنی امکانی کوششوں کے صرف کر دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا جائے۔“ دوسرا فیصلہ دل نے حج کے جانے والوں کے بارہ میں یہ کیا کہ اللہ کے یہ بندے جو ہر سال ہزار ہا ہزار کی تعداد میں دین کا ایک مقدس رکن ادا کرنے ہی کے لئے جاتے ہیں انکی ضروری درجہ کی دینی تعلیم و تربیت کی کوشش کی طرف آئندہ سے خصوصی توجہ کی جائے اور ان کے اس سفر کے دوران ہی میں جبکہ یہ لوگ کم از کم دو تین مہینے کے لئے اپنے دنیوی مشاغل سے فارغ اور خانگی افکار سے بالکل آزاد ہو جاتے ہیں، ان میں اصلاح و تسلیم کا کام خاص اہتمام اور نظام سے کیا جائے۔

اگرچہ یہ کام بھی الحمد للہ کئی سال سے ہو رہا ہے اور گزشتہ چند سالوں میں اللہ کے بہت سے باتوفیق بندوں نے اس سعادت میں حصہ لیا اور جہازوں میں آتے جاتے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام میں بھی حجاج میں دین کی دعوت اور اصلاح و تعلیم کا کام اپنی بساط کے مطابق بعض تبلیغی جماعتوں نے کیا اور الحمد للہ اس کے نتائج بھی بہت امید افزا نکلے، لیکن گزشتہ سال حاجیوں کی ایک بڑی تعداد کو دین اور اس کے فرائض و واجبات سے اس قدر ناواقف اور غافل دیکھ کر راقم سطور نے اسکی خاص ضرورت محسوس کی کہ کام کے خاص اس شعبہ کی طرف غیر معمولی توجہ کر کے اس کو زیادہ سے زیادہ وسیع و منظم کیا جائے۔ یہ کام جس طریقہ پر ہونا چاہئے اس کا مختصر خاکہ ذیل عنوان

حجاج میں اصلاحی و تبلیغی کام کی ضرورت اور اس کا طریقہ

اس نمبر کے آخری صفحات میں آپ کی نظر سے گزرنے کا۔

حاج میں اس عمومی اصلاحی کام کے علاوہ خاص حج سے متعلق جس خصوصی کام کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ حج کی حقیقت اور اس کی عظمتوں سے ان کو واقف کیا جائے اور ذوق و شوق کی الہانہ کیفیات اور عشق و محبت کے وہ جذبات ان میں پیدا کرنے اور ابھارنے کی کوشش کی جائے جو دراصل حج کی روح اور اس کا خاص سرمایہ ہیں۔

اس مقصد کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ خاص اہل تجربہ اور اہل دل حضرات سے ایسے مضامین لکھائے جائیں جن کے مطالعہ سے عازمین حج پر حج کی حقیقت منکشف ہو اور حج اور متعلقات حج کا احساس دل میں پیدا ہو اور عشق و محبت اور ذوق و شوق کے جذبات برا فروختہ ہوں۔ اسی تجویز اور خیال کی عملی شکل یہ ”حج نمبر“ ہے۔ معلوم نہیں کہ مقصد کے لحاظ سے ہماری یہ کوشش کھانتک کامیاب ہو، اور اصل کامیابی تو قبول عند اللہ ہے، اور اپنی ہزار ہا نااہلیتوں اور گندگیوں کے باوجود اُس کریم سے اچھی ہی امید ہے۔ دینا تقبل منا انک انت السميع العليم

اس نمبر کی تیاری اور ترتیب کا کام بہت ہی جلدی اور روروی میں ہوا ہے۔ رجب کا مہینہ قریباً آدھا آچکا تھا کہ اس کا ارادہ کیا گیا، مضامین و مقالات کے لئے جن حضرات پر نظر گئی رجب کی آخری تاریخوں میں ان سے استدعا کی گئی کہ صرف ہفتے دو ہفتے میں اگر وہ مضمون تیار فرما سکتے ہوں تو تیار فرمادیں۔ جن حضرات نے ازراہ عنایت اس استدعا کو قبول فرمایا اور مقررہ وقت تک مضامین مرحمت فرمادیئے بس انھیں حضرات کے مضامین اس میں شامل ہو سکے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض حضرات جن کے مضامین کی خاص توقع تھی وقت کی تنگی کی وجہ سے آخر میں انھوں نے معذرت فرمادی اور اس لئے موضوع کے بعض وہ گوشے باقی رہ گئے جن پر لکھنے کی ان حضرات سے توقع تھی، اور الفرقان کے گذشتہ پرچہ میں امید کی بنا پر جن کا تذکرہ بھی کر دیا گیا تھا۔ اگر اللہ نے کیا اور اس نمبر کے دوسرے ادیشن کی نوبت آگئی تو انشاء اللہ اس وقت یہ کمی پوری کر دیا جائیگی۔

علیٰ ہذا اس کی کتابت اور طباعت بھی بہت ہی عجلت اور تیزی کے ساتھ ہوئی ہے اسی لئے مختلف کتابوں سے کام لینا پڑا، اور یہ سب مجبوراً اس لاپچ میں کیا گیا کہ کسی طرح آخر رمضان یا شروع شوال میں شائع ہو سکے تاکہ رمضان کے بعد پہلے بہار سے جانے والے حاج تک بھی ہم

جس تو وضع اور انکسار اور اپنے نفس کے ساتھ جس بدگمانی کے ماتحت مولانا نے مجھ سے یہ فرمائش کی تھی، بلاشبہ وہ مولانا کے حق میں تو فضیلت اور کمال ضرور ہیں لیکن دوسروں کا فائدہ تو عقیدت اور حسنِ ظن ہی میں ہے۔۔۔۔۔ بہر حال مولانا کی اس فرمائش پر پورے ہمدردانہ غور کے باوجود میں اس بارے میں اُنکی رائے سے متفق نہ ہو سکا، اُمید ہے کہ وہ مجھے معاف فرمائیں گے۔

مولانا کے اس مقالہ کے متعلق ناظرین سے خاص طور سے گزارش ہے کہ وہ اسکو بار بار پڑھیں انشاء اللہ ہر دفعہ قدر کمالِ لطافت پائیں گے۔۔۔۔۔ خاص کر حج کو جانے والے حضرات حج گزارش ہو اور ان کو نہایت مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ پورے سفر میں برابر اس کو مطالعہ میں رکھیں، انشاء اللہ غیر معمولی نفع اور بڑی لذتیں محسوس فرمائیں گے۔

مولانا علی کے مقالہ کے بعد ”آداب حج و زیارت“ کے عنوان سے جو مضمون ہے۔۔۔۔۔ وجود حقیقت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ کے رسالہ ”فضائل حج“ کی دو فصلوں کا اختصار اور خلاصہ ہے)۔۔۔۔۔ وہ بھی حج کو جانے والوں کے لئے نہایت اہم ہو۔ حجاج اگر اس کو برابر مطالعہ میں رکھیں اور ہر موقع پر اس سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں تو انشاء اللہ بڑی دولتیں حاصل کر سکیں گے۔

اس نمبر کا تیسرا اہم اور مبسوط مقالہ ہمارے محترم مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کا ہے۔ موصوف ایک خاص طرز نگارش کے مالک ہیں جو عجلت پسندوں اور مضمون کے مقصد مدعا کو جلدی معلوم کرنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے بسا اوقات بڑا صبر آزما ہوتا ہے لیکن جن میں یہ بے صبری نہ ہو اور مولانا کے خاص طرز سے واقف اور کچھ مانوس ہو جائیں تو پھر مولانا کے اس طرز میں وہ بڑی لذت اور بڑا کیف پاتے ہیں۔ مولانا کا یہ مقالہ بھی اس خصوصیت کا حامل ہے۔ ناظرین ابتدائی چند صفحے اگر صبر و اطمینان سے پڑھ لیں گے تو بیت اللہ اور حج بیت اللہ کے متعلق مولانا نے جن اسرار کو اپنے مضمون میں کھولنا چاہا ہے اُن سے وہ آشنا اور لذت اندوز ہو سکیں گے۔

بہر حال اس نمبر میں یہ تین مقالے اہم بھی ہیں اور اتنے اتنے بڑے بھی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں کئی کئی مقالے بن سکتے ہیں۔

مقالات کے علاوہ اس نمبر میں چند نظمیں بھی ہیں۔ صفحہ ۱۲۳ و ۱۲۴ کی ایک نظم کے علاوہ یہ سب نظمیں ہمارے مخدوم و محترم حضرت صوفی سید عبدالرب صاحب مدظلہ (ایم اے) اور محب مکرم زائر حرم حضرت حمید صدیقی کی ہیں۔ جن کو ان دونوں حضرات سے کچھ تعلق و واقفیت حاصل ہے وہ جانتے ہوں گے کہ ان حضرات نے اپنی نظموں میں جو کچھ کہا ہے وہ نہری "شاعری" نہیں ہے بلکہ یہ ان کی واردات اور قلبی کیفیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں برکت اور ترقی عطا فرمائے اور ان کی نظموں کی برکت سے پڑھنے والوں میں بھی یہی سوز و گداز پیدا فرمادے۔ کہ یہی سب کچھ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

واخرو دعوات الحمد للہ رب العالمین

(حصہ ۱ کا بقیہ) آمادہ کریں۔ جس کی زیادہ مفید اور مؤثر صورت یہ ہے کہ اپنی بستی اور اپنے شہر یا علاقے کے جن لوگوں کے متعلق یہ معلوم ہو سکے کہ وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں ان کے اجتماعات کئے جائیں اور ان کے سامنے ان مشوروں کو عملی تجاویز کے طور پر پیش کیا جائے اور اسی صحبت میں ان سب میں ایک جماعتی نظم قائم کر کے یہ بھی طے کر دیا جائے کہ جماعت میں دینی تعلیم کی خدمت فرال صاحب کے ذمہ ہے گی۔ یہ بھی ضروری ہو کہ یہ کام ان لوگوں کی روانگی حج سے کافی پہلے کیا جائے، اور روانگی کے قریب اس کو پھر تازہ کر دیا جائے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ روانگی کے وقت ان لوگوں کو اتنا ہوش نہیں ہوتا کہ کسی بات پر اطمینان اور سنجیدگی کیسے غور کر سکیں اور کسی کوئی فکر کر سکیں۔

اس کام کا اجر اللہ کے جو بندے اس مقصد کیلئے کچھ محنت اور کوشش کریں گے اگر انکی کوشش کے نتیجہ میں دو چار بندگان خدا کو بھی ان مشورے پر عمل کرنے کی توفیق ہو گئی اور سفر حج میں انکی کچھ دینی اصلاح ہو گئی اور حج کی خاص برکتوں کوئی ذرہ ان کو نصیب ہو گیا تو اس کا جواہر اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کوشش کرنے والوں کو انشاء اللہ ملے گا اس پر بڑے بڑے عابد زاہد رشک کریں گے۔ حج کو جانا تو کسی کسی ہی کو اور عمر میں ایک دو دفعہ ہی نصیب ہو سکتا ہے لیکن عازمین حج میں یہ تبلیغی کوشش کر کے ہر غریب سے غریب بھی ہر سال ایک نہیں بہتے بندوں کے حج کے ثواب میں شریک ہو سکتا ہے۔ کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان حقیقتوں پر پورا یقین ہم کو نصیب ہو جاتا۔

مکہ و مدینہ اور حج و زیارت

ایجابیا کہ حبیط النوار اپنی دی است
ایجابیا کہ مشرق نور محمدی است

سب جانتے ہیں کہ مکہ منظمہ ہی دنیا کا وہ مقدس اور محترم شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی گاہ کعبہ مکرمہ واقع ہے، جس کو حضرت ابراہیم و اسماعیل (علیہما السلام) نے اللہ کے امر و حکم سے کبھی اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا تھا، اُسی میں حجر اسود ہے، اُسی میں مقام ابراہیم ہے، اُسی میں زمزم کا وہ چشمہ ہے جو حضرت اسماعیل و حضرت ہاجرہ کے لئے معجزانہ طور پر جاری کیا گیا تھا، اور وہی رب العزت کی وہ تجلی گاہ اور انوار الہی کا وہ مرکز ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے گھر (بیت) ہونے کا شرف بخشا اور قیامت تک کے لئے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں رہنے بسنے والے اپنے سب پرستاروں کا اس کو قبلہ بنایا۔ (آینا کشم قولوا و جوہکم شطو کا)۔

پھر یہی وہ شہر ہے جس میں ہمارے پیغمبر ہادی و آقا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اسی میں پہلے بڑھے جوان ہوئے، اسی میں آپ کو نبوت عطا ہوئی، اسی میں قرآن کی بہت سی سورتیں نازل ہوئیں، اسی میں آپ نے دین کی دعوت کا کام شروع کیا، اور دس بارہ سال مسلسل اسی کی گلیوں اور بازاروں میں آپ دین کی دعوت دیتے رہے، اور ”اٰیہا النّاسِ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تَفْلِحُوْا“ کی پیغمبرانہ صدا سے اس کی فضا گونجتی رہی، پھر اسی میں آپ کو معراج ہوئی، بہر حال دعوت اسلام کے ابتدائی دس بارہ سال اسی شہر میں گزرے اور اسی بلد اللہ اکرام میں دین کی بنیاد قائم ہوئی۔

(زادہ اللہ تشریفاً و تعظیماً)

اسی طرح سب جانتے ہیں کہ مدینہ طیبہ ہی وہ پاک اور پیارا شہر ہے جس کی طرف اللہ کے آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کے حکم سے ہجرت فرمائی اور یہیں پہنچ کر آپ کو اور آپ کے مخلص دینی رفیقوں (مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم) کو دین اور دعوت کی آزادی نصیب ہوئی۔ پھر اسی شہر کو آپ نے اور آپ کے ان رفقاء نے اپنا مستقل وطن بنایا اور حیات طیبہ کے آخری دس سال (جہاد اور حج کے سلسلہ کے سفروں کے علاوہ) اسی پیالے شہر میں گزاریے، اور قرآن مجید کا زیادہ تر حصہ اور اسلام کے تفصیلی احکام یہیں نازل ہوئے، اور دعوت و جہاد اور تعلیم و تربیت کا جو کام اس عرصہ میں ہوا وہ اسی پاک شہر سے ہوا۔ نیز اسی میں حضورؐ نے اپنی خاص مسجد بنائی جو اس دنیا میں سب سے آخری وہ مسجد ہے جو اللہ کے کسی پیغمبر نے اللہ کے حکم سے بنائی ہو، اسی کا ایک نام ”خاتم مساجد الانبیاء“ بھی ہے۔ اسی مسجد میں حضورؐ نمازیں پڑھتے تھے، خطبے دیتے تھے اور اسی میں بیٹھ کر دین کے دوسرے مہمات انجام دیئے جاتے تھے، اسی مسجد سے تبلیغی و فود روانہ ہوتے تھے، اور اللہ کا نام بلند کرنا اور دنیا کو گمراہیوں کی اندھیری سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لانے کے لئے مجاہدین حق کے لشکر بھی اسی مسجد سے روانہ ہوتے تھے۔ الغرض حیات نبویؐ کے آخری دس سالوں میں اعلاء کلمۃ اللہ، مخلوق کی ہدایت اور تعلیم و تربیت کا جو کام ہوا، وہ اسی مقدس شہر میں اور اسی مسجد کے صحن سے ہوا۔ پھر یہیں آپ کا وصال ہوا اور اسی کے ایک گوشہ میں آج بھی آپ آرام فرما ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحبہ و بارک وسلم و شرف و کم

جب کہ منظمہ اور مدینہ طیبہ کو اللہ کے تعلق اور رسولؐ کے تعلق کی یہ خصوصیتیں اور عظمتیں حاصل ہیں۔ جو دنیا کے کسی دوسرے شہر کو حاصل نہیں۔ تو بالکل قدرتی بات ہو کہ اللہ و رسولؐ پر ایمان رکھنے والوں کی نظریں یہی دو مقدس شہر دنیا کے سارے شہروں اور ملکوں سے زیادہ معظم و محترم اور زیادہ محبوب ہوں گے۔ جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو گا اس کو دنیا کے بڑے سے بڑے ترقی یافتہ اور پر رونق شہروں سے زیادہ دلچسپی اور اپنے وطن سے بھی زیادہ پیارا اور محبت مکہ اور مدینہ سے ہونا لازمی ہے۔ محبت کی نگاہ میں وہی شہر سب سے زیادہ پیارا، بارونق اور دل

ہوتا ہے جس کو محبوب سے نسبت ہو، خصوصاً جہاں اس کا وصال میسر ہوا ہو یا وصال کی آمیند ہو۔

گفت معشوقے بعاشق کے فتا تو بغربت دیدہ بس شہر ہا
پس کہ اے شہر از انہا خوشتر است گفت آں شہرے کا نجا دلبر است

پس اگر بالفرض حج کو اسلام کا رکن قرار نہ بھی دیا گیا ہوتا اور نہ حج زیارت پر کسی ثواب کا وعدہ کیا گیا ہوتا تب بھی آئین محبت کا تقاضا تھا کہ اللہ و رسولؐ سے تعلق و محبت رکھنے والے وہاں جائیں اور سر کے بل جائیں۔

برزینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالمہ سجدہ ارباب نظر خواہ بود

عشاق کا مذہب تو یہ ہے کہ محبوب اثناء راہ میں کسی منزل پر تھوڑی دیر کے لئے اگر ٹھہرا بھی ہو تو وہاں کی خاک بھی اس کی مستحق ہے کہ اُس کو سر پر رکھا جائے۔

در منزلی کہ جانان رخسے رسید باشد

با خاک آستینش داریم مرجبائے

بہر حال اگر حج زیارت پر کچھ بھی اجر و ثواب ملنے والا نہ ہوتا تب بھی اللہ کے وہ بندے جن کو محبت کا کوئی ذرہ بخشا گیا ہے صرف محبت کی کشش سے وہاں جاتے اور ان کو ضرور جانا چاہئے تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ایسے حج زیارت پر جس کے لئے خود ہمارے اندر خواہش اور طلب و تڑپ کے اسباب موجود ہیں، اتنے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج زیارت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رحمت کی اور اپنی طرف سے شفاعت کی ایسی بشارتیں سنائی ہیں جن کی طمع میں اللہ کے بندے جان عزیز بھی کھودیں تو سودا گراں نہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمته“
 جس شخص نے خالص اللہ کے لئے (یعنی صرف اُسکے حکم کی تعمیل اور اسکی رضا طلبی کی نیت سے)
 حج کیا، اور اُس حج میں نہ رِفْث اُس سے سرزد ہوا نہ فسق (یعنی کوئی فحش بات نہیں کی اور
 نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی) تو وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو کر واپس آگا جیسا کہ اپنی پیدائش
 کے دن وہ بالکل بے گناہ تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) اہی سے صحیح بخاری اور مسلم ہی میں یہ بھی مروی ہے کہ
 رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-
 الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة ؕ
 خالص حج دُجھیں حج کی شان کے خلاف کوئی حرکت
 نہ ہوئی ہو (اُنکی جزا بس جنت ہی ہو۔)

اور حضرت عمرو بن العاصؓ راوی ہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک طویل حدیث
 کے ضمن میں فرمایا:-

ان الحج يهدم ما كان قبله
 حج پہلے سارے گناہوں کو ڈھادیتا ہے یعنی ان کا
 (مسلم) صفایا کر دیتا ہے۔

ان حدیثوں میں صاف صریح وعدہ ہے کہ حج اگر اخلاص کے ساتھ اور صحیح طریقہ پر ادا ہو
 اور کوئی نافرمانی اور بے عنوانی اُس میں سرزد نہ ہو تو حاجی کے سارے گناہوں کی بخشش کا وہ ذریعہ
 بن جاتا ہے اور اس کو جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اور زیارت کے متعلق مثلاً دارقطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے
 کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

من زار قبري وجبت له شفاعتي
 جسے میری قبر کی زیارت کی اُس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگی
 اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

من حج فزار قبري بعد موتي
 کان لمن زارني في حياتي
 جو شخص حج کو گیا اور میری قبر کی اُس نے
 زیارت کی تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اُس نے
 زندگی میں میری زیارت کی۔

غور کیجئے ایک مومن کی اس سے بڑی چاہت اور سعادت اور کیا ہو سکتی ہو کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں، جنت کو اس کا مسکن بنا دیا جائے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے شفیع ہوں اور روضہ اقدس پر اس کی حاضری حضور کی نگاہ کرم میں زندگی کی ملاقات کے برابر ہو۔
”بریں مژدہ گر جاں فشام رواست“

لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا یہ جنت اور مغفرت (بلاشبہ جن کے ہم ہر چیز سے زیادہ محتاج ہیں) یہ تو بالکل انعام ہی انعام ہے اور علیٰ ہذا شفاعت کا وعدہ حضور کا کرم ہی کرم ہے، ورنہ ان مقدس دیار کی حاضری اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی مقدس یادگاروں کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا اور دل کی لگی آگ کو بجھانا خود ہماری اپنی خواہش اور طلب ہے۔ آخر مسلمان کہلائے والوں میں کون ایسا بد نصیب ہو گا جس کے سینہ میں اس کی ٹرپ موجود نہ ہو۔ ۷

امر علی الدیارد یاریلے اقبل ذا الجدار وذا الجدار
وما حب الدیار شغف قلبی ولكن حب من سكن الدیار

اللہ تعالیٰ جن بندوں کو یہ سعادت نصیب فرمائے ان کو سب سے اہم مشورہ یہی ہے کہ وہ مکہ معظمہ و بیت اللہ اور مدینہ طیبہ و روضہ اقدس کی ان خصوصیتوں اور عظمتوں کا دھیان اور فکر کر کے شوق و ذوق کی کیفیات اور عشق و محبت کا سوز و گداز اپنے اندر پیدا کریں۔ لیکن خبردار دونوں دیواروں کے لئے ادب کی جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں ان سے بھی سر مو تجاوز نہ ہو کہ یہاں عشق کو ادب سے بے نیاز ہونے کی اجازت نہیں۔ ۷
یار کا پاس ادب اور دل نا شاد ہے نالہ تھمتا ہوا رکتی ہوئی فریاد ہے

۱۷ میں لیلیٰ کی بستی پر گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اس دیوار کو، اور دراصل بستی اور اسکے در و دیوار کی محبت نے میرے دل کو فریقہ نہیں کیا ہے بلکہ اس بستی میں جو میرا محبوب رہتا ہے بس اُسی کی محبت مجھ سے یہ سب کچھ کراتی ہے۔ ۱۲

ایک نا تجربہ کار اور نا اہل جو خود اس سعادت سے اب تک محروم بھی ہے اتنا ہی اجمالی مشورہ دے سکتا ہے، تفصیلی رہنمائی اور مفصل مشورے اُن ہی کو زیبا ہیں جو اس کے اہل ہیں اور جو اس سعادت سے بہرہ اندوز کئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ اگلے صفحات سے ناظرین کرام کو وہ سب مشورے مل جائیں گے جن کی اس راہ کے رہرو کو ضرورت ہو سکتی ہو۔ اگلے مقالات کو توجہ و ذوق شوق سے پڑھئے اور انشاء اللہ اُن میں عشق و ادب کی ساری تفصیلات آپ پالیں گے۔

عازمین حج سے ایک التجا!

حج کو جانے والے اللہ کے جن خوش نصیب بندوں تک ”الفرقان“ کا یہ حج نمبر پہنچے اُن سے اس نامہ سیاہ کی التجا اور استدعا ہو کہ دونوں درباروں میں عاؤں کے حاصل و قاتیں اگر کبھی کبھی وہ اس بندہ کو بھی یاد رکھ سکیں تو ضروریہ کرم فرمائیں اور روضہ اقدس پر حاضری کے وقت جب وہ اپنے دوستوں کا سلام پہنچائیں تو سب سے آخر میں حضورؐ کے اس سیاہ کار اور تباہ حال غلام امتی کا بھی سلام عرض کر دیں، بڑا کرم اور بڑا احسان ہو گا، اور اللہ تعالیٰ ضرور آپ اس کا اجر دے گا۔

آپ کا محض

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

اپنے گھر سے بیت اللہ تک

(از۔ جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

اللہ اللہ کر کے روانگی کی تاریخ آئی۔ ۶

”دن گئے جاتے تھے جس دن کیلئے“

جس دن کی آرزو لیکر لاکھوں اللہ کے نیک اور مقبول بندے دنیا سے چلے گئے، ہزاروں اولیاء اللہ

عمر بھر اسی حسرت و اشتیاق میں رہے، وہ ایک ظلم و جہول بندہ کو نصیب ہوا ہے۔ ۶

”برائے مژدہ گر جاں فشام رواست“

بہت چاہا کہ سوائے چند مخصوص دوستوں کے کسی کو خبر نہ ہو، ایسے موقع پر ریا و عجب (خود پسندی)

سے حفاظت اور اخلاص کا لٹرا اور نچا مقام اور اللہ کے مخلص بندوں کا کام ہے، اگر سفر کی رسم اللہ

ہی غلط ہوئی، اور اخلاص میں فرق آیا تو بڑا خطرہ ہے۔ ۷

خشتِ اول چوں نہد معمار کج

تا اثریامی رود دیوار کج

لیکن ایک سے دوسرے کو دوسرے سے تیسرے کو خبر ہو ہی گئی، اے اللہ دل کا نگہبان تو ہی ہے

اپنی ناکارگی، گناہوں اور شامت نفس کا پورا استحضار اور تیرے بے استحقاق احسان کا مراقبہ ہے

ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی اہمیت و مقبولیت کا وسوسہ اور ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی آنے نہ پائے۔

اے اللہ ہمارے دل ہماری پیشانی کے بال ہمارے

اعضا و جوارح سب تیرے ہاتھ میں ہیں، تو نے

اس میں سے کوئی چیز بھی ہمارے اختیار میں نہیں دی

جب اقمہ یہ ہے تو پھر تو ہی ہمارا کارساز رہ اور ۱۴

اللھُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَتَوَاصِيْنَا وَجَوَارِحَنَا

بِيَدِكَ لَمْ تَمْلِكْنَا مِنْهَا شَيْئًا فَاِذَا فَعَلْتَ

ذٰلِكَ بَنَانَا فَكَيْفَ اَنْتَا وَلِيْنَا وَ

اهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ -

۱۴

تجربہ کاروں کا کہنا ہے کہ سفر میں سامان کم سے کم اور بس ضروری ضروری چیزیں لیجئے، زیادہ سامان کی وجہ سے بہت سی نعمتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے، آزادی نہیں رہتی اور بعض اوقات غلط کام کرنے پڑتے ہیں، جن کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔

لیجئے دیکھتے دیکھتے چلنے کا وقت آگیا، مکروہ وقت نہیں ہے، ہر سفر کا آغاز دو رکعت نفل اور دعا و سفر سے سنون ہے، نہ کہ اتنا طویل، مبارک اور نازک سفر جس میں ہر آن خطرہ پونجی کے ڈوب جانے اور قلب و نیت کے قزاقوں کی رہزنی کا ہے، ساری عمر کا خشوع اگر اس ایک نماز میں اور زندگی بھر کا تضرع اگر آج کی دعائیں آجائے تو بڑی بات نہیں جسم و جان، قلب و ایمان، بروہر کے خط سے اس ایک سفر میں جمع ہیں، ہر جیت کا سفر ہے، ہر بھی ایسی کہ اس کے برابر کوئی ہار نہیں، اللہ کے گھر جائے اور اپنی شامت اعمال سے خالی ہاتھ آئے بلکہ گناہوں کی گٹھری اور الٹی پیٹھ پر لا کر لائے۔

تمہیں چند اپنے فتنے دھر چلے
کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح اور کامرانی اس کے برابر نہیں، گناہوں سے پاک صاف دھویا دھلایا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا

جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کیلئے حج کیا اور
بے حجابی اور گناہ سے محفوظ رہا تو وہ پاک ہو کر ایسا
لوٹتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے رزق تھا۔

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق
رجع كيوم ولدته امه۔
(بخاری و مسلم)

وہ سفر جس کا انعام جنت ہے

حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔

الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة

(بخاری و مسلم)

اس سفر کے لئے جو کچھ بھی مانگا جائے اور جس طرح دل کھو لکر مانگا جائے کم ہے، مگر نا تجربہ کار عقل، پریشاں دماغ، مضطرب دل، تھکا ہوا جسم، وقت تھوڑا کہنا بہت، کہیں ایسا نہ ہو کہ غیر ضروری باتیں زبان پر آجائیں اور ضروری باتیں رہ جائیں، لیکن قربانِ رحمتہ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہ جیسے ہر دینی و دنیاوی ضرورت کے لئے چننی تلی دعائیں اور ہر شعبہ زندگی کے لئے منتخب دعائیں الفاظ

امت کو عطا کر گئے سفر کی بھی ایسی مکمل دعا تعلیم کر گئے جس میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی۔ اور صدہا احسانات کے ساتھ اس احسان کا بھی استحضار کر کے محبت و عظمت کے ساتھ درود پڑھ کر یہ مسنون و ماثور الفاظ کہے:-

اللهم اننا سالک فی سفرنا هذا
البر والتقوی ومن العمل ما ترضی
اللهم هوّن علینا سفرنا هذا
واطوّعنا بعده اللهم انت
الصاحب فی السفر والخليفة
فی الاهل اللهم انی اعوذ بک
من وعثا والسفر ککابة المنظر
وسوء المنقلب فی المال والاهل

اے اللہ ہم تجھ سے اس سفر میں سکی اور احتیاط کے
طالب ہیں اور ایسے اعمال کے جو تجھے پسند ہوں اے اللہ ہمارے سفر
کو ہمارے لئے آسان اور ہلکا بنا دے اور اسکی
مسافت کو لیٹ دے، اے اللہ تو سفر میں بھی ہمارے
ساتھ ساتھ ہے اور گھر میں بھی ہمارے پیچھے نگران
اور خیال رکھنے والا ہے، اے اللہ میں تجھ سے
سفر کی کلفت اور ایسی چیز سے پناہ چاہتا ہوں جسکے
دیکھنے سے کوفت ہو اور مال و اہل و عیال کی طرف
بری واپسی سے۔

والد۔ (سلم)

میرے رخصت ہوئے سب کو اللہ کے حوالہ کیا، اور اللہ کے حفظ و امان میں دیا، رخصت کیے والوں
نے بھی مسنون الفاظ میں اللہ کے گھر کے مسافر کو اللہ کی ولایت و حفاظت میں دیا، اور کہا:-

استودع الله دینک و امانتک
وخوا تیم اعمالک۔

اس وقت گھر سے نکلے سفر شروع ہو گیا اور زبان پر یہ مسنون الفاظ آگئے جو بالکل مناسب حال ہیں،

اللهم بک انتشرت والیتک
توجهت و بک اعتصمت و
علیک توکلت انت ثقتی و
انت رجائی اکفنی ما اهنی
وما لا اهتم به وما انت
اعلم به منی غریبارک

اے اللہ میں تیرے سہارے چل کھڑا ہوا ہوں اور
تیری طرف رخ کر دیا ہے اور تجھے مضبوط پکڑ لیا ہوں
اور تجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ تو ہی میرا سہارا ہے
تو ہی میرا سراہی، جس کی مجھے فکر ہے اور جسکی مجھے
فکر نہیں اور جن کو تو زیادہ جانتا ہے سب کا تو خود ہی
انتظام فرما دے، تیرے جواز میں نیوالا غالب محفوظ ہے

وجل ثنائک ولا الہ غیرک
زودنی التقویٰ واغفر لی
ذنوبی ودجہنی للخیر اینما
توجہت۔

تیری مدح و توصیف بلند ہے، تیرے سوا کوئی
معبود نہیں، تقویٰ کو میرا ذرا راہ ہدایت میرے
گناہوں کو معاف فرما، اور جس طرف توجہ کروں
خیر ہی کی طرف میرا توجہ کر۔

گاڑی آگئی، مسافروں کو ایذا دینے بغیر سوار ہوئے، سامان کو قرینہ سے رکھا، بقدر ضرورت
جگہ گھیری، وضو اور نماز کا انتظام کر لیا، سفر کے اس ہنگامہ اور شور و غل میں بھی اپنے سفر کی عظمت
اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف توجہ، اپنی بے بسی کا احساس قائم ہے، لوگوں سے محبت کے ساتھ
رخصت ہوئے اور سفر کی کامیابی اور مقبولیت کے لئے خود ان سے دعا کی درخواست کی، اللہ ہی
بہتر جانتا ہے کہ اللہ کے ان سادہ دل بندوں میں کتنے مقبول بارگاہ ہوں گے، اور کتنوں کے
جسم یہاں اور دل وہاں ہوں گے، اور کتنے بہت سے حجاج سے افضل ہوں گے۔

گاڑی روانہ ہوئی اپنے ہم سفروں سے تعارف حاصل ہوا، ان کی خدمت میں عرض کیا گیا
کہ سفر کی سنت اور حکم ہے کہ ساتھیوں میں سے ایک کو سفر کا امیر بنالیا جائے، سب نے اتفاق کیا اور
ایک صاحب علم اور منظم رفیق کو امیر بنایا، انھوں نے سب کی خدمت و راحت کا عزم کیا، حج کے
رفیقوں کو مخاطب کر کے اس سفر کی عظمت اور اس کے آداب و حقوق مختصر طریقے پر بیان کئے
نماز کا وقت آیا، ساتھیوں کو نماز کی طرف متوجہ کیا اور اعلان کیا کہ انشاء اللہ نماز جماعت کیساتھ
ہوگی، گاڑی جنکشن پر پہنچنے والی ہے، گاڑی ٹھہری، اپنی جگہ کے محفوظ رہنے کا انتظام کیا،
سب نے وضو کیا، پلیٹ فارم پر اذان ہوئی، امام نے وقت کا خیال کرتے ہوئے مختصر نماز پڑھائی،
لوگ اپنی اپنی جگہ آگئے، موقع ہوا تو سنتیں اور نوافل کھڑے بیٹھے پڑھ لئے، اگلی نماز کے وقت
اتر کر پڑھنے کی ہمت نہ تھی، گاڑی کے اندر ہی جماعت کا اہتمام ہوا، مسافروں سے کہہ سنکر
جگہ کی، اور فرض کھڑے ہو کر ادا کئے، بعض نمازوں میں سب نے ایک ہی جماعت سے نماز پڑھی،
بعض اوقات دو دو تین تین نے بل کر ایک ایک جماعت کر لی، رات کو سونے میں، اترنے اور
چڑھنے میں کسی چیز میں بھی کشمکش کی نوبت نہیں پیش آئی بلکہ جدال فی الحجہ (رج میں لڑائی جھگڑا نہیں)
کی مشق یہیں سے شروع ہو گئی، الحمد للہ رفیقوں کو اعتماد اور مسافروں کو انس ہو گیا اس سے خود کو بھی

راحت ملی اور دوسروں کو بھی عافیت ہوئی، اور زیادہ خرچ کرنے سے بھی جو آرام نہ ملتا وہ
ایشیاد خدمت سے بلا، کم خرچ وبالا نشیں اسی کو کہتے ہیں۔

راستہ میں دین ہی کا تذکرہ اور دین ہی کا مشغلہ رہا، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کی
”فضائل حج“ مولانا عاشق اکہی صاحب میرٹھی کی ”زیارۃ الحرمین“ مفتی صاحب مظاہر العلوم کی
”معلم الحجاج“ مولانا عبدالمآجد دریابادی کا ”سفر الحجاز“ شیخ عبدالحق دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی
”جذب القلوب الی دیار المحبوب“ ساتھ ہے۔ راستہ میں خواجواہ کی وقت گزاری اور لایعنی گفتگو
کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مولوی احتشام الحسن کا ندھلوی کی ”رفیق حج“ کے متعدد نسخے ساتھ ہیں،
ساتھیوں کو دیدئے کہ ایک دوسرے کو پڑھ کر سنائیں۔

بات کرتے کرتے آخری سٹیشن آگیا، مسافر اترے، سامان اتر، سب کو اتار کر اور سب کچھ
دیکھ بھال کر امیر صاحب اترے، قافلہ مسافر خانے پہونچا، سب اپنی اپنی جگہ مقیم ہوئے، مستورات کے
پردہ کا پورا انتظام کیا، ابھی جہاز کی روانگی میں ایک ہفتہ باقی ہے، اکثر ضروریات سفر ہمراہ ہیں،
پاسپورٹ بن چکا ہے، اگر نہیں بنا تو آسانی سے بن جائے گا، ٹکٹ کامر حلقہ بھی مشکل نہیں، سب کی
صلاح ہوئی کہ یہ ہفتہ اپنی تیاری اور حجاج کی خدمت گزاری میں صرف ہو، سنا ہے کہ جس نوع کی
خدمت مسلمانوں کی کی جائے اُسی نوع کی مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، جو مسلمان کو روٹی کھلائیگا۔
اللہ اس کی روٹی کا انتظام فرمائے گا، جس کو مسلمانوں کی نماز کی فکر ہوگی اللہ اس کی نماز کی
حفاظت اور اس کی ترقی کا انتظام فرمائے گا، اس لئے اگر حجاج کے حج کی صحت اور اس کی روح
کی فکر کی جائے گی تو ہمیں بھی اپنے حج کی مقبولیت اور اس کی روحانیت کی امید کرنی چاہئے،
اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه (جب تک ایک شخص اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہو اللہ
اس کی مدد میں رہتا ہے) قرار یہ پایا کہ حجاج کا دائرہ بہت وسیع ہے کسی ایک کے بس کی بات نہیں،
اس لئے جماعتیں بنائی جائیں اور اجتماعی طور پر نظم و انتظام سے کام شروع کیا جائے خوش قسمتی
سے تبلیغی جماعت کے افراد موجود ہیں جو حجاج کی دینی ضروریات کی تکمیل اور حج کے مسائل و فضائل
لوگوں تک پہونچانے کی سعی کرتے ہیں، ان کی جماعت کو تلاش کر کے ان میں شرکت کی جو معلومات
کتابوں کے مطالعہ سے مشکل سے حاصل ہوتے وہ ان کے ذریعہ ان کے تجربوں سے آسانی سے

حاصل ہو گئے مسافر خانہ اور حاجی کیمپ میں حجاج کی حالت دیکھ کر سخت قلق ہوتا ہے، حج کا سارا عظیم الشان اور مقدس سفر جو سراسر عشق و محبت کی تکمیل اور ایمان و تقویٰ کی تصویر ہو اور حالت یہ کہ فرض نمازوں تک کا اہتمام نہیں، پنج مسافر خانہ میں مسجد بتی ہوئی ہے جہاں پانچ وقت باواز بلند اذانیں ہوتی ہیں، وضو و غسل کا اہتمام ہے مگر ذرا ذرا سی حقیقی و خیالی ضرورتوں کی وجہ سے بے تکلف جماعت چھوڑی جاتی ہے اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر یہ ہے کہ بغیر کسی مشغولیت کے بھی بیسوں آدمی نمازیں قضا کرتے ہیں۔ وقت مقرر ہوا، جماعتیں بنیں، حجاج کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا، سامان کی تیاری میں سخت انہماک ہے مگر اصل تیاری سے پوری غفلت، ضرورت کی کوئی چیز جبکی ممکن ہے پورے سفر میں ضرورت نہ ہو رہ نہ جائے، مگر دین کے مبادی اور ارکان کی طرف بھی توجہ نہیں۔ سب سے اہم مسئلہ زندگی کی سب سے بڑی ضرورت اور حج کی بنیاد، مگر خدا معاف کیسے ہمارے دوستوں کو بات سننے کی بھی فرصت نہیں، بہر حال خوشامد درآمد سے متوجہ ہوئے، دیکھ کر عقل حیران ہو گئی کہ کئی صاحبوں کا کلمہ تک درست نہیں، اور مفہوم سے تو بہت کم آشنا، جماعتوں کی حاضری کی طرف توجہ دلائی، اور عرض کیا کہ مسافر خانہ کی مسجد میں فلاں وقت حج کے متعلق روزانہ کچھ عرض کیا جاتا رہے گا آپ ضرور تشریف لائیں یہ تیاری ہر تیاری پر مقدم ہے۔ ہمارے امیر صاحب نے اور دو ایک اور عالموں نے صبح اور عشاء کے بعد کچھ بیان کرنا بھی شروع کیا اور معلوم ہوا کہ حجاج میں احساس و توجہ کی ایک لہر پیدا ہوئی اور بہت سے لوگ گویا سوتے سوتے چونک پڑے۔ ”الفرقان“ میں کام کا جو نقشہ دیا گیا ہے اس کے مطابق تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا، اور انچھوٹے مفید و موثر ثابت ہوا۔

لیجئے ہمازی کی روانگی کا دن آپہنچا، آج بڑے ہنگامہ کا دن ہے، میدانِ حشر کا ایک نفع نہ ہے نفسی نفسی کا عالم ہے، ہر ایک کو اس کی فکر ہے کہ اس کو اچھی سے اچھی جگہ ملے اور سامان محفوظ رہے قانونی مراحل سب طے ہوئے سامان ہمازی پر پہونچا اب سوائے اللہ پر بھروسہ کے کوئی چارہ نہیں، ہمازی پر داخلہ شروع ہو گیا، اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے یہ دن دکھایا، خدا وہ دن بھی دکھائے کہ سرزمینِ مقدس پر اترنا ہو، سفرِ عشق میں سامانِ راحت کا کیا سوال، پھر بھی اللہ کے احسان کے صفے کہ ہم ضعیفوں کو امتحان میں نہیں ڈالا اور راحت و عافیت کی جگہ عطا فرمائی، لیجئے وہ سیٹی ہوئی،

وہ لنگراٹھا، وہ ہاتھ سلام کے لئے اٹھے، وہ رومال وداع کے لئے پہنے، ان سب کو سب نے دیکھا، مگر بہتے ہوئے آنسوؤں کو کس نے دیکھا، اور گلوگیر آواز کو کس نے سنا۔ جانے والو! حج و زیارت تم کو مبارک، مومن کی معراج تم کو مبارک، ہم ہجوروں کو نہ بھولنا۔ ۴

”ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر جبے باریں آئے“

جہاز روانہ ہوا، سامان قاعدے سے لگایا، نئی جگہ کا جائزہ لیا، اب بڑی فکر اس کی ہے کہ نمازوں کا انتظام کیا ہوگا، یہ بارہ چودہ دن جن سے زیادہ فرصت کے اوقات برسوں میں نصیب نہ ہوئے ہوں گے کس طرح گزرینگے، تیاری کی ایک ہمت اور عمر بھر کی غفلتوں کی تلافی کا ایک موقع ملا ہے، شامت اعمال سے یہ بھی کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ مشورہ کیا، چل پھر کر دیکھا معلوم ہوا کہ جہاز کی بالائی منزل پر نماز کے لئے ایک وسیع جگہ ہے، سمت قبلہ بتلانے کے لئے (جو جہاز پر ایک مشکل مسئلہ ہے) جہاز کی طرف سے انتظام ہے، چنانچہ لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا گیا کہ اذانیں انشاء اللہ وقت پر ہوں گی، حاجی صاحبان نماز کے لئے اذان کا انتظار کریں ورنہ اس کا خطرہ ہے کہ بے وقت نماز پڑھ لی جائے، بالائی منزل پر نماز جماعت سے ہوگی، قبلہ بتلانے کے لئے جہاز کی طرف سے انتظام ہوگا، بغیر تحقیق کے نماز نہ پڑھی جائے۔ الحمد للہ جماعت شروع ہو گئی، امام و مؤذن کا تعین ہو گیا۔

خیال ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر سے فائدہ اٹھایا جائے اور حجاج کو ان کی قیام گاہوں پر مفید اور ضروری باتیں پہنچائی جائیں، چنانچہ ایسے اوقات میں جو کھانے اور ناشتہ اور سونے سے فراغت کے ہیں تقاریر کا انتظام کیا گیا، یہ کوشش کی گئی کہ دین کا عام احساس اور حج کی عظمت اور اس کے لئے تیاری کا خصوصی خیال پیدا کرنے والی اور دینی جذبات اور احساس ذمہ داری کو بیدار کرنے والی تقریریں کی جائیں، چنانچہ یہ سلسلہ شروع ہوا اور ہر مسافر نے بیٹھے بیٹھے لپٹے لپٹے اپنی اپنی جگہ اس سے فائدہ اٹھایا، مستورات بھی اس سے مستفید ہوئیں۔

جہاز کے دن کامل فراغت و فرصت کے ہیں، زندگی کی سب سے بڑی مصروفیت نقل و حرکت بھٹی، مکان، دکان، کارخانہ، دفتر، سڑک، باغ، محلہ، شہر، یہاں کچھ نہیں۔ نیچے نیلا سمندر اور پر نیلا آسمان، ان دونوں کے درمیان لکڑی کے ایک تختہ پر انسانوں کی یہ بستی، کوئی کہیں آنا جانا چاہے بھی

تو کہاں جائے گھوم پھر کر وہی ایک محلہ، وہی لکڑی اور لوہے کا چھوٹا سا تیرتا ہوا گاؤں، نقل و حرکت کی جو کچھ عمر بھر کی عادت اور ہوس تھی چکر اور دوسرے اس کو بھی پابند کر دیا، گویا سارے شوقین و بدشوق طالب علم امتحان سے پہلے مطالعہ کے ایک کمرے میں بند کر دیئے گئے، حیث ہے اگر اب بھی امتحان کی تیاری نہ کریں! خیال ہوا کہ جماعتوں کے گشت، انفرادی تبلیغ اور تعلیم و تلقین کا اس سے بہتر وقت اور مقام نہیں ہو سکتا، ناشتہ اور چائے کے بعد مسجد میں تعلیم کا اعلان ہوا، اور عصر کے بعد گشت کا نظام بنا، یہاں بھی وہی انکشاف جو پہلے ہوا تھا، دین کے مبادی و ارکان سے نوازش و آداب سے غفلت، آخر مسلمانوں کی یہ آبادی سمندر کے کسی جزیرہ سے تو نہیں آئی، اسی ہندوستان سے تو آئی ہے جہاں جہالت و غفلت عام ہو، حجاج مسلمانوں کی عام آبادی ہی کا جز ہیں، ان سے کسی چیز میں ممتاز اور عام حالات سے مستثنیٰ کس طرح ہو سکتے ہیں خصوصاً جبکہ ان کا بڑا حصہ علمی و دماغی حیثیت سے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

جج کو جہاد کی ایک قسم کہا گیا ہے اور افضل قسم الجہاد جج مبرور حضرت عمرؓ نے فرمایا شد و الرحال فی الحج خانہ احد الجہادین جج میں اپنے کجاوے مضبوط کسو اس لئے کہ وہ بھی ایک جہاد ہے۔ جہاز کا سفر اس سفر جہاد کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ در دوسرے چکر، امتلائی کیفیت اور اس میں نمازوں کی ادائی اچھا خاصا جہاد ہے، اس جہاد میں کامیابی بغیر دینی تربیت اور پختہ عزیمت کے ممکن نہیں، جو لوگ بغیر کسی عذر کے بھی نماز کے پابند نہیں اُن سے ایسی آزمائشوں کے ساتھ نماز و جماعت کا اہتمام بہت مشکل ہے، اس کے لئے بڑی ایمانی قوت کی ضرورت ہے اور اس ایمانی قوت کے پیدا کرنے کا ہمارے موجودہ نظام سفر میں کوئی اہتمام نہیں۔ الحمد للہ وعظ و تبلیغ سے کسی حد تک نفع ہوا، اور بہت سے لوگوں نے نمازوں کا اہتمام رکھا جو لوگ در دوسرے امتلائی کیفیت میں مبتلا تھے اور نقل و حرکت سے معذور تھے وہ اپنی جگہ پڑے پڑے ہو

۱۔ اگر خوش قسمتی سے تبلیغی جماعت موجود ہو تو فہما اور اگر کسی جہاز پر نہ ہو تو مولانا محمد منظور صاحب نے جج کے سفر کے سلسلہ کام کا جو نقشہ شائع کیا ہو اسی تشکیل کے مطابق جماعت بنائی جائے، اور کام شروع کر دیا جائے۔ ۱۲

اللہ کا ذکر زبان اور دل سے کرتے رہے۔

حج کے دو مستقل شعبے ہیں، ایک ضوابط و قوانین کا جس میں مومن کی اطاعت و انقیاد کا امتحان اور مظاہرہ ہے، ایک محبت و عشق کا جس میں اس کی عاشقانہ کیفیت اور والہانہ محبت کا ظہور مطلوب ہے، اور سچ پوچھئے تو حج کی روح اور حضرت ابراہیمؑ کی میراث یہی عشق و محبت ہے، حج میں انہیں دہی ہوئی چنگاریوں کا ابھارنا اور اسی محبت کی تربیت و ترقی مقصود ہے۔ بعض طبیعتوں کے خمیر میں عشق و محبت داخل ہوتی ہے ان کو حج سے فطری مناسبت ہوتی ہے، اس کے سبب مشکلات ان کے لئے آسان اور اس کے سبب مناسک و ارکان ان کی روح کی غذا اور ان کے درد کی دوا ہوتے ہیں۔ اگر یہ محبت و عشق فطری نہیں اور طبیعت خشک اور قانونی محض واقع ہوئی ہو تو مناسب ہے کہ اکتسابی طریقہ سے کسی نہ کسی درجہ میں محبت کی حرارت پیدا کی جائے، اس لئے کہ اس کے بغیر بعض اوقات حج ایک قالب بے روح ہو کر رہ جاتا ہے۔ محبت میں اکتساب اچھا خالص داخل ہے اس کے دو آزمودہ طریقے ہیں، ایک محبوب کے جمال و کمال اور اس کے محاسن و کمالات کا مطالعہ و مراقبہ، دوسرے اہل محبت کی صحبت اور اگر وہ میسر نہ ہو تو ان کے عاشقانہ واقعات، حج سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے یہ دونوں راستے ممکن ہیں، پہلے کا ذریعہ تلاوت اور ذکر و تفکر دوسرے کا ذریعہ عشاق و مجبین اور شہیدان محبت کے پراثر واقعات ہیں جس میں صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تازگی اور گرمی باقی ہے، اور اب بھی وہ دلوں کی سرد انگلیٹھیاں گرم دیتے اور بجھے ہوئے دلوں کو تڑپا دیتے ہیں۔ شیخ دہلویؒ کی ”جذب القلوب“ اور شیخ الحدیث بہار پوریؒ کی ”فتاویٰ حج“ نیز حضرت جامی و خسرو کی عاشقانہ غزلیں اور نعتیہ کلام اس مقصد کے لئے بہت مفید ہے۔

اگر محبت کی یہ گرمی اور سوز فطری یا کسی طور پر موجود ہے تو روز بروز منزل کی کشش بڑھے گی، جب اس سرزمین مقدس کی جلی ہوئی پہاڑیاں اور پتی ہوئی ریت دور سے کہیں کہیں دکھائی دے گی جس میں کوئی مادی کشش اور کوئی ظاہری حسن نہیں، تو سوجان سے اس پر قربان ہو جانے کا جی چاہے گا اور اس کے ذرہ ذرہ میں دل آویزی اور محبوبیت معلوم ہوگی۔

لیجئے اعلان ہو رہا ہے کہ فلاں وقت ہمارا جہاز ہندوستانیوں کے میقات یلم کے محاذ میں

پہونچے گا، حجاج احرام باندھنے کے لئے تیار رہیں۔ آج کئی دن سے تلبیہ کی مشق اور لبیک لبیک کی صدا گونج رہی ہے، دیکھتے دیکھتے وہ وقت آگیا، لوگ پہلے سے غسل کئے ہوئے نماز پڑھ کر احرام کی دو بے سلی چادریں ایک اوپر ایک نیچے باندھے تیار تھے، بعض کے سر پہلے سے کھلے اور بعض کے ڈھکے تھے کہ ایک دم سے سیٹی بجی، سر کھل گئے، اور ہر طرف سے صدا بلند ہوئی لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملائک لا شریک لک۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے پہلے مدینہ طیبہ کا عزم کیا ہے انہوں نے ابھی احرام نہیں باندھا، وہ مدینہ طیبہ سے چل کر ذوالحلیفہ سے جس کو آج کل "بیر علی" کہتے ہیں احرام باندھیں جو اہل مدینہ کامیقات ہے اور جہاں سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے احرام باندھا تھا۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی، اب جدہ پہونچنے کی باتیں ہونے لگیں، تیر کی طرح ایک کشتی آئی، ارکائی طرب جہاز پر چڑھا اور حجاج یورپین کپتان کی ناخدائی سے نکل کر ایک باخدا جہاز ران کی رہنمائی میں آئے، بات کرتے کرتے جہاز لنگر انداز ہوا، ملاحوں کا لشکر غریب حجاج پر ٹوٹ پڑا، حجاج بادبانی کشتیوں اور موٹر لایچ کے ذریعہ جدہ کے پلیٹ فارم پر پہونچ گئے۔

ہذا الذی کانت الايام تنتظر

فلیوف لله اقوام بما نذروا

دل سینہ سے نکلا جاتا ہے، کیا واقعی ہم عرب کی سرزمین پر ہیں، کیا ہم اب یار محبوب میں ہیں، کیا ہم مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہیں؟۔ ۶

انچہ انیم بہ بیدار لیست یارب یا بخواب

سامان کا انتظام کیا اور اپنا پاسپورٹ دکھاتے اور معلوم کا نام بتاتے پلیٹ فارم سے باہر آئے، اللہ اللہ درود دیوار سے عاشقیٹ ٹپکتی ہے۔ مکہ معظمہ ابھی دور ہے اور مدینہ طیبہ اُس سے بھی دور، جدہ کوئی مقدس مقام نہیں، نہ یہاں بیت اللہ نہ یہاں مسجد نبوی، نہ یہ حرم ابراہیم نہ یہ حرم رسول، لیکن محبت کا آئین نرالا ہے، اس کو کیا کچھے کہ جدہ کی گلیوں سے بھی انس اور محبت معلوم ہوتی ہے، غریب الدیار مسافر کو یہاں پہونچ کر بوسے انس آئی، برسوں کی محبت نے

اپنی پیاس بجھائی۔ محبت فلسفہ اور قانون سے آزاد ہے، یہاں کے قلی اور مزدور، سیاہ فام سوڈانی، اور پیراہن دریدہ بدو بھی دل کو اچھے لگتے ہیں، یہاں کے دکانداروں، خواجہ فروشوں کی صدائیں، معصوم بچیوں اور بچوں کی گیتیں جن میں وہ حجاج سے سوال کرتے ہیں، دل میں اتری چلی جاتی ہیں۔ محبت عقل کو تنقید کی فرصت ہی نہیں دیتی، اور اچھا ہے کہ کچھ دن اس کو فرصت نہ دے۔ ۵

اچھا ہے دل کے ساتھ ہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

قافلہ کو پہلے مدینہ طیبہ جانا ہے، دو تین دن حکومت کے مطالبات ادا کرنے میں اور موٹر کے انتظار میں گزرے، لیجئے انتظار کی گھڑیاں تمام ہوئیں، موٹر آگئی، موٹر پر سوار ہوئے، سامان بار کیا، اچھا ہے کہ ایک عربی داں سمجھدار ساٹھی ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جائے تاکہ نماز پڑھنے اور ضروریات کے لئے روکنے میں آسانی ہو، بہتر ہے کہ ڈرائیور کے ساتھ کچھ سلوک کر دیا جائے راستہ میں بڑی راحت ملے گی، موٹر روانہ ہوئی، راستہ میں درود شریف سے بہتر کیا وظیفہ اور مشغلہ ہے، نمازوں کے اوقات میں موٹر روکی گئی، اذان و جماعت کے ساتھ نماز ہوئی، منزلیں آئیں اور گزر گئیں، غربت کے مارے نیم برہنہ عرب بچے اور بچیاں جن کے جسم پر کپڑوں کے تار اور دھجیاں تھیں، موٹر کا دور تک تعاقب کرتیں اور آخر تھک کر رہ جاتیں، ان کی غربت کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان میں کتنے صحابہ کرام کی اولاد اور عراق و شام کے فاتحین کی نسل میں سے ہیں، ایمانی اور مادی حیثیت سے اگر کوئی شہزادہ کہلانے کا مستحق ہے تو ساری دنیا کے یہ شاہزادے اور دنیائے اسلام بلکہ عالم انسانیت کے محسنوں اور مخدوموں کی اولاد ہیں، بے حقیقت سکوں کے ساتھ جو آپ اپنی حقیر خواہشات میں بے دریغ خرچ کرتے رہتے ہیں، اگر آئسو کے چند قطرے بھی آپ بہادریں تو شاید گناہوں کا کچھ کفارہ ہو جائے۔

نظر اٹھا کر دیکھئے یہ دونوں طرف پہاڑوں کی قطاریں ہیں، کیا عجیب ہے کہ ناقہ بنوئی اسی راستہ سے گزری ہو، یہ فضا کی دل کشی یہ ہوا کی دل آویزی اسی وجہ سے ہے۔ ۵

الا ان دادی الجزع اضحیٰ توابہ من المساک کا فوراً واعدادہ رند

وما ذلک الا ان هنذا عشية تمشت و بحت فی جوائبہ بردا

لیجے میٹھا سگئی، اب بیر علی (ذوالحلیفہ) کی باری ہے۔ سہ

منزل دوست چوں شود نزدیک

آتش شوق تیز تر گردد!

درد شریف زبان پر جاری ہے، دل و فور شوق سے اُمنڈ رہا ہے، عرب ڈرا یئور حیران ہے کہ یہ

بچھی کیا پڑھتا ہے اور کیوں روتا ہے، کبھی عربی میں گنگنا تاہی، کبھی دوسری زبانوں میں شعر پڑھتا ہے۔

بھیننی بھیننی ہوا ہے اور ہلکی ہلکی چاندنی، جس قدر طیبہ قریب ہوتا جا رہا ہے ہوا کی خشکی،

پانی کی شیرینی اور ٹھنڈک لیکن دل کی گرمی بڑھتی جا رہی ہے، سننے کوئی کہہ رہا ہے۔ سہ

بادِ صبا جو آج بہت مشکبار ہے

شائد ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

وہ ایک بار ادھر سے گئے لگرا بتاک

ہوا سے رحمت پروردگار آتی ہے

عجب کیا گرمہ و پرویں مرے نچیر ہو جائیں

کہ برف تراک صاحب دولت بستم سر خود را

وہ دانائے رسل ختم الرسل مولائے گل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است

اے خنک شہر کہ آنجا دلبر است

داغِ غلامیت کر در تبرِ خسرو بلند میرِ ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

محمد عربی کا بروئے ہر دوسراست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

لیجئے ذوالکلیفہ آگیا، رات کا بقیہ حصہ یہاں گزارنا ہے، غسل کیا خوشبو لگائی، کچھ دیر دم لے لیجئے اور کمر سیدھی کر لیجئے، صبح ہوئی نماز پڑھی موٹر روانہ ہوئی، کیا جہاں سر کے بل آنا چاہئے تھا وہاں موٹر پر سوار ہو کر جائیں گے؟ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھنا کام آیا، ”وادی عقیق“ میں ”بیر عروہ“ کے پاس اتار دے گا، سامان، مستورات اور ضحفا سوار رہیں گے، بات کرتے کرتے بیر عروہ آگیا، بسم اللہ اتر بیٹے، وہ دیکھئے جبل احد نظر آرہا ہے، ذلک جبل یحیٰ و یحیٰ وہ سواد مدینہ کے درخت نظر آئے، کیا یہ وہی درخت ہیں جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے چاہیئے

قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

وہ گنبد خضر نظر آیا، دل کو سنبھالے اور قدم اٹھائیے، یہ لیجئے مدینہ میں داخل ہوئے، مسجد نبویؐ کی دیوار کے نیچے نیچے باب مجیدی سے گذرتے ہوئے باب جبریل پر جا کر ٹھہرے، حاضری کے شکرانہ میں کچھ صدقہ کیا اور اندر داخل ہوئے، پہلے حراب نبویؐ میں جا کر دوکانہ ادا کیا، گنہگار آنکھوں کو جگر کے پانی سے غسل دیا وضو کرایا پھر بارگاہ نبویؐ پر حاضر ہوئے۔

آپ پر صلوٰۃ و سلام لے اشر کے رسول، آپ پر

صلوٰۃ و سلام لے اشر کے نبی، آپ پر صلوٰۃ و

سلام لے اشر کے حبیب، آپ پر صلوٰۃ و سلام

لے صاحب خلق عظیم، آپ پر صلوٰۃ و سلام لے

قیامت کے دن لو ادا کچھ بلند کرنے والے، آپ پر

صلوٰۃ و سلام لے صاحب مقام محمود، آپ پر

صلوٰۃ و سلام لے اشر کے حکم سے لوگوں کو

تاریکیوں سے روشنی میں نکال کر لانے والے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا صاحب

الخلق العظیم، الصلوٰۃ والسلام

علیک یا رافع لواء الحمد یوم القیامۃ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا

صاحب المقام المحمود

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
مُخْرِجَ النَّاسِ بِإِذْنِ اللَّهِ مِنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا مُخْرِجَ النَّاسِ مِنْ بَمَارَةِ الْعِبَادَةِ
إِلَى عِبَادَةِ اللَّهِ وَحْدَهُ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
مُخْرِجَ النَّاسِ مِنْ جُورِ الْأَدْيَانِ
إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ وَمِنْ ضَلَالِ الدُّنْيَا
إِلَى سَعَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ
النِّعَةِ الْجَسِيمَةِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ الْمُنَّةِ الْعَظِيمَةِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ
خَلَقَ اللَّهُ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ أَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ وَنَاكَ
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَهَ
وَارِثَ الْأَمَانَةِ وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ
وَجَاهَدْتَ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ
وَعَبَدْتَ اللَّهَ حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينُ
فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ
خَيْرَ مَا جَزَايَ نَبِيٍّ عَنْ أُمَّتِهِ وَرَسُولِهِ
عَنْ خَلْقِهِ اللَّهُمَّ أَتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ
وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ إِنَّكَ

آپ پر صلوٰۃ و سلام اے لوگوں کو بندوں کی
بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل
کرتے والے، آپ پر صلوٰۃ و سلام اے لوگوں کو
مذہب کی نا انصافی سے نکال کر اسلام کے عدل و انصاف
میں داخل کرنے والے اور دنیا کی تنگی سے نکال کر
دنیا اور آخرت کی وسعت میں پہنچانے والے
آپ پر صلوٰۃ و سلام اے انسانیت کے سب سے
بڑے محسن اے انسانوں پر سب سے بڑھ کر شفیع،
اے وہ جس کا اللہ کی مخلوق پر اللہ کے بعد سب سے
بڑا احسان ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ
کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ
آپ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں،
آپ نے اللہ کا پیغام پوری طرح پہنچا دیا
امانت کا حق ادا کر دیا، امت کی خیر خواہی میں
کسر نہیں رکھی، اللہ کے راستے میں پوری پوری
کوشش کی، اور وفات تک اللہ کی عبادت
میں مشغول رہے، اللہ آپ کو اس امت اور اپنی
مخلوق کی طرف وہ بہترین جزا دے جو کسی نبی
اور رسول کو اس کی امت اور اللہ کی مخلوق
کی طرف سے ملی ہو، اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کو قرب و بلندی اور وہ مقام محمود عطا فرما جس کا
تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے تو اپنے وعدہ کے خلاف
نہیں کرتا اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر او

لا تخلف الميعاد اللهم صل على محمد وعلى
 آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل
 ابراهيم انك حميد مجيد اللهم بارك على
 محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم و
 على آل ابراهيم انك حميد مجيد۔

ان کی آل پر اپنی رحمتیں نازل فرما جیسی تو نے
 ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر نازل
 فرمائی، تو حمید و مجید ہو۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جیسی تو نے ابراہیم
 و آل ابراہیم پر نازل فرمائی بیشک تو حمید و مجید ہے۔

اس کے بعد دونوں رفیقوں اور وزیروں کو محبت کا خراج اور عقیدت کا نذرانہ سلام و دعا کی شکل میں
 ادا کیا، اور قیام گاہ پر آئے۔

اب آپ ہیں اور مسجد نبوی، دل کا کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے، درود شریف پڑھنے کا اس سے
 بہتر زمانہ اور اس سے بہتر مقام کون سا ہو سکتا ہے، اب بھی شہود و حضور نہ ہو تو کب ہوگا، جنت کی
 کیا ری "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں نمازیں پڑھئے مگر دیکھئے کسی کو تکلیف نہ دیکھے، مزاحمت جگہ کو
 اپنے لئے محفوظ کرنا مسجد میں دوڑنا سب جگہ برا ہے مگر جہاں سے یہ احکام نکلے اور دنیا میں پھیلے
 وہاں ان کی خلاف ورزی تو بہت ہی مکروہ ہے یہاں آواز بلند نہ ہو "ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون"
 یہاں دنیا کی باتیں نہ ہوں، مسجد کو گزر گاہ نہ بنایا جائے، بے وضو داخل ہونے سے حتی الامکان
 احتراز کیا جائے، خرید و فروخت سے اجتناب کیا جائے۔

دن میں جتنے مرتبہ جی چاہے حاضری دیکھے اور سلام عرض کیجئے آپ کے نصیب کھل گئے، اب
 کیوں کمی کیجئے، مگر ہر بار عظمت و ادب اور اشتیاق و محبت کے ساتھ دل کی ایک حالت نہیں رہتی، وہ بھی
 سوتا اور جاگتا ہے جاگے تو سمجھئے کہ نصیب جاگے حاضری دیکھے اور عرض کیجئے۔ ۴

زچشم آستیں بردار گوہر اتماشاکن

کبھی اس کا جی چاہے گا کہ غلاموں کے وفد کے ساتھ ملا جلا حاضر ہو، عشاق کی آنکھوں سے جنھوں نے
 جھوری کے دن کاٹے اور فراق کی راتیں بسر کیں جب آنسوؤں کا مینہ برسے گا تو شاید کوئی پھینٹا اس کو
 بھی تر کر جائے، رحمت کی ہوا جب چلے گی تو شاید کوئی جھونکا اس کو بھی لگ جائے، کبھی دیے پاؤں
 لوگوں کی نظر بچا کر تنہائی میں حاضر ہونے کا جی چاہے گا اس باب میں دل کی فرمائشیں سب پوری کیجئے
 کوئی حسرت باقی نہ رہے، کبھی صرف آنسوؤں سے زبان کا کام لیجئے، کبھی ذوق و شوق کی زبان میں

عرض کیجئے، درود شریف طویل بھی ہیں اور مختصر بھی جس میں جی لگے اور فوق پیدا ہو اس کو اختیار کیجئے مگر اتنا خیال رکھئے کہ توحید کے حدود سے قدم باہر نہ جائے، آپ اس کے سامنے کھڑے ہیں جس کو ماشاء اللہ وثقت اور من یعصمہما سننا گو اور انہ ہو سکا، سجدہ کا کیا ذکر خدا کی صفات میں، اس کی قدرت و تصرف میں، اس کی مشیت و اختیار میں بشرکت کا شائبہ بھی آنے نہ پائے، چاہئے جامی کا کلام پڑھئے چاہے حالی کی دعائیں لکھئے، بس اتنا خیال رکھئے کہ آپ توحید کے سب سے بڑے اور آخری پیغمبر کے سامنے کھڑے ہیں جس کو شرک کا داہمہ بھی گوارا نہ تھا۔

اب ہم مدینہ منورہ میں مقیم ہیں جہاں کی خاکروبی کو اولیاء و سلاطین سعادت سمجھتے تھے وہاں آپ ہر وقت حاضر ہیں، ایک ایک دن اور ایک ایک گھڑی کو غنیمت سمجھئے، پانچوں نمازیں مسجد نبویؐ میں جماعت کے ساتھ پڑھئے، اگر کہیں باہر جائیے بھی تو ایسے وقت کہ کوئی جماعت فوت نہ ہو، تہجد میں حاضر ہوئے، یہ وقت سکون کا ہوتا ہے لوگ روضہ جنت کی طرف دوڑتے ہیں، وہاں تو بغیر دوڑے اور بغیر کشمکش جگہ پانی مشکل ہے، آپ پہلے مواجہ میں آئیے اس وقت شاید آپ کو صرف پرہ دار (عسکری) ہی ملے، اطمینان سے سلام عرض کیجئے پھر جہاں جگہ ملے نوافل پڑھئے، اور صبح کی نماز پڑھ کر اشراق سے فارغ ہو کر باہر آئیے۔

آئیے آج بقیع جلیں جو انبیاء علیہم السلام کے مقابر کے بعد صدق و اخلاص کا سب سے بڑا مدفن ہے۔
”دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز“

۱۔ حدیث میں ہو کہ ایک شخص نے کہا ماشاء اللہ وثقت (جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں) آپ نے ارشاد فرمایا اجعلتنی اللہ ندلاً (کیا تم نے مجھے اللہ کے برابر کر دیا) ماشاء اللہ وحدہ (جو اللہ ہی چاہے)۔

ایک دوسری روایت میں ہو کہ ایک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا من لطم اللہ ورسولہ فقد رشح ومن یعصمہ فقد غوی (جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے راہ راست پر ہو اور جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہو) حضورؐ نے اسکو ناپسند کیا کہ اللہ کا اور آپ کا ذکر اس طرح ایک لفظ میں کیا جائے جس سے دونوں کی برابری محسوس ہو، آپ نے فرمایا بیش خطیب القوم نہ تم بہت بے مقرر ہو۔ ۲۔ حضورؐ نے حضرت قیس بن سعد صحابی سے فرمایا بھلا تم اگر میری قبر کے پاس سے گزرو تو سجدہ کر دو قیس نے کہا نہیں۔ فرمایا تو پھر مجھے (زندگی میں) بھی نہ کرو۔ (ابوداؤد کتاب النکاح)

اگر آپ کی سیرت نبویؐ، صحابہ کرامؓ کے احوال و مراتب پر نظر ہے تو آپ کو وہاں صحیح احساس ہوگا آپ ہر قدم پر رکیں گے اور ایک ایک خاک کے ڈھیر کو اپنے آنسوؤں سے سیراب کرنا چاہیں گے، یہاں چپہ چپہ پر ایمان و جہاد اور عشق و محبت کی تاریخ کندہ ہے، ایک ایک ڈھیر میں اسلام کا خزانہ دفن ہے، اب آپ بقیع میں داخل ہو گئے، مزور آپ کو سیدھا اہل بیت اطہار کے مقابر پر لیجائے گا یہاں عم رسولؐ سیدنا عباس بن عبدالمطلب، سیدۃ نسا اہل البیت فاطمہ بنت الرسولؐ، سیدنا حسن بن علیؑ سیدنا علی بن الحسین زین العابدینؑ، سیدنا محمد الیاقر، سیدنا جعفر الصادق آرام فرما ہیں۔ وہاں سے چلئے تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اور حضرت خدیجہ و میمونہ کے علاوہ تمام ازواج مطہرات پھر بنات طاہرات کے مقابر ملیں گے، پھر دار عقیل بن ابی طالب جہاں ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب و عبداللہ بن جعفر وغیرہ مدفون ہیں۔ پھر آپ کو ایک ٹکڑہ ملے گا جس میں امام دارالہجرۃ سیدنا مالک بن انس صاحب المذہب اور ان کے استاد نافع آرام فرما ہیں۔ وہاں سے بڑھئے تو ایک بقیعہ انوار ملے گا، یہ ایک ہاجر کا پہلا دفن ہے یہاں وہ عثمان بن مظعون دفن ہیں جن کی پیشانی کو حضورؐ نے بوسہ دیا تھا، یہی فرزند رسولؐ سیدنا ابراہیم بن محمدؑ کی خواب گاہ ہے، یہیں فقیہ صحابہ سیدنا عبداللہ بن مسعود، فاتح عراق سعد بن ابی وقاص، سیدنا سعد بن معاذ جن کی وفات پر عرش الہی جنبش میں آگیا تھا، سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور دوسرے اکابر صحابہ مدفون ہیں۔ وہاں سے آگے چلئے تو شمالی مغربی جانب یوار سے متصل وہ ستر شہداء صحابہ و اہل مدینہ جن کو واقعہ حرہ میں یزید کے دورِ حکومت میں ۶۳ھ میں شہید کیا گیا تھا مدفون ہیں، اس کے بعد بقیع کے بالکل کونہ پر مشرقی شمالی جانب امام مظلوم شہید الدار سیدنا عثمان بن عفانؓ آرام فرما رہے ہیں، یہاں پر کچھ دیر ٹھہریئے اور محبت و عظمت کے جو آنسو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ کے مرقد پر بہنے سے بچ رہے تھے ان کو ان کے تیسرے ساتھی کی خاک پر بہائیے۔

آسماں اسکی لحد پر بنم افشانی کرے

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اس کے آگے سیدنا ابوسعید خدریؓ، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنت الاسد کے مقابر ہیں سب کو سلام عرض کیجئے اور سب پر فاتحہ پڑھئے۔

پھر ایک لمحہ ٹھہر کر پورے بقیع پر عزت و تفکر کی ایک نظر ڈالئے، اللہ اکبر کتنے سچے تھے یہ اللہ کے بندے،

جو کچھ کہتے تھے کر دکھایا رجالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا لِلَّهِ عَلَيْهِ، مکہ میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا مدینہ میں اسی کے قدموں میں پڑے ہیں۔ ۷

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم

سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

گنبد خضرا پر ایک نظر ڈالئے پھر مدینہ کے اس شہر خموشاں کو دیکھئے صدقِ اخلاص استقامت و وفا کی اس سے زیادہ روشن مثال کیا ملے گی، آئیے بقیع میں اسلام کی خدمت کا عہد کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اسلام ہی کے راستہ پر زندہ رکھے اور اسی کے ساتھ وفاداری میں تھے آئے جنت البقیع کا یہی پیغام اور یہاں کا یہی سبق ہے۔

مدینہ طیبہ کی زندگی کا ایک شعبہ اور ہے اور وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمسایوں کی خدمت ہے اصل خدمت تو یہ تھی کہ ان کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا، ان کو فارغ البال بنانے کی تدبیریں کی جاتیں، لیکن اس تھوڑے سے وقت میں یہ بھی بڑی سعادت ہے کہ جن لوگوں کو زمانہ کے انقلاب اور زندگی کی گرانی نے مفلوک الحال بنا دیا ہے اپنا شرف سمجھ کر ان کی خدمت کی جائے لیکن اس طرح کہ اصل محسن ان کو سمجھا جائے کہ وہ ہم کو اس سعادت کا موقع دیتے ہیں، یہ انصار و مہاجرین کی اولاد ہیں، آستانہ نبوی پر پڑے ہوئے ہیں کوشش کی جائے کہ واقفین حال اور قدیم باشندوں کے ذریعہ ان لوگوں تک پہنچا جائے جن کی صفت قرآن مجید میں بیان کی گئی، مِنَ الْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْبِبُهُمْ الْجَاهِلُ الْأَغْنِيَاءُ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

قبائیں بھی حاضری دیکھے، یہ وہ بقعہ نور ہے جو حضور اکرم صلعم کے قدم سے مدینہ سے بھی پہلے مشرف ہوا وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی گئی جس کو مَسْجِدُ اُمِّ التَّقْوَىٰ مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ کا خطاب ملا، محبت و عظمت کے ساتھ حاضر ہوئے، اس زمین پر نماز پڑھئے پیشانی خاک پر رکھئے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور رِجَالٌ مِجْنُونَ اَنْ يَتَطَهَّرُوا کے قدموں سے پا مال ہوئی ہے، اس فضا میں سانس لیجئے جس میں وہ انفاسِ قدسیہ اب بھی بسے ہوئے ہیں۔ ۷

برزینے کہ نشان کف پائے تو بود ساہا سجدہ اربابِ نظر خواہ بود

آج جبل احد اور اس کے مشہد میں جس کو یہاں عرف عام میں سیدنا حمزہ کہتے ہیں (حاضری کی باری ہے، دو تین میل کی مسافت کیا بات کرتے کرتے پہنچ گئے، یہ وہ زمین ہے جو اسلام کے سب سے قیمتی خون سے سیراب ہوئی، سب سے سچے سب سے اچھے سب سے اونچے عشق و محبت اور وفا کے واقعات جو دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتے اسی زمین پر پیش آئے، سید الشہداء حمزہؓ کے رسول اللہؐ کی محبت اور اسلام کی وفاداری میں ہیں اعضا کاٹے گئے اور جگر کھایا گیا، عمارہ بن زیاد نے قدموں سے آنکھیں مل مل کر ہمیں جان دی، انس بن انصر کو جنت کی خوشبو اسی پہاڑ کے ورے سے آئی، اور اٹنی سے اوپر زخم کھا کر ہمیں سے رخصت ہوئے، دندان مبارک ہمیں شہید ہوئے، سر پر زخم یہیں آئے، عشاق نے اپنے ہاتھوں اور پیٹھ کو محبوب کے لئے سپر ہمیں بنایا، مکہ کا ناز پروردہ مصعب بن عمرؓ ہمیں ایک کھل میں شہید اور ایک کھل میں دفن ہوا، یہاں اسلام کے شیر سوتے ہیں، یہ پوری زمین شمع نبوت کے پروانوں کی خاک ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشاق اور اسلام کے جاں نثاروں کی بستی ہو۔ ۵

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے!

قدم سنبھال کے رکھو یہ تیرا باغ نہیں!

یہاں کی فضا اور یہاں کے پہاڑ سے اب بھی موت و اعلیٰ مامات علیہ رسول اللہ (اسی پر جان دے دو جس پر رسول اللہؐ دنیا سے گئے) کی صدائے بازگشت آتی ہے، آئیے اسلام پر جینے اور جان دیدینے کا عہد پھر تازہ کریں۔

مدنیہ طیبہ کے ذرہ ذرہ کو محبت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھئے، تنقید کی نگاہ اور اعتراض کی زبان کے لئے دنیا پڑی ہوئی ہے۔ زندگی کے چند دن کانٹوں سے الگ پھولوں میں گزر جائیں تو کیا حرج ہے، پھر بھی اگر آپ کی نگاہ کہیں رکتی اور ٹپکتی ہے تو غور سے کام لیجئے وہ ہماری

۱۵ یہ قول حضرت انس بن انصر کا ہے انھوں نے بعض صحابہ کو میدان احد میں بیٹھا ہوا دیکھا پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے اب لڑکر کیا کریں گے؟ کہا تو پھر اسی پر تم بھی جان دے دو جس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جان دی۔

کو تاہی کے سوا اور کیا ہے، ہم نے دین و دنیا کی خیرات یہیں سے پائی، آدمیت یہیں سے سیکھی، یہاں کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم میں سے کتنے (معاذ اللہ) بتخانہ، آتش کدہ اور کلیسا میں جوتے، لیکن ہم نے اس کا کیا حق ادا کیا، یہاں کے بچوں کی تعلیم و تربیت، یہاں کے لوگوں میں دین کی روح اور مقصد کا احساس پیدا کرنے کی کیا کوشش کی، فاصلہ کا عذر صحیح نہیں، ان کے بزرگوں نے سمندر اور صحرا عبور کر کے اور پہاڑوں کو طے کر کے دین کا پیغام ہم تک پہنچایا، ہم نے بھی اپنے فرض کا کبھی احساس کیا؟ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ دین کے احسان کا بدلہ ہم چند سکوں سے ادا کر دیں گے جو ہمارے حجاج اپنی کم نگاہی سے احسان سمجھ کر مدینہ کی گلیوں میں بانٹتے پھرتے ہیں۔

ہم صدیوں غافل رہے اور اب بھی ہمارے اہل استطاعت غافل ہیں، اس عرصہ میں جمالت، بے تربیتی، اور یورپ کی تہذیب و تمدن اور اس کی جاہلیت جس کا جال ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے یہاں بھی اپنا کام کرتی رہی، ان کے نوجوانوں کو متاثر کرتی رہی بجائے خوبیوں اور محاسن کے تمام عالم اسلام کے حجاج و زائرین اپنی اپنی مقامی کمزوریاں اپنے ساتھ لاتے رہے اور یہاں چھوڑ کر جاتے رہے، دینی دعوت و تذکیر جو ایمانی زندگی کے لئے ہوا اور پانی کی حیثیت رکھتی ہے عرصہ سے مفقود صحیح تعلیم و تربیت معدوم، ایسا ادب جو ایمان کو غذا اور دماغ کو روشنی عطا کرے نایاب، تزکیہ نفس تہذیب اخلاق اور روحانیت پیدا کرنے والے مرکز غیر موجود، مختلف راستوں سے مریض و مدقوق ادب، فاسد و خام افکار و مضامین اخبارات و رسائل ادب و اجتماع کے نام سے گھر گھر پھیلے ہوئے، زہر موجود تریاق مفقود، اگر اب بھی اہل مدینہ میں دین کی اتنی عظمت و محبت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعلق، مدینہ سے انس اخلاق میں لعینت و تواضع فرائض کی پابندی، شعار اسلامی کا رواج ہے تو یہ محض جو ارسول کی برکت، اس خاک پاک کی تاثیر اور اہل مدینہ کی فطری خوبی کی دلیل ہو۔

اب بھی اختیار امت اور عالم اسلام کے اہل ثروت اس ضرورت کی طرف متوجہ نہیں، کہ اہل حجاز کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان میں دعوت و تذکیر کا انتظام کریں جو ان میں نبی روح، مقصدیت، بلند نظری، اور اسلام کے داعی بننے کا جذبہ اور ولولہ پیدا کر دے اور ”معمارِ حرم“ کو ”تعمیرِ جہاں“ کیلئے دوبارہ آمادہ کرے اِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ۔

آپ اگر مدینہ طیبہ کے مضافات اور بدوں کی ان عارضی نو آبادیوں میں چل پھر کر دیکھیں گے جو

کھجوروں کی فصل میں اپنے پہاڑی مقامات سے اتر کر چشموں اور باغات میں اپنے خیمے ڈال کر مقیم ہو جاتے ہیں، تو آپ کو ان کی دینی حالت کا احساس ہوگا، اور اگر ہمارا ضمیر ابھی مردہ نہیں ہوا ہے تو ہم اپنی اس غفلت و کوتاہی پر شرم محسوس کریں گے جو ہم نے اپنے ”مرشد زادوں“ کے حق میں صدیوں سے اختیار کر رکھی ہے۔ آپ کا اگر تھوڑا وقت نظم و انضباط کے ساتھ مدینہ کی آبادی اور اس کے اطراف میں دینی دعوت و اصلاح میں گزر جائے گا تو وہ مدینہ طیبہ کی فضا سے انتفاع کی بڑی موثر صورت ہوگی، مگر ان کی عظمت اور ان کے مرتبہ کی رعایت ضروری ہو ان کو تحقیر کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں۔

مدینہ دعوتِ اسلامی کا معدن ہے اس دعوت کو اس معدن سے اخذ کیجئے اور اپنے اپنے ملک کے لئے یہ سوغات لیکر آئیے، کھجوریں، گلاب و پودہ مدینہ، خاکِ شفاء، محبت کی نگاہ میں سب کچھ ہیں مگر اس سرزمین کا اصلی تھنہ اور یہاں کی سب سے بڑی سوغات دعوت اور اسلام کے لئے جہد و جہاد و جہان دیدینے کا عزم ہے، مدینہ مسجدِ نبویؐ کے چپہ چپہ، بقیع شریف کے ذرہ ذرہ، احد کی ہر ہر کنکری سے یہی پیغام دیتا ہے، مدینہ آکر کوئی یہ کیسے بھول سکتا ہے کہ اس شہر کی بنیاد ہی دعوت و جہاد پر پڑی تھی، یہاں وہی لوگ مکہ سے آکر آباد ہوئے تھے جن کے لئے مکہ میں سب کچھ تھا مگر دعوت و جہاد کے مواقع نہ تھے، یہاں کی آبادی دو ہی حصوں پر منقسم تھی ایک وہ جس نے اپنا عہد پورا کر دیا اور اسلام کے راستہ میں جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی، کوئی خوف کوئی ترغیب اس کو اپنے مقصد سے باز نہ رکھ سکی، دوسرا وہ جس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی لیکن اللہ کو ابھی ان سے اور کام لینا منظور تھا، ان کا جو وقت گذرتا حالتِ انتظار میں گزرتا، شہادت کے اشتیاق میں گزرتا ”مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا بَدِيلًا“ یہی عالم اسلام کا حال ہونا چاہئے، یہاں بھی یا تو وہ ہونے چاہئیں جو اپنا کام پورا کر چکے، یا وہ جو وقت کے منتظر ہیں۔ تیسری قسم ان لوگوں کی ہو جو زندگی کے حریص اور دنیا پر راضی، موت سے خائف اور خدمت سے گریزاں ہوں، معاش میں سرتاپا منہمک اور عارضی مشاغل میں ہمہ تن غرق ہوں انکی گنجائش نہ یہ میں تھی نہ عالم اسلام میں ہونی چاہئے۔

مدینہ طیبہ کے قیام میں درود شریف، تلاوتِ قرآن اور اذکار سے جو وقت بچے اگر حدیث اور سیرت و شمائل کے مطالعہ میں گزرے تو بہت پر تاثیر اور بابرکت ہوگا، اسی پاک زمین پر یہ سب دعوت

پیش آئے۔ یہاں ان واقعات کا مطالعہ اور کتب شامل میں مشغولیت بہت کیفیت اور اور موجب ترقی ہوگی۔
 اردو خواں حضرات قاضی سلیمان صاحب منصور پوریؒ کی ”رحمۃ للعالمین“ اور شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کی
 ”خصائل نبویؐ“ ترجمہ شامل ترمذیؒ کو حزر جان بنائیں۔ اہل عربیت حافظ ابن قیمؒ کی ”زاد المعاد“ اور
 ”شمال ترمذی“ سے اشتغال رکھیں۔ جن کو آثار مدنیہ منورہ کی زیارت و تحقیق کا ذوق ہو ان کے لئے
 سمہودیؒ کی ”وفاء الوفا بخبار دارالمصطفیٰ“ اور ”آثار المذنیۃ المنورہ“ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

لیجئے قیام کی مدت ختم ہونے کو آئی، کل کہتے ہیں کہ قافلہ کا کوچ ہے۔ ۵

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سبز ندیم و بہار آخر شد

اب رہ رہ کر اس قیام کے سلسلہ کی کوتاہیان اور یہاں کے حقوق کی ادائی میں اپنی تقصیر دل میں چٹکیاں
 لیتی ہے، اب استغفار و ندامت کے سوا کیا چارہ ہے۔

آج کی رات مدینہ کی آخری رات ہے، ذرا سویرے سے مسجد میں آجائیے۔ ۵

تمتع من شمیم عوار نجد

فما بعد العشیۃ من عوار

لیکن دل کو ایک طرح کا سکون بھی حاصل ہے، آخر جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کے رسولؐ کے شہرے
 اللہ کے شہر کی طرف، اللہ کے اس گھر سے جس کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنے
 پاک ہاتھوں سے بنایا، اللہ کے اس گھر کی طرف جس کو ان کے جد ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے
 فرزند نے اپنے پاک ہاتھوں سے بنایا، اور جاکوں رہے ہیں؟ اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسولؐ کی
 مرضی اور ہدایت سے، یہ دوری دوری کب ہوئی۔ ۵

نہ دوری دلیل صوری بود

کہ بسیار دوری ضروری بود

آخری سلام عرض کیا، مسجد نبویؐ پر حسرت کی نگاہ ڈالی، اور باہر نکلے غسل کر کے احرام کی
 تیاری کر لی تھی، ذوالحلیفہ میں جانے موقع ملے نہ ملے، موٹر پر بیٹھے، محبوب شہر پر محبت کی نگاہ ڈالتے چلے
 احد کو ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا، اب مدینہ سے باہر ہو گئے جو لمحہ گذرتا ہے مدینہ دور اور مکہ قریب

ہوتا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم حرمین کے درمیان ہی ہیں۔ ۶۔

”صد شکر کہ ہستم میان دو کریم“

ذوالخلیفہ آگیا، مسجد میں دو رکعت نماز احرام کی نیت سے پڑھی، سلام پھرتے ہی سر کھول دیا اور ہر طرف سے آواز آئی۔

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ ۝

حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی
شریک نہیں حاضر ہوں، سب تعریف، سارا
احسان تیرا ہی ہے، سلطنت تیری ہی ہے،
تیرا کوئی شریک نہیں۔

مستورات نے تمتع کی نیت کی، ہم نے قراں کی نیت کی، مستورات کے لئے چہرہ نہ ڈھکنے کی پابندی سخت ہے اس لئے وہ عمرہ کر کے احرام کھول دیں گی، پھر آٹھ ذی الحجہ کوچ کا احرام باندھیں گی۔ ہم مردوں کے لئے کچھ زیادہ دشواری نہیں اس لئے ہم نے عمرہ اور حج کا احرام ساتھ باندھا، ہم دس فی الحج کوچ سے فارغ ہو کر ہی احرام کھولیں گے۔

ہمارے امیر حج صاحب نے حج کی ذمہ داری اور اس کے حقوق و آداب کے متعلق مختصر تقریر کی، تلبیہ (لبیک لبیک) کی کثرت، حج کی عظمت، حسن رفاقت، باہمی الفت، ایثار و خدمت کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا، اور لبیک لبیک کی صدا کے ساتھ قافلہ روانہ ہوا۔

راستہ میں الحمد للہ نماز و جماعت کا پورا اہتمام رہا، تلبیہ زبانوں پر جاری رہا، لڑائی جھگڑے کی نوبت ہی نہ آنے پائی، منزلوں پر ٹھہرتے، نمازیں پڑھتے، کھاتے پیتے نہایت لطف و مسرت اور محبت و الفت کے ساتھ چلتے رہے۔

جدہ آیا اور گزر گیا، اب شہنشاہ ذوالجلال کا شہر اور اس کا گھر قریب ہے، باادب و ہوشیار! مدینہ اگر مرکز جمال تھا تو یہ مرکز جلال ہے، مدینہ کی درود یوار سے اگر محبوبیت ٹپکتی ہے تو یہاں کے درود یوار سے عاشقی نمایاں ہے، یہاں عاشقانہ آنے کی ضرورت ہے نہ برہنہ سر، کفن بردوش پریشاں بال، یہی یہاں کے آداب ہیں سے ہو۔

نظر اٹھائیے مکہ سامنے نظر آ رہا ہے۔

اے اللہ مجھے اپنے شہر میں ٹھکانا عطا فرما، اور
مجھے اس میں رزق حلال نصیب فرما۔

اللهم اجعل لی بها قرارا وارزقنی فیہا
رزقا حلالا ۛ

لیجئے اب ہم اللہ کے شہر بلد اللہ الحوام، البلد الامین میں داخل ہو گئے، جس شہر کا نام تسبیح کی طرح
بچپن سے ہر مسلمان کی زبان پر جاری رہتا ہے، جس کا اشتیاق جنت کی طرح ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے
جو ہر مسلمان کا ایمانی اور دینی وطن ہے، جس کی کشش ہر زمانے میں ہزاروں میل کی مسافت، پہاڑوں کی
چوٹیوں اور وادیوں کی گہرائیوں سے مشتاقانِ زیارت کو کھینچتی رہی۔ لیجئے مسجد حرام پر پہونچ گئے، باب السلام
سے داخل ہوئے، یہ سیاہ غلاف میں بیوس مسجد حرام کے بچوں بیت اللہ نظر آ رہا ہے۔

اے اللہ اس گھر کی عزت و عظمت، شرافت و ہیبت

اللهم زد هذا البیت تشریفا و تعظیما

میں ترقی فرما، اور حج و عمرہ کرنے والوں میں بھی

وتکریم و معاہبہ و زد من شرفہ و کرمہ

جو اس کی تعظیم و تکریم کرے اسکو بھی شرافت و عظمت

من حجہ و اعتمرہ تشریفا و تکریم و تعظیما

اور نیکی عطا فرما، اے اللہ تیرا ہی نام سلام ہے اور

وبقلا اللهم انت السلام ومنک السلام

سلامتی تیری ہی طرف سے ہے، ہم پر سلامتی بھیج۔

فخینار بنا بالسلام ۛ

یہی بیت اللہ ہے جس کی طرف ہزاروں میل کے فاصلہ سے ساری عمر نمازیں پڑھتے رہے، جس کی طرف
نماز میں منہ کرنا فرض تھا، آج ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، ہمارے اور اس کے درمیان چند گز سے
زیادہ فاصلہ نہیں، ہم اپنے گنہگار ہاتھوں سے اس کے غلاف کو چھو سکتے ہیں، اس کو آنکھوں سے
لگا سکتے ہیں، اس کی دیواروں سے چمٹ سکتے ہیں۔ عمریں بڑی بڑی حسین و جمیل عمارتیں اور فن تعمیر کے
بڑے بڑے نمونے دیکھے، لیکن اس سادہ سے چوکور گھر میں خدا جانے کیا حسن و جمال اور کیا دل کشی
و محبوبیت ہے کہ آنکھوں میں کھپا جاتا ہے اور دل میں سمایا جاتا ہے، کسی طرح نظر ہی نہیں بھرتی۔
تجلیاتِ الہی اور انوار کا ادراک تو اہل نظر کر سکتے ہیں لیکن جلال و جمال کا ایک سیکرہم جیسے بے حوصلوں
اور کم نظروں کو بھی نظر آتا ہے اور یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس کے دیکھنے سے آنکھوں کو سیری اور
دل کو آسودگی نہیں ہوتی، جی چاہتا ہے کہ دیکھتے ہی رہے۔ اس کی مرکزیت و موزونیت، اس کی
زیبائی و رعنائی، جلال و جمال کی آمیزش الفاظ سے بالاتر ہے۔

ومخاطبہ فی افئدة الرجال

محاسنہ ہیولے کل حسن

اس کا دیکھتے رہنا دل کا سرور آنکھوں کا نور، روح کی غذا اور نظر کی عبادت ہو، دل کی کلفت اس سے کافور، دماغ کا تھکان اس سے دور ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عجیب نعمت عطا فرمائی ہو سارے عالم کی دل کشتی اور دل آویزی اس میں سمٹ کر آگئی ہے۔

ذی الحج کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، حجاج کا ہجوم ہے، بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا چکر چل رہا ہے، سیاہ غلاف کے چاروں طرف سفید احرام میں ملبوس انسانوں کی گردش، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ کعبہ کے گرد ودھ کی ایک نہر بہہ رہی ہو، ہم بھی آدمیوں کے اس بہتے ہوئے دریا میں داخل ہوئے، ہمارے معلم ہمارے ساتھ تھے انھوں نے ہمیں طواف کرایا، وہ طواف کی دعائیں پڑھتے جاتے تھے ہم اس کو دہراتے تھے۔ پھر ہم کو محسوس ہوا کہ اس طرح نہ تو طواف کا لطف آ رہا ہے نہ دعاؤں کا اس لئے جو مسنون دعائیں یاد تھیں ہم نے وہ پڑھنی شروع کر دیں۔ چونکہ ہم کو اس طواف کے بعد بھی کرنی تھی اس لئے ہم نے رمل و اضطباع بھی کیا، ہجوم کی وجہ سے استلام حجر اسود کو بوسہ دینے کی نوبت نہیں آتی تھی، حجر اسود کے سامنے پہنچ کر ہاتھ کا اشارہ کر دیتے تھے۔ طواف کے بعد ہم مقام ابراہیم پر آئے، اور دو رکعت واجب الطواف پڑھی، پھر ملتزم پر آئے، یہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کا حصہ ہے یہاں اللہ کے بندے بیت اللہ کی دیوار اور اس کے غلاف سے چمٹے ہوئے اس طرح پلاک پلاک کر رہے تھے اور اللہ کے گھر کا واسطہ دے کر اس کی چوکھٹ سے لپٹ کر اللہ سے مانگ رہے تھے جس طرح تباہ ہوئے بچے اپنی ماں سے چمٹ کر روتے اور بلبلاتے ہیں، جس وقت وہ

یارب البیت، یارب البیت اے گھر والے، اے گھر کے مالک

کہتے، تو ایک کھرام بچ جاتا، سخت سے سخت دل بھی بھر آتا، آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور دعاؤں کی

۱۔ عبد الرحمن بن صفوان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کو بیت اللہ سے نکلتے ہوئے دیکھا انھوں نے بیت اللہ کو ملتزم کی جگہ پر بوسہ دیا، انکے رخسارے کعبہ پر تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انکے درمیان میں تھے۔ (ابوداؤد باب الملتزم) محمد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ انھوں نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور ملتزم پر ٹھہرے اور اپنا سینہ اور چہرہ اور اپنی دونوں باہیں اور ہتھیلیاں اس پر رکھ دیں اور ان کو اچھی طرح پھیلا دیا (یعنی چمٹ گئے) پھر فرمایا کہ میں اسی طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کرتے دیکھا ہوں۔ (ابوداؤد باب الملتزم)

قبولیت کا ایک اطمینان سا ہونے لگتا، خدا کی طرف رجوع و انابت کا یہ ایک ایسا منظر تھا کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس امت کو اس گئی گزری حالت میں بھی اپنے مالک سے جو تعلق ہے اس کا عشر عشر بھی کہیں نظر نہیں آتا معلوم ہوتا تھا کہ دل سینہ سے شکر جانیں گے، قلب و جگر آنسو بن کر بہہ جائیں گے، لوگ غش کھا کر گر جائیں گے۔ ان دعاؤں میں بڑا حصہ مغفرت و عفو، رضا و کئی، حسن خاتمہ اور جنت کی دعاؤں کا تھا، اللہ سے کسی مادی سے مادی چیز کا مانگنا بھی دیت نہیں سراسر روحانیت و عبادت ہے لیکن ان دعاؤں میں آخرت اور روحانیت کا حصہ اس عالم مادی کی چیزوں سے بہر حال زیادہ تھا، افکار و پریشانیوں کے اس دور میں اللہ کے بہت سے بندے صرف اللہ کی محبت، توفیق اطاعت، شان عبودیت، اخلاص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عشق کامل اتباع سنت، دین کی خدمت اور اسلام پر جینے اور مرنے کی دعا کر رہے تھے بہت سے اللہ کے بندے اپنی دنیاوی ضروریات کو بے تکلف مانگ رہے تھے کہ وہ کریم ہے اس کے دروازہ اور اس کے آستانہ پر نہ مانگی جائیں گی تو کس سے اور کہاں مانگی جائیں گی۔ بہت سے اللہ کے بندے کعبہ کے پردہ میں منہ ڈالے ہوئے گریہ و بکا اور مناجات و دعائیں مشغول تھے، غرض یہاں سائلوں کا ہجوم اور فقر کا جگمگا تھا، رب کریم کا دروازہ کھلا تھا، اور بے صبر و مضطرب سائل سوال و طلب میں بالکل کھوئے ہوئے تھے۔

مترجم سے ہم زمزم پر آئے، پہلی مرتبہ آسودہ ہو کر زمزم شریف پیا، اس کے اصل مقام پر پیا، پھر باب الصفا سے نکل کر ہم سعی کے لئے مسعی میں آئے۔ ہمیشہ سے یہ تصور تھا کہ صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں ان کے درمیان ایک غیر آباد سارا رستہ ہو گا طویل طویل، اُس پر لوگ دوڑتے ہوں گے، یہاں کچھ اور ہی نظر آیا، پہاڑ کھد کر اس سے بڑی بڑی عمارتیں بن گئی تھیں، پختہ رطوک کے کنارہ ایک ذرا سی بلندی تھی چند سیڑھیوں کا ایک زینہ تھا اُس پر چڑھ کر سعی کی نیت کی اور کہا ابد ابد اللہ بہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (جس چیز کو اللہ نے مقدم رکھا ہے اُس کو میں بھی مقدم رکھتا ہوں) ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں)۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر حمد و ثناء و تکبیر و تہلیل کی دعا کی، پھر اترے اور مروہ کی طرف چلے میل کے سبز نشانوں کے درمیان (جہاں حضرت ہاجرہ اسمعیل علیہ السلام کے اوجھل ہو جانے کی وجہ سے بقیار ہو کر دوڑتی تھیں) ذرا دور کر چلے پھر معمولی چال سے چلنے لگے۔ ادھر مروہ کی طرف جانے والوں اور مروہ سے صفا کی طرف آنے والوں کے قافلے

قطار اندر قطار ملتے رہے۔ کبھی جاوی پاس سے گزریا تے، کبھی مصری چھپتے ہوئے نکل جاتے، کبھی مراکشی و جزائری سامنے سے آتے نظر آتے، کبھی ترکی و بخاری راستہ میں ساتھ ہو جاتے، کبھی تکرونی و سوڈانی قدم بڑھا کر آگے ہو جاتے، ہر ایک احرام میں ملبوس، ننگے سر، ننگے پاؤں، عاشقانہ حال، مستانہ چال، دنیا سے بے خبر اپنی دھن میں مست، "رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم" کی صداؤں سے فضا گونجتی ہوئی، دونوں طرف پر رونق دکانیں، مسیٰ کا بازار اپنے پورے شباب اور بہار پر، موٹریں اور کاریں ہارن بجاتی ہوئی اور آدمیوں کو بچاتی ہوئی نکلتی رہتی ہیں، دکانوں پر سودے بک رہے ہیں شربت کے گلاس کے دو چل رہے ہیں، صرافوں کی دکانوں پر روپیہ گفٹے اور سکوں کے گرنے کی آواز کانوں میں آرہی ہے، لیکن عشاق کا مجمع سر جھکائے نظر بچائے، اپنی دھن میں چلا جا رہا ہے۔ عشق کی پوری تصویر دنیا میں مومن کے رہنے کی مکمل تفسیر، خلوت و راجن کا پورا منظر، دنیا کے بازار میں چلتی پھرتی مسجدیں اور گونجتی ہوئی اذانیں مسیٰ کیا ہے، مومن کی پوری زندگی، بھرے بازار پھولوں سے لدے گلزار میں رہنا اور دل نہ لگانا، مقصد کو پیش نظر رکھنا، ابتدا و منتہی کو نہ بھولنا، اپنے کام سے کام رکھنا، صفا سے چل کر نہ مروہ کو فراموش کرنا نہ مروہ سے چل کر صفا کو بھول جانا، کہیں نہ اٹکنا کہیں نہ الجھنا پیہم گردش مسلسل عمل، مسیٰ میں دونوں طرف دکانوں کے ہونے نے اور مسیٰ کے اس محل وقوع نے مسیٰ میں ایک خاص معنویت اور لطافت پیدا کر دیا ہے۔

آپ کو اس راستہ پر عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کے مسلمان ایک لباس میں ملبوس، ایک ترانہ بلند کرتے ہوئے، ایک عشق و مستی کی کیفیت میں آتے جاتے نظر آئیں گے، تیز قدم بڑھاتے ہوئے ننگا سر اللہ کے سامنے جھکائے ہوئے چلے جا رہے ہیں، ان میں میسر بھی ہیں غریب بھی، سرخ سفید شامی و مغربی بھی اور سیاہ فام حبشی و تکرونی بھی، مرد بھی اور عورت بھی، لیکن کسی کو کسی کے دیکھنے اور توجہ کرنے کی فرصت نہیں، بعض اوقات اس مجمع عشاق کو دیکھ کر قلب پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے اور بے اختیار ان عشاق کے پاؤں پڑنے اور انکی بلائیں لینے کا جی چاہتا ہے، اسلام کی محبت جوش مارتی ہے، وطن و قوم کی حد بندیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور دینی وحدت کا احساس ابھرنے لگتا ہے۔

لیجئے مروہ پر مسیٰ ختم ہوئی، ساتواں پھیرا تمام ہوا، دعا کیجئے، حجام کے پاس جا کر بال بنوائیے

اور اب اگر آپ متمتع یا مفرد ہیں تو حرام کھول دیجئے، اور اگر قارن ہیں تو نہ حجامت بنو ایسے نہ احرام کھولئے۔

اب روزانہ کا معمول یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے حرم میں آگئے، کبھی رکن یمانی کے سامنے مصلیٰ مالکی کے پاس، کبھی حطیم کے سامنے مصلیٰ حنفی کے نزدیک، کبھی مصلیٰ حنبلی سے ملے ہوئے اور کبھی قسمت سے مقام ابراہیم کے پاس یا مصلیٰ شافعی کے دائیں بائیں نوافل پڑھے، کبھی ہر دور کے بعد ایک طواف کیا، کبھی نوافل کے بعد اکٹھا کئی طواف کر لئے غرض جس طرح موقع ملا نوافل و طواف میں وقت گزارا، صبح کی اذان ہوئی، نماز پڑھی، اس وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم ہوتا ہے، خدا جانے کتنے اولیاء اللہ اور مقبولین بارگاہ ہوتے ہیں۔ عامۃ مومنین بھی کیا کم ہیں، طلوع آفتاب تک طواف کئے، پھر اکٹھا طواف کی رکعتیں پڑھیں، اشراق پڑھی اور قیام گاہ پر آگئے۔

مکہ معظمہ میں طواف سے بہتر مشغلہ اور وظیفہ کیا، سارے دن آدمی طواف کر سکتا ہو۔ بعض اہل ہمت بیس بیس تیس تیس طواف دن بھر میں کر لیتے ہیں۔ فضائل حج میں ہے کہ گزینہ برة کا معمول تھا کہ شتر طواف دن میں، اور شتر طواف رات میں کرتے اور دو قرآن روزانہ پڑھ لیتے (بحوالہ حیا) آخر شب میں اور گرمیوں میں ٹھیک دوپہر کو جمع کم ہوتا ہے، بعض اہل ذوق ان اوقات کا انتظار کرتے ہیں، بعض ہر نماز کے بعد کرتے ہیں، بعض جمع ہی کو پسند کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کس کی برکت ہے ہمارا طواف اور ہماری دعائیں بھی قبول ہو جائیں، رحمت الہی کسی کی طرف متوجہ ہو اور ہم کو بھی نہال کر جائے۔

”وللناس فی ما یعشقون مذاہب“

لیکن کسی وقت آئیے، دن ہو یا رات، پچھلا پہر ہو یا ٹھیک دوپہر، شمع پر پروانوں کا وہی ہجوم ہے، مطاف کسی وقت خالی نہیں، اگر اس کے انتظار میں رہے گا کہ دو چار آدمی ہوں اور پوچھے سکوں و طمانیت کے ساتھ طواف کریں تو یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوگی، جس کو اللہ تعالیٰ نے مشابہ للناس (لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ) بنایا، اور جس کو سب سے بڑی محبوبیت و مرکزیت عطا فرمائی، اور دل کشی کوٹ کوٹ کر بھردی، وہ عشاق سے خالی کب رہ سکتا ہے، رات کو عشا کے بعد سے صبح صادق تک

ہر ہر گھڑی میں آکر دیکھا دربار بھرا ہی ہوا پایا۔

ادھر ملتزم کا حال یہ ہے کہ وہ دعا کرنے والوں اور چل چل کر مانگنے والوں اور لپٹ لپٹ کر فریاد کرنے والوں سے کسی وقت خالی نہیں کوئی عربی میں، کوئی فارسی میں، کوئی ترکی میں، کوئی سٹوانی میں، کوئی جاوی میں، کوئی اردو میں، کوئی بنگالی میں، کوئی نثر میں، کوئی نظم میں، کوئی زبان بے زبانی میں عرض حال کر رہا ہے، دل کھول کھول کر مانگ رہا ہے، پھوٹ پھوٹ کر رو رہا ہے، کوئی پردہ میں منہ ڈالے بڑے درد سے پڑھ رہا ہے۔

برور آمد بندہ بگریختہ آبرئے خود بھیاں ریختہ

یارب البیت، یارب البیت کی صدا بلند ہو۔

حرم میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اس لئے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ کوئی فرض نماز حرم میں نہ ہو۔ حرم کے باہر اور آدمی کہیں جائے بھی تو کہاں جائے؟ بس ہم ہیں اور حرم ہے، نمازیں بھی ہیں، نوافل بھی ہیں، طواف بھی ہیں، تلاوت واذکار بھی ہیں۔

بات کرتے کرتے ذی الحجہ کی ابتدائی تاریخیں ختم ہو گئیں، لیجئے آج، ذی الحجہ ہو گئی رات بیچ میں ہے کل منیٰ جانا ہے، سوار یوں کے انتظامات ہو رہے ہیں، احرام کی تیاریاں ہیں، کوئی موٹر طے کر رہا ہے، کوئی کار اور سکیسی کی بات چیت کر رہا ہے، کوئی اونٹ کا انتظام سوچ رہا ہے، کوئی پیدل جانے ہی کی ٹھان رہا ہے، رات گزری صبح ہوئی، حج کی اصل مشغولیت شروع ہو گئی، کوئی دن چڑھے سواری آگئی، سوار ہوئے، بیتک بیتک کی صداؤں کے ساتھ منیٰ کا رخ کیا، جو پاس سے گذرتا، بیتک ہی سے سلام کرتا۔ تین میل کا فاصلہ ہی کیا بات کرتے پہنچ گئے، یہ ڈیروں و رخیوں کا ایک عظیم الشان شہر، جہاں تک نظر کام کرتی رنگ برنگ کے خیمے اور چھو لدا ریاں ہی نظر آتیں۔

سارا عالم اسلام یہاں سمٹا ہوا نظر آتا ہے وہ بھی حدود کی تقسیم کے بغیر، یہاں ہندی ہیں، جاوی، یہ مصری ہیں وہ شامی، ذرا آدمی بھٹاک جائے پھر قیام گاہ کا پتہ لگانا مشکل، اپنے معلم کے جھنڈے کے نیچے اپنے خیمہ میں مقیم ہوئے، آج کا سارا دن اور پوری رات یہاں بسر کرنی ہوگی، رکو عرفات کی طرف کوچ ہے۔ یہاں اللہ کا نام لینے، نمازیں پڑھنے، ذکر و دعائیں مشغول رہنے کے سوا کام ہی کیا ہے لیکن انسان کی ضروریات اور اسکی دل چسپیوں نے یہاں بھی بازار لگا رکھا، دکانیں کھلی ہوئی ہیں،

سدرت کی چیزیں ڈیرے ڈیرے خیمے خیمے یکا رہی ہیں، پانی والے دروازے دروازے پانی لئے پھر رہے ہیں۔ ظہر کی نماز کے لئے منیٰ کی مشہور تاریخی مسجد "مسجد خیف" گئے، نہایت وسیع اور پرفضا میدان، بیچوں بیچ ایک قبر جس کے متعلق اہل خبر کہتے ہیں کہ بیسیوں پیغمبروں نے یہاں نمازیں پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ یہاں نصب ہوا، نہایت بابرکت اور پرانوار جگہ ہے، زیادہ وقت یہیں گزرے تو بہتر ہے مگر باقیوں کو تکلیف اور کسی قسم کی کلفت نہ ہو۔

عشا پڑھ کر تبلیغی جماعت کے علماء نے ذوق وشوق اور حج کی عظمت پیدا کرنے والی تقریریں کیں جن میں عرفات و مزدلفہ اور باقی ایام منیٰ کے آداب و ذمہ داریاں یاد دلایں، کچھ دیر بعد سو گئے کہ کل حج کے پوڑ کا دن ہے، آج رات کی کل شب بیداری کل کے دن پورا اور صحت پر اثر انداز نہ ہو، پچھلے پیر اللہ نے توفیق دی آنکھ کھل گئی، منیٰ کا عجیب منظر تھا، سارا شہر بقیعہ انوار بنا ہوا تھا، عالم اسلام کچھ سوتا تھا کچھ جاگتا تھا، ہر طرف تجلیات و انوار کا ہجوم معلوم ہوتا تھا، اپنی جگہ پر رہا نہ گیا، مسجد خیف کی طرف چلے، حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور حضرت اسمعیلؑ کے صبر استقامت کی یاد بڑی شدت سے پیدا ہوئی۔ خداوند! عشق ابراہیمؑ کا ایک ڈرہ عطا ہو، اہی مردہ دل کو اپنے عشق و محبت سے زندہ کر دے، محبت کا سوز عطا ہو جو ماسویٰ کو جلا دے۔ عالم اسلام اس وقت ابراہیمؑ کی آواز پر جمع ہے اس میں محبت کی حرارت پیدا کر دے کہ پھر زندہ ہو جائے، پھر تیرے لئے اپنی جان و مال کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ عجب سرور و حضور کا عالم تھا، عجب ذوق وشوق کا وقت تھا۔ مسجد خیف میں تھوڑے لوگ جاگ رہے تھے، اطمینان سے نمازیں پڑھیں، بڑی سکینت معلوم ہوتی تھی۔ صبح کی اذان ہوئی، نماز ہوئی، اور اپنی قیام گاہ پر آئے۔ اب منیٰ سے چل چلاؤ ہے، سب کا رخ عرفات کی طرف ہے، دن چڑھے یہاں سے چلنا ہے، ہر ایک جانے کے اہتمام میں ہے سواریوں کی بھی کشمکش ہو، یہی حج کے امتحان کے مواقع ہیں۔

بیتک البیت کی صداؤں کے ساتھ عرفات کی طرف روانہ ہوئے، چھ میل کا فاصلہ ہے، تین میل پر مزدلفہ ملا، جہاں رات واپس آنا ہے اور شب گزاری کرنی ہے، مگر ابھی ٹھہرنا نہیں، گزرتے چلے گئے۔ لیجئے عرفات آگیا، اللہ غنی انسانوں کا ایک جنگل، جنگل میں منگل، کئی لاکھ انسان دو بے بسی چادروں میں، شاہ و گدا ایک لباس میں، جہاں تک نظر کام کرتی ہے خیمے اور شامیانے ہی نظر آتے ہیں،

جو نظر آتا ہے دوسفید چادروں میں، معلوم ہوتا ہے آج فرشتوں نے اللہ کی یہ زمین بسائی ہے۔ سفید براق لباس، نورانی صورتیں، ذکر سے ترزبانیں، لیلیک لیلیک کی صدا گونجتی ہوئی اور پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی۔ انسانوں کا اتنا بڑا مجمع، لیکن نہ چیقلش نہ کشاکش، روحانیت و انابت کی نشا چھائی ہوئی۔ اپنے خیمہ میں اترے۔ جو لوگ مسجد النمرہ گئے، انھوں نے امام کے ساتھ ظہر اپنے وقت میں اور عصر ظہر کے وقت میں جمع کر کے پڑھی، یہاں کا یہی حکم ہو، جو لوگ نہیں گئے انھوں نے تنہا ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی، اور ذکر و دعائیں مشغول ہو گئے۔

”اچ عرفہ“ حج عرفہ کا نام ہے، عرفہ حج کا پتھر ہے، یہی حج کی قبولیت کے فیصلہ کا دن ہے، یہی دعاؤں کے مقبول ہونے کا وقت ہے، یہی دل کھول کر مانگنے کی جگہ اور زمانہ ہے، اللہ کے بندے ذکر و دعائیں مشغول ہو گئے، کسی نے قرآن مجید کھولا، کسی نے حزب الاعظم شروع کی، کوئی سجد میں گر گیا، کسی نے اپنی منتخب دعائیں اپنی یادداشت سے پڑھنی شروع کیں، جن تمنائوں کو چھپا چھپا کر رکھا تھا آج ان کو کھول کر پیش کر دیا، جن کو پہلے سے دعا کا سلیقہ تھا آج وہ کام آیا۔ ذکر و سلوک صحبت سب قوت دعا اور توجہ الی اللہ کو بڑھانے ہی کے لئے ہیں۔

سورج ڈھلا، دھوپ ہلکی ہوئی، کوتاہ ہمت بھی جبل رحمتہ کی طرف بڑھے۔ معلم کا جھنڈا ساتھ کہ اگر چھوٹے تو شاید مکہ ہی میں سا جھتیوں سے ملنا ہو۔ خیمہ سے جبل رحمت کا فاصلہ میلوں کا نہیں، مگر پورے عالم اسلام میں سے گذر کر پہونچے۔ خدا جاتے کتنے ملکوں کے علاقے راستے میں آئے، ان سفید پوش، کفن بروش مہمانان و دربار پر کیسا پیارا آتا ہے۔ محبت کا جوش اٹھتا ہے، اپنے حج کا پتہ نہیں، مگر دل سے یہی نکلتا ہے کہ ابھی سب کا حج قبول ہو، آج تیری رحمت سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ مصریوں کا بھی، شامیوں کا بھی، مغربیوں کا بھی، یمنیوں کا بھی، ترکوں کا بھی، افغانوں کا بھی، چینیوں کا بھی اور جیشیوں کا بھی، اور ان سیاہ فام روشن دل تکر و نیوں کے طفیل ہم غریب ہندویوں کا بھی۔

جبل رحمتہ پر سائلوں کا ہجوم ہے گویا بڑے پیمانے پر ملتزم کا نقشہ ہے۔ سوال و دعا کا غلغلہ بلند ہے، بھرائی ہوئی آوازیں اور گلوگیر صدائیں بیچ بیچ میں بے حس و سخت دل لوگوں کے دل میں بھی رقت اور گداز پیدا کرتی ہیں، سب اپنی اپنی دلی مراد مانگ رہے ہیں، ہر قوم و ملک کے لوگ اپنی اپنی دعائیں مشغول ہیں، ہندوستانی مسلمان جن کے دل ہندوستان کے واقعات سے چوٹ کھائے ہوئے ہیں

نرالی شان رکھتے ہیں، انھوں نے جب اپنے بھائیوں کے لئے اور اپنے اس ملک کیلئے دُعا شروع کی جس نے سیکڑوں اولیاء، محدثین و فقہاء، مجاہدین و شہداء اور اپنے اپنے وقت کے امام و مجدد پیدا کئے جس نے اس پچھلے دور میں حدیث کی امانت کی حفاظت کی، جس کے بعض بعض فرزند خدمتِ اسلام فہم کتاب و سنت میں سارے عالمِ اسلام میں اختیار رکھتے تھے تو ایک سناٹا پھا گیا اور سب کی نگاہیں اس لٹے ہوئے ہندی قافلہ کی طرف اٹھ گئیں۔

آفتاب غروب ہوا، جبلِ رحمت سے اپنے خیمہ کی طرف واپسی ہوئی، جج مبارک! اللہ تبارک و تعالیٰ جج مقبول کے برکات ثمرات انوار و آثار عطا فرمائے، اور اس میدان میں پھر آنا نصیب کرے۔ شہر گرج ڈوب گیا، جہاں جہاں سورج ڈوبا سب جگہ مغرب کی نمازیں ہو رہی ہوں گی، اور جو نہ پڑھتا ہوگا، وہ تارکِ صلوٰۃ ہوگا، گنہگار ہوگا، لیکن اس میدان میں جہاں اللہ کے بلائے ہوئے مسلمان جمع ہیں جنھوں نے آج جج کارکنِ اعظم ادا کیا ہے، وہ سب یہاں مغرب کی نماز چھوڑ رہے ہیں، لاکھوں میں سے کوئی نادان ہوگا جو مغرب کی نماز پڑھ رہا ہوگا۔ اللہ اکبر! یہی شہنشاہی کی شان ہے، جہاں چاہا حکم دیے دیا، جہاں چاہا روک دیا، اور یہی بندگی ہے۔ نماز سے بھی ذاتی تعلق نہیں، آقا کے حکم کی اطاعت مقصود ہے، آج حکم ہے کہ مغرب کی نماز عشا کے ساتھ پڑھی جائے۔ جنھوں نے کبھی ایک وقت کی نماز نہیں چھوڑی وہ آج خوشی خوشی چھوڑ رہے ہیں، عرفات والوں کے لئے آج نماز کی جگہ مزدلفہ اور مغرب کی نماز کا وقت عشا کو ہے يفعل الله ما يشاء ویلحکم ما یرید۔

اب لاکھوں انسانوں کی یہی بستی یہاں سے تین میل پر منتقل ہو جائے گی، شہر کا اجڑنا اور بسنا کچھ ہنسی کھیل نہیں، ایک شور و غلہ، امت برپا ہو، ایک طوفان بے تمیزی، لیکن یہاں کچھ نہیں، حکم لایا تھا حکم لے جا رہا ہے، غلاموں کی طرح آئے تھے غلاموں کی طرح جانا ہے، لیجئے خیمے اکھڑے، طنابیر ڈھیلی ہوئیں، شامیانے تہہ ہوئے، دیکھتے دیکھتے یہ جلتا جاگتا شہر لوق و دوق میدان بن گیا، جو جواں ہمت اور سواری کے پابند نہ تھے وہ آزادی سے وقت مسنون پر روانہ ہو گئے، جو ضعیف اور عورتوں کی وجہ سے مجبور تھے ان کو سواری کی وجہ سے وقت پیش آئی اور انتظار کرنا پڑا۔ سواری کرنے میں دیر ہوئی، ایک گھنٹہ گزرا، دوسرا تیسرا، رات کے بجے، بجے، بجے، سواری نہ اب گئی؟ نہ تب، اب میدان میں جہاں تک نظر کام کرتی ہے ہمارے چھوٹے سے قافلہ کے سوا کوئی نظر نہیں

لاریاں آتی ہیں اور نکل جاتی ہیں کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتی، رات گزری چلی جا رہی ہے، مزدلفہ میں بسر ہونے والی رات کا خاصا حصہ عرفات میں گذر جا رہا ہے، یا اکھی کیا ہوگا، کیا ہم یہیں بجاٹینگے، کیا ہم مزدلفہ سے محروم رہیں گے، مستورات کا ساتھ، دن بھر کے تھکے ماندہ، معلم صاب بھی عاجز و مجبور، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، پیمانہ صبر لبریز ہونے لگا، ڈرائیو پر غصہ، معلم پر خفگی، سب بے سود۔ آدھی رات ہونے کو آئی، خدا خدا کر کے لاری آئی، تیوری چڑھی، تلخ و تند لہجہ میں ڈرائیور سے محاسبہ کیا کہ کہاں اتنی دیر لگائی، کیا حجاج کو اذیت دینا تم لوگوں کے نزدیک کا رِ ثواب ہے؟ اس نے آسانی سے کہہ دیا کہ راستہ صاف نہ تھا، گھنٹوں میں پہلی کھیپ پہنچی اور بہ مشکل واپسی ہوئی، کہہ کر افسوس ہوا، کاش زبان سے کچھ نہ کہا ہوتا، اللہ کا شکر ادا کیا ہوتا کہ اس نے آخر پہنچا دیا، اب بھی اگر لاری نہ آتی تو کیا کرتے، یہی فرق ہے بڑوں اور چھوٹوں میں!۔

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان خدا کی شان نظر آتی ہے، موٹروں اور لاریوں کا ایک سیلاب، اتنا بڑا سیلاب زندگی بھر نہیں دیکھا، سب کو پہنچنے کی جلدی مگر کوئی حادثہ نہیں، لیجئے مزدلفہ پہنچ گئے، ایک میدان میں کئی لاکھ مسافر اترے ہوئے، اطمینان کی جگہ کا کیا سوال، جہاں موقع مل جائے غنیمت ہے، ایک جگہ سامان جمع کر کے درمیان میں لیٹ رہے، کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی سارا میدان جگمگا رہا تھا، مزدلفہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا تھا، کیا خیر و برکت کی رات ہے، جو وقت بچائے غنیمت ہے۔ لوگوں نے صبح سے پہلے ہی روانہ ہونا شروع کر دیا، ناواقفیت اور جہالت اور اسی کے ساتھ جلد بازی بھی ایک مصیبت ہے، یہاں کی سنت صبح ہونے کے بعد یہاں سے چلنا ہے، مگر لوگوں کو منیٰ میں جلد پہنچنے کی ہمت اور لاری والوں کو بیگار ٹالنا، تاریکی اور ناواقفیت میں مشعر حرام کا توپہ نہ چل سکا جہاں دعا کرنا مسنون ہے اور قرآن مجید میں صاف لکھا ہے: "واذکواللہ عند المشعر الحرام" جب اُجالا ہو گیا تو پتہ چلا اور اس مسجد میں جا کر جو جبل قزح کے پاس ہے کچھ دیر دعا کی، پھر کنکریاں چنیں اور ساتھ لیں اور منیٰ کی طر روانہ ہوئے۔

ایک دن کا اُجر طامنی اللہ کے حکم سے پھر آباد ہے، آج دسویں ذی الحجہ ہے یعنی عید الاضحیٰ، آج تمام روئے زمین پر جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں یہیں کی یادگار کے طور پر عید کی نماز پڑھی جا رہی ہوگی، لیکن اللہ کی شان یہاں عید کی نماز نہیں کسی کو خیال بھی نہیں، منیٰ کی

عید ہی ہے کہ رمی کی جائے، قربانی کی جائے، بال منڈائے یا کترائے جائیں، احرام کھول دیا جائے، طواف زیارت کیا جائے، لیجئے حج تمام ہوا، اللہ قبول کرے۔

منی پہنچ کر پہلا مرحلہ یہ تھا کہ حجرۃ العقبہ کی رمی کی جائے یعنی کنکریاں ماری جائیں، روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے چلے، تو شیطان سب سے پہلے اس جگہ ملا اور اس نے ان کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سات کنکریاں ماریں، یہاں تک کہ وہ زمین میں دھنس گیا۔ آگے بڑھ کر پھر دوسرے حجرہ کی جگہ نظر آیا، وہاں بھی سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ وہ زمین کے اندر گھس گیا، پھر حجرۃ اولیٰ کی جگہ نظر آیا، پھر اس کے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں گھس گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر عمل پیغمبرانہ اخلاص اور عاشقانہ کیفیت کے ساتھ کیا تھا، وہ اللہ سے پہلے مانگ چکے تھے کہ

وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ میرا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھ۔

اور فرما دیا گیا تھا

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ مَسَلَامٌ ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا

عَلَىٰ اِبْرَاهِيمَ - (والصفات ۳۷)

سلام ہو ابراہیمؑ پر۔

اس لئے اللہ نے ان کے ہر فعل کو زندگی جاودا بخش دی اور اس کی یادگار باقی رکھی۔ آج ان افعال کی نقل میں بھی عشق کی کیفیت اور زندگی و تازگی ہے بشرطیکہ دل محبت و عظمت اور ایمانی کیفیات سے بالکل خالی نہ ہو، حج کی ہر چیز میں عاشقانہ کیفیت اور محبوبانہ ادا ہے، سعی و طواف تو عشق و جذبہ کی کھلی نشانیاں ہیں مگر یہ رمی (کنکری مارنا بھی) عجب پیاری ادا ہے، عاشقیت و محبوبیت تو ام ہیں سچے عشق کے ساتھ جو چیز کی جائے گی اس پر اہل دل کو پیار ہی آئے گا۔ رمی کرتے وقت اگر دل میں سیدنا ابراہیمؑ کی محبت، اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کا جذبہ اور اپنے دشمن حقیقی سے نفرت کا جوش ہو تو رمی عجب بہار کی چیز ہے، عجب عبادت ہے، اور اگر یہ کیفیات اتفاقاً نہ ہوں، یا ان کا استحضار نہ ہو تو بھی حکم الہی کی اطاعت کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں۔

رمی جہرات کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں پڑھی تھی اس کے مقاصد و حکم حج کے سفر ناموں میں دیکھے تھے لیکن اس کا صحیح تصور اور نقشہ ذہن میں بالکل نہ تھا۔ جہرات کی کیا صورت ہے؟ رمی کس طرح ہوتی ہے؟ کچھ اندازہ نہ تھا۔ منی پہنچ کر رمی کی فکر ہوئی، دوستوں میں جو لوگ پہلے سال حج کر چکے تھے ان کو لیکر جمرہ آخری پر پہنچے، آج دسویں کو صرف اسی جمرہ کی جو سب سے آخر میں ہے رمی کرنی ہے، رمی کرنے والوں کا ہجوم تھا، ایک حوض سا بنا تھا اس کے اوپر ایک لکڑی لگا رکھی گئی تھی تاکہ دو والوں کو اندازہ ہو سکے، حوض میں کنکریوں کا ڈھیر تھا، بعض لوگوں نے غصہ میں جوتے بھی مارے تھے، بعض سادہ دل لوگوں میں شیطان سے نفرت و عداوت کا وہی جذبہ تھا جو اپنے دشمن سے ہوتا ہے، بعض مصریوں کو نسا گیا کہ بڑے غصہ سے مارتے تھے اور کہتے تھے کتے پھر پریشان کرے گا، پھر گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

جمع بہت تھا، اگر کوئی نظم کیا بھی جاتا تو مشکل تھا، کام صرف کنکریاں پھینکنا تھا مگر اس عمل میں بھی ایک خاص سنجیدگی اور عبادت کی شان تھی، اہل ذوق کو اس میں بھی خاص حظ اور کیفیت محسوس ہو رہا ہو گا۔

زوال سے پہلے پہلے الحمد للہ رمی سے فارغ ہو گئے، تلبیہ موقوف ہو گیا، اب قربانی کا مرحلہ باقی تھا، احرام کھولنا اس پر موقوف تھا۔ مذبح میں جانور کا تلاش کرنا، طے کرنا اور قربانی کرنا آسان کام نہ تھا، یہ بھی حج کے مجاہدات میں سے ہے، الحمد للہ یہ مرحلہ بھی آسان ہوا، بال منڈائے اور احرام اتار دیا۔

ابھی حج کا ایک رکن باقی تھا، وہ طواف زیارۃ ہے، دسویں ہی کو عصر کے وقت مکہ معظمہ گئے مکہ معظمہ کی بڑی آبادی آج منی میں تھی اور ابھی دو تین دن رہے گی، جو لوگ نظر آ رہے تھے اکثر طواف زیارۃ کے لئے حاضر ہوئے تھے پھر بھی مطاف خالی نہ تھا، اگرچہ پہلے کا سا ہجوم نہ تھا، ہم نے سعی طواف قدوم کے ساتھ کر لی تھی اس لئے آج سعی کرنی نہ تھی۔ طواف سے فارغ ہو کر منی واپس آ گئے۔ اب یہاں کی ہر رات اور ہر دن حال عمر ہے، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ایک ایک گھڑی

نیمت سمجھیں اور غفلت کا کوئی لمحہ گزرنے نہ دیں۔ یہی دن ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں سراسر حکم ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ
كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا

بلکہ اس سے زیادہ یاد

(البقرہ-۴-۲۵)

اور آگے فرمایا کہ

وَإِذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ (البقرہ-۴-۲۵) اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گننتی کے

اس لئے یادِ الٰہی میں جتنا انہماک اور عبادت میں جتنی مشغولیت ہو کم ہے، مگر افسوس کہ اس کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا اور اس میں شدید کوتاہی رہی، بے تکلف دوستوں کا جمع، کھانے پینے کی بہتات، عمر بھر کی غفلت کی عادت، بڑا وقت ہنسنے بولنے اور کھانے پینے میں گزر جاتا، ناظرین کرام سے کہنے کا جی چاہتا ہے کہ ۶

من نکردم شہا حذر بکنید

یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ بہت سے حجاج نے اس قیمتی اور مختصر وقت کے اندر ہی جہازوں کی تحقیقات اور سفر کے منصوبے شروع کر دیئے، جو وقت قیام سے فائدہ اٹھانے میں گزرنا چاہئے تھا وہ سفر کے دھیان اور تصور میں گزرنے لگا۔

ان دنوں میں کھانا پینا اور خصوصاً قربانی کا گوشت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت سمجھ کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھ کر کہ ”ہذہ ایام اکل و شرب“ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، ثواب اور عبادت سے خالی نہیں، یہ بھی اچھی طرح مشاہدہ اور تجربہ کیا ہو کہ اس ارشاد کو سامنے رکھ کر کھانے پینے سے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔

تیرھویں تک ٹھہرنا ہے، دن میں حج کے سلسلہ کا ایک ضروری کام یہ ہے کہ رمی روزانہ کیجائے پہلے دن (دسویں کو) صرف جمرہ عقبہ کی رمی کی گئی تھی، اب جمراتِ ثلث کی رمی روزانہ ہوگی، دسویں کو زوال سے پہلے پہلے رمی سنون ہے، اور گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کو (اگر تیرہویں کو ٹھہرنا ہو) زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر رمی کا حکم ہے، اول جمرہ اولیٰ کی (جو مسجد خیف کے متصل ہی) پھر جمرہ وسطیٰ کی پھر جمرہ آخری کی۔

تیرھویں کو منی سے جانے کا عزم ہے، ان دنوں میں شدت اس کا احساس ہوتا ہے کہ منی کے کم سے کم یہ تین دن دینی دعوت اور تعلیم و تربیت کے مقتنم ترین دن ہیں جو مجموعی طور پر عالم اسلام کو اتنے بڑے پیمانے پر کبھی پھر نہیں آسکتے، عالم اسلام کا ایک بہترین نمائندہ مجمع جو راہ خدا میں نکلا ہوا ہوتا ہے جس میں اتنے دنوں کے مجاہدہ، تعلقات و مشاغل سے انقطاع، فاسد ماحول سے بے تعلقی، حج کے انوار و تاثیرات کی وجہ سے دین کے جذب و قبول کرنے کی استعداد پیدا ہو چکی ہوتی ہے اور دین و عبادت ہی کے لئے اس کا قیام ہوتا ہے اگر اس وقت سے فائدہ اٹھایا جائے تو برسوں کا کام چند دنوں میں، اور ہزاروں میل کا سفر ایک مختصر سے رقبہ میں طے ہو جائے۔ ایک جہان پر اگر ایک ملک یا چند صوبوں کا قافلہ ہوتا ہے اور اس کے اوقات دین اور علم دین کیلئے فارغ ہوتے ہیں تو منی کے میدان میں پورے عالم اسلام کا کارواں اتر ا ہوا ہوتا ہے اور دین کیلئے فارغ۔

مگر صد حیف کہ ایسی فرصت سے دینی تعلیم و تربیت اور اسلامی دعوت کا فائدہ قطعاً نہیں اٹھایا جاتا، ہماری دینی زندگی کی چول اپنی جگہ سے ایسی ہٹی ہوئی ہے کہ کسی چیز سے بھی ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ صرف منی کے قیام کے یہ دن اور حجاج کا یہ مجمع ایسا تھا کہ اس سے پورے عالم اسلام میں دین کی روح پھونکی جاسکتی تھی اور دعوت کا جذبہ پیدا کیا جاسکتا تھا، یہ مجمع ایک باد بہاری تھا جو سارے عالم میں دینی دعوت و اصلاح کے بیج بکھیر سکتا تھا اور دین کے ہزاروں چمن کھلا سکتا تھا۔ پچاس حکومتیں، ہزار انجمنیں، سیکڑوں اخبارات و رسائل، لاکھوں مبلغ و داعی وہ کام نہیں کر سکتے جو منی کی ایک منظم دعوت اور ایک تربیت یافتہ جماعت کر سکتی ہے، پہلے یہ سب حج کے ثمرات و منافع میں داخل تھا "یشہد و امنافع لہم" کا مفہوم اتنا تنگ نہیں جتنا سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کو جو آخری عالمگیر وصیت فرمائی ہے وہ عرفات و منی کے میدان ہی میں فرمائی، عرفات و منی کا مخاطب مجمع ہی اس کی صلاحیت رکھتا تھا کہ فرمایا جاتا ہے۔

دیکھو جو موجود ہے وہ میری یہ باتیں ان تک پہنچا دے

جو یہاں جو نہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو بالواسطہ سنتا ہے

وہ اپنے کانوں سے سننے والے سے زیادہ سمجھنے والا اور

یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔

لیبلغ الشاہد العائب

فرب مبلغ ادعی من سامع

()

حج ہی کے موقع پر سورہ برأت کی ابتدائی آیات اور مشرکین کے احکام کا اعلان ہوا، حج ہی کے موقع پر ایک خلقت نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے براہ راست دین کی تعلیم حاصل کی، حج ہی کے موقع پر بلاد و امصار کے طالب علم دین سیکھنے، احکام معلوم کرنے، حدیث سننے جمع ہوا کرتے تھے، حج ہی کے موقع پر بلا و امصار کے طالب علم دین کی لہر پیدا کر سکتا ہے، مسلمانوں میں دینی شعور اور اپنی ذمہ داری کا احساس آج بھی عالم اسلام میں زندگی کی لہر پیدا کر سکتا ہے، حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان معمارِ حرم کو ”قمیہ جہاں“ کا بھولا ہوا کام یاد آ سکتا ہے، حج اصلاح و انقلاب کی ایک عظیم الشان طاقت ہے مگر ہماری کاہلی اور نادانی سے یہ طاقت بہت کچھ ضائع ہو رہی ہے، ہر سال ضائع ہوتی ہے اور برسہا برس سے ضائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات میں کمی نہیں مگر ہماری طرف سے ناقدری میں بھی کمی نہیں، اگر کسی زندہ اور صاحبِ عمل قوم کو یہ موقع حاصل ہوتا اور اس کو ہر سال بلا کسی جدوجہد اور مادی ترغیب کے محض دینی کشش اور اخروی نفع کی بناء پر یہ عالمگیر اجتماع میسر ہوتا تو وہ تمام عالم میں انقلاب کر سکتی تھی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنا پیغام پہنچا سکتی تھی، دنیا کی بہت سی قومیں جو نبوت اور وحی الہی کی عطا کی ہوئی دولتوں سے محروم ہیں، حج کے اس بین الاقوامی اجتماع کو جس میں ہر حصہ زمین سے آئے ہوئے لاکھوں مسلمان اپنا خرچ کر کے اور راستہ کی صعوبتیں برداشت کر کے اپنے شوق سے جمع ہوتے ہیں، رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھتی ہیں ان کو اپنی چھوٹی چھوٹی مجلسوں کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پڑتے ہیں، طاقت و ریویں گنڈا کرنا پڑتا ہے، پھر بھی کامیابی نہیں ہوتی، اس لئے کہ ان کے ساتھ دینی کشش اور روحانی جذبہ نہیں لیکن مسلمانوں کو اس مفت کی دولت کی قدر نہیں۔

تعلیم و تربیت، دینی تذکیر و دعوت، حج کا ضمنی اور ثانوی فائدہ ہی لیکن کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، خصوصاً اس عہد میں کہ اس کی ضرورتیں بجد بڑھ گئی ہیں۔ اگر کسی ایک ملک کے مسلمانوں میں بھی کسی درجہ کا عزم اور نظم پیدا ہو جائے، اور اس کام کے لئے وہ ضروری تیاری کر لیں۔ مخلص، دردمند، صاحبِ علم داعی کسی تعداد میں بھی فراہم ہو جائیں اور عالم اسلام کی دو چار زبانوں خصوصاً عربی پر اتنی قدرت حاصل ہو کہ وہ اس میں دعوت کا کام انجام دے سکیں، ان کے پاس دعوت کا ضروری سامان بھی ہو، عالم اسلام کے لئے پیغام، اس کے اصل امراض و مصائب اور

ان کا صحیح علاج، دین کی طرف بازگشت کی دعوت، امت کی نشأتِ ثانیہ کا راستہ، امت کا اصل محل و مقام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت اور اس امت کے ظہور کا مقصد، اسلام اور عالم انسانی کا رشتہ، آخرت کی دنیا پر ترجیح، صحابہ کرامؓ اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے حقیقی اوصاف و اخلاق۔

ان مضامین پر خود بھی تیار ہوں اور ان کے پاس ان حقائق کو ذہن نشیں کرنے کے لئے اور بعد تک یاد دہانی کرتے رہنے کے لئے مختصر رسائل و مطبوعہ مضامین بھی ہوں، ایک ایسی جگہ بھی (معارضی) جہاں وہ منتخب لوگوں کو بیٹھنے، گفتگو کرنے اور مطالعہ کرنے کی دعوت دے سکیں اس لئے کہ اتنے وسیع اجتماع میں وہ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے، دینی زندگی پیدا کرنے کے لئے اُن کے پاس ایک نظامِ عمل بھی ہو جس کا تجربہ ہر ملک میں کیا جاسکے، تو منیٰ کے اس سہ روزہ قیام سے حیر العقول فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

دوسرے ممالک کے علاوہ خود ہندوستانی حجاج کی ہزاروں کی تعداد ملے گی جس کے پاس وقت گزارنے کے لئے لایعنی باتوں یا فرائض کے بعد کھانے پینے کے سوا کوئی مشغلہ نہیں، ان میں بہت بڑی تعداد دین کے ابتدائی اصول و ارکان سے اگر ناواقف نہیں تو غافل ضرور ہوگی، اور کم سے کم انکی دعوت و تذکیر اور ان کے ایجاد و ترویج کے لئے جدوجہد سے ضرور غافل ہو، ان سب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت بڑا کام ہے، اور اس کام کے لئے منیٰ اور مکہ معظمہ سے بہتر موقع نہیں مل سکتا۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس کام میں سو فی صدی بلکہ شاید پچاس فی صدی کامیابی بھی یقینی نہیں، داعیوں اور کارکنوں کی کمی، اُن کی بے سروسامانی، مجمع کا پھیلاؤ، وقت کی قلت، انتشار و پراگندگی، ناواقفیت و اخبیت، یہ اور بہت سی چیزیں جو تجربہ کے بعد علم میں آئیں گی کامیابی کے راستے میں حائل ہیں لیکن اگر اس عظیم الشان کام میں دس فی صدی کامیابی کا بھی امکان ہو بلکہ درست کوئی امکان نہ ہو تو بھی ہر قیمت پر یہ سودا سستا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا کی اس میں قوی امید ورجاء رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مکی زندگی سے قریبی نسبت ہے۔ ۴

گراں سودا بجاں بوئے چہ بوئے

اش اس کو مسلمان اپنی ضروریات کی فہرست میں شامل کر لیتے، کاش! اس کے لئے کچھ اہل ہمت بھاہل توفیق تیار ہو جاتے، کاش! ہمارے یہ معروضات دلوں میں کچھ آمادگی پیدا کر سکتے۔

آئیے منیٰ کے اس قیام سے فائدہ اٹھائیں اور ذرا دیر کے لئے عقبہ چلیں جہاں منیہ کے انصار پونے پہلے پہل حضورؐ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی اور اس کی حمایت و نصرت کا عہد کیا، اور جہاں حقیقہ ہجرت اور مدنی زندگی کی داغ بیل پڑی، اسلام کی تاریخ میں اور عالم اسلامی کے طویل عریض رقبہ میں یہ چند گز زمین بڑی حرمت و قیمت رکھتی ہے، سچ پوچھئے تو بدر کی فتح کا سنگ بنیاد یہیں رکھا گیا، تاریخ اسلام کا افتتاح یہیں ہوا، عالم اسلام کی تائیس بیس عمل میں آئی، یہی وہ موقع ہو جہاں اللہ کے نبیؐ سے جو سارے حج کے مجمع سے مایوس ہو رہا تھا شرب کے بارہ آدمیوں نے چھپ کر بیعت کی اور اپنی خدمات پیش کیں، اگلے سال اسی جگہ تہتر مرد اور دو عورتوں نے بیعت کی اور حضورؐ کو اہل مدینہ کا پیام شوق پہونچایا اور مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا تم دین کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے شہر میں جاؤں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے۔ مدینہ والوں نے پوچھا، ایسا کرنے کا معاوضہ ہم کو کیا ملے گا۔ فرمایا، بہشت!۔ اہل مدینہ نے دریافت کیا کہ لے خدا کے رسولؐ ہماری تسلی فرما دیجئے کہ حضورؐ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔ فرمایا، نہیں! میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس پر ان حضرات نے بڑے جوش و سرور کے ساتھ بیعت کی۔

یہ جگہ منیٰ اور مکہ کے راستہ میں ہے اور حجرہ آخری سے کچھ دور نہیں، آپ اس سے آتے جاتے گزرے ہوں گے، اب اس جگہ مسجد بنی ہوئی ہے، مکروہ وقت نہیں ہے آئیے ہم بھی دو چار رکعت نفل پڑھیں، اس جگہ اللہ کے بہت سے مخلص بندوں نے اپنے مالک سے بندگی کا عہد سیمان زدہ کیا اور اپنے رفیقوں کے ساتھ اسلام کی خدمت و نصرت کا عہد کیا۔ آئیے ہم بھی اللہ سے دعا کریں کہ ہم کو اسلام کی خدمت، اعلاء کلمۃ اللہ کی کوشش اور سنت نبویؐ کے اچھا کی جدوجہد کیلئے قبول فرمائے، اور ان صادقین کے طفیل صدق و اخلاص کی دولت سے کوئی حصہ عطا فرمائے۔

آج ذی الحجہ کی تیرھویں ہے اور منیٰ کے قیام کا آخری دن، عارضی آبادی کا ایک جھتہ کل جا چکا باقی آج جا رہے ہیں، خیمے اکھڑ رہے ہیں، شامیانے لپیٹے جا رہے ہیں، سامان بارہور ہاڑا

لے حضرت یسرا احمد شہیدؒ نے بھی اپنے حج کے موقع پر اس جگہ دین کیلئے سرفروشی و جان بازی پر اپنے ساتھیوں سے بیعت لی تھی اور پھر

منیٰ پر آخری نگاہ ڈالئے، اور مکہ معظمہ کا رخ کیجئے۔ یہی نام اللہ کا۔

کل شئی حالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون

مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے، حرم میں نماز پڑھئے اور طواف کیجئے، بیت اللہ کو دیکھئے اور دیکھتے رہئے، ہر وقت اس کا نیا جمال اور نئی شان ہے۔

کعبہ راہر دم بجائی می فرود

ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

اتنے دن سے اس کو دیکھ رہے ہیں مگر جی نہیں بھرتا، نگاہ نہیں تھکتی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اس ذاتِ عالی کے جمالِ جہاں آرا کا کیا حال اور اس دید کی کیا مسرت و لذت ہوگی۔

آپ بے شک حج سے فایز ہو گئے، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اور آپ کے اعزہ و دوستوں اور سب مسلمانوں کے لئے مبارک فرمائے اور آپ کو بار بار لائے، مناسک حج میں سے کوئی رکن، کوئی فریضہ اور واجب باقی نہیں رہا، آپ آج اگر حرم سے چلے جائیں تو کوئی فقیہ آپ کو ٹوک نہیں سکتا، آپ کا حج مکمل، مناسک سب تمام، لیکن یہاں سے جانے کی ایسی عجلت کیوں ہے، یہاں کا قیام آپ پر خدا نخواستہ بارہا کیوں ہونے لگا، اعزہ کی یاد مسلم، وطن کی کشش برحق، دوستوں اور عزیزوں کی ملاقات سرانگھوں پر، لیکن یہاں جو لمحہ گزر جائے غنیمت اور حاصلِ زندگی، مجبوری کی بات اور ہے مگر اپنی طرف سے جلد سے جلد چلے جانے کا اہتمام اور وطن کا اتنا شوق کہ پر لگ جائیں اور اڑ کر پہنچ جائیں، اتنی بے مروتی سمجھیں نہیں آتی۔ اپنے لئے طواف کیجئے، اپنے مرحوم عزیزوں، دوستوں، استادوں، محسنوں، رفیقوں اور ساتھیوں کے لئے کیجئے، تنعیم جائیے اور عمرہ لائیے، زمزم سے خوب سیراب ہو جائیے، حرم شریف میں نمازیں پڑھئے اور ہر نماز پر لاکھ نمازوں کا ثواب پائیے، قرآن مجید کی تلاوت کیجئے، ہمت ہو تو غارِ حرا کی زیارت کیجئے، فرصت ہو تو غریب محلوں اور تکرونیوں کی آبادیوں میں جا کر ان کی دینی حالت دیکھئے ان سے خود استفادہ کیجئے اور اگر آپ سے کوئی دینی فائدہ پہنچ سکے تو اس سے دریغ نہ کیجئے، مکہ معظمہ کے اہل علم و فضل سے ملاقاتیں کیجئے، حرم میں اب حجاج کا ہجوم نہیں، حجر اسود کا باطمینان استلام کیجئے، رکنِ یمانی کے پاس حلیم کے اندر مقامِ ابراہیم پر شوق سے نوافل پڑھئے، غرض جتنے ارمان باقی رہ گئے ہوں سب نکال لئے اور سب شوق پورے کیجئے۔

اب اگر صدائے ریل بلند ہو گئی اور جانا ٹھہر گیا تو طواف وداع کر لیجئے اور بیت اللہ اور حرم شریف سے رخصت ہو جائے۔ جدہ میں اگر جہاز میں اتفاقاً دیر ہو اور آپ مکہ معظمہ واپس نہ آ سکیں تو ان حجاج میں جو جہازوں کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور کسی طرح وقت گزاری کر رہے ہیں چل پھر کر اور مل جل کر پھر دینی ضروریات و احکام کی طرف متوجہ کیجئے، اور خصوصیت کے ساتھ حج کے برکات کی حفاظت اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیجئے مگر خود ان کے حقوق اور ان کے احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے، آپ اگر چہ حج میں ان کے شریک ہیں مگر اس سے ان کے حج کا احترام آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، کسی کلمہ سے ان کی تنقیص یا ان کی دل آزاری نہ ہو۔

جہاز تیار ہے، بسم اللہ کر کے سوار ہوئیے، واپسی ضرور ہے، سفر بے شک وطن کی طرف ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ واپسی اللہ کے گھر سے ہے اور آپ حج کی ذمہ داریوں کے ساتھ واپس ہو رہے ہیں۔ نمازوں کا اہتمام، ذکر میں مشغولیت، رفیقوں کا خیال، ساتھیوں کے لئے اشیاء کا جذبہ، اپنی کوتاہیوں پر ندامت و استغفار، پہلے سے زیادہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی دینی خدمت و رفاقت کا موقع دوبارہ عطا فرمایا ہے پھر اس موقع سے فائدہ اٹھائیے اور اپنے حج کو قیمتی بنائیے۔ اچھا اب رخصت، یہ نوشتہ کیا عجیب ہے کہ ہم سے زیادہ خوش قسمت ہو کہ سفر حج میں آپ کے ساتھ ہوا اور حرمین میں اس کو آپ کی رفاقت کی سعادت حاصل ہو، اور خدا کی قدرت و رحمت سے بعید نہیں کہ آپ کو اس سے کچھ کام کی بات ہاتھ آجائے، اگر یہ نہ ہو تو بھی ایک ادنیٰ و نا اہل رفیق کا یہی حق ہوتا ہے، حجاج کو اپنے اس سامان سے بھی انس ہو جاتا ہے جو اس سفر سعادت میں ساتھ ہو، یہ بھی نہیں، تو اخوت اسلامی کا حق ضرور ہے، ان حقوق کی بناء پر اور بغیر کسی حق کے موجب اللہ یہ درخواست ہے کہ راقم سطور، اس کے والدین، اعزہ و احباب محنین، اور اس نمبر کے مرتب و معاونین کے لئے مواقع قبولیت پر دعا فرمائی جائے۔

غرض نقشبست کز مایاد ماند کہ ہستی مانی بینم بقائے
مگر صاحب دلے رزے ز رحمت کند بر حال بن مسکین دعائے

نامہ شوق

یہ ایک صاحبِ دل کے خطوط اپنے ایک خادم کے نام ہیں جو مدنیہ طیبہ حاضر ہوا تھا، ان سے اندازہ ہوگا کہ اہل محبت وہاں کی حاضری کو کیسی دولت سمجھتے ہیں اور اپنے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ ”مدیر“

(۱)

بعد سلام مسنون! پرچہ پہنچا، روانگی سے قبل ملاقات کو تو بندہ کا بھی دل چاہتا ہی مگر وقت تنگ رہ گیا، یہاں تشریف لانا ایسے تنگ وقت میں دشوار ہوگا۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ روانگی کس وقت ہے، بہر حال اگر ملاقات نہ ہو سکے تو اولاً اپنی تمام تفصیلات اور بے عنوانیوں کی معافی چاہتا ہوں، ثانیاً

جاتے ہو تو جاؤ پرا تنا تو سن جاؤ!

یاد جو آجائیں تو مرنے کی دعا کرنا

بارگاہ رسالت پر پہونچ کر اگر یاد آجائے تو یہ الفاظ بھی عرض کر دینا ”ایک روسیہ ہندی کتنے نے بھی سلام عرض کیا تھا“ اگر ایک دو طواف بھی اس ناکارہ کی طرف سے کر دیں تو آپ جیسے کریم بھاکش حضرات سے اُمید ہے کہ یار نہ ہوگا، یہی چیزیں اس ناکارہ اور نا اہل کے لئے اعلیٰ تبرکات ہیں، کسی تبرک کے لانے کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کریں، اُس کا نغم البدل میں نے تعلقات کی قوت کے زور میں خود ہی تجویز کر دیا کہ مجھے زمزم وغیرہ تبرکات کی بہ نسبت دعا اور طواف کی مست بھی زیادہ ہوگی اور احتیاج بھی زیادہ ہے۔ (والسلام)

(۲)

ہمارا نام لیکر آہ بھی ایک کھینچو قاصدا

جو وہ پوچھیں تو کہدینا یہ پیغام زبانی ہو

بعد سلام سنون! کراچی سے دو گرامی نامے پہنچے اول مفصل نامہ لفافہ اور بھر مختصر کارڈ،
مگر وہاں جواب کا وقت نہ تھا۔ آپ نے اس ناپاک کی معیت و رفاقت کی آرزو کھی مگر یہ جس العین
اس پاک خطہ کے قابل کہاں، دو مرتبہ حاضری ہوئی مگر ایک طاہر و مطہر ہستی تھی جسکے پیچھے قطمیر
بھی لگ گیا بلکہ حکماً لگا لیا گیا، اب کوئی پاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس میں ہر قسم کی غلاظت
مغلوب ہو جائے۔ فیا حسرتاً! آپ نہ معلوم کس مغالطہ میں ہیں اپنی حالت سے

وکان ظنی بان الشیث یرشدنی اذا اتی فاذا غیتی بہ کثرا

بلکہ ے

کنت امراً من یحسد ابلیس قارتقی بنی الدھر حتی صار ابلیس من جندی

فلومات قبلی کنت احسن بعدہ طوائف فسق ابلیس یحبنا بعدی

ہے۔ اس تعلق اور محبت کے واسطے سے جو آپ کو اللہ رب العزت کی شہادی کی وجہ سے اس ناپاک سے
محض مغالطہ کی وجہ سے رہا ہے درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک راتوں میں، مبارک
جگہ میں، اگر دعا سے دستگیری فرمادیں تو وہ پاک ذات وہ مقلب القلوب قادر مطلق جو جلیج کو عمر
بنادے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ناپاک کو پاک بنادے اور بدکار کو نیک کار کر دے۔ ے

چشمہ فیض سے اگر ایک اشارہ ہو جائے

لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

عمر ختم ہوتی جا رہی ہو ظاہری طور پر وقت قریب آتا جا رہا ہے، اور حالت یہ ہے۔ ے
آئی تھی کچھ لین کیلئے اور بھول چلی کچھ اور

کیا دکھاؤں گی اپنی پیٹھ نے میری خالی دونوں ہاتھ

دیتے ہیں موئے سفید افسوس پیغامِ اجل

نفس سنتا ہی نہیں ہر چیز کہتا ہوں سنہیل

اپنی حالت کو کہاں تک روؤں اور اس منافقانہ تحریر سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک ضائع کروں، یہ سطریں اس اُمید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر کچھ چوٹ لگے تو آپ اس پاک دربار میں کچھ عرض کر سکیں جس کی پاک جوتیوں کے ذرے سے لواتسم علی اللہ لا بوحہ کے مصادیق ہیں بہت اویسے صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کر دیں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہرگز قابل نہیں لیکن تم رحمۃ للعالمین ہو اس ناپاک کیلئے تمہاری نظر رافت گئے سو کوئی ٹھکانا نہیں ہو۔ ۵

نہ آخر رحمۃ للعالمین

زخروماں چراغ افل نشینی

یہ بھی عرض کر دیں کہ کچھ عرض کرنے کا منہ نہیں اس لئے کیا عرض کروں۔ رفقا سفر سے بھی یہی درخواست ہے والدہ ماجدہ کی خدمت میں بھی سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست کر دیں۔ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی قبر پر بھی سلام کے بعد عرض کر دیں۔ ۵

مضیٰ ذمن والتاس یستشفعوننی

فہل لی الی لیلی الغداۃ شفیع

آخر میں مکرر دعا کی درخواست ہے، رہی بات نہیں بڑا ضرورت مند ہوں۔

(۳)

روضہ اقدس و اطہر پر ایک ناپاک کی طرف سے صلوٰۃ و سلام!

ہر چند کہ ماہ مبارک میں خطا لکھنے کا نہ تو وقت ہی ملتا ہے نہ معمول ہے، مگر یہ چند سطور محض اس وجہ سے کہ اگر ماہ مبارک میں آپ حضرات تک پہنچ گئے اور کسی کے دل سے کوئی کلمہ الخیر سے جذبہ سے نکل گیا تو وہ بہت سی مشغولیتوں سے بڑھ کر ہو جائے گا آپ حضرات بھی اس وقت سخت ترین مشغول ہوں گے کہ یہاں اس مبارک مہینہ کی ابتدا ہے اور وہاں عریضہ پہنچتے پہنچتے مہینہ کا اختتام و انحاق شروع ہو جائے گا اور آپ کے لئے ایسے وقت میں کسی اجنبی کا بولنا بات کرنا بھی گراں ہو رہا ہوگا، ایسے وقت میں اتنا بھی بہت زیادہ ہے جو میں لکھ چکا۔ کس قدر اہل رشک ہے ایسے مبارک اوقات میں آپ حضرات کا وہاں کا قیام ایسی حالت میں دو رافتا دوں کو

اگر آپ شریک فرما سکتے ہیں تو دعائے کیا اس میں بھی آپ حضرات کو بخل ہوگا۔ روضہ اطہر پر صلوٰۃ و سلام کی ہر صاحب کی خدمت میں مستقل درخواست ہے اور کم از کم ماہ مبارک کے ختم تک جس کے چند ہی ایام اب باقی ہوں گے، روزانہ ایک مرتبہ اگر عرض کر دیا کریں تو بڑا کرم ہو۔ سب حضرات کی خدمت میں روضہ اطہر پر سلام کی مستقل درخواست ہے، فرض کفایہ نہیں ہے۔

(۴)

روضہ اقدس پر صلوٰۃ و سلام!

ایک مختصر پرچہ ۴ رمضان المبارک کو یہ خبر سن کر کہ حجاز کا خطا جارہا ہے لکھ کر دیا تھا، کل جناب کا ۵ شعبان کا لکھا ہوا گرامی نامہ عدن و کامران کے درمیان سے پہونچا، خط سے حجاز کے تمام مناظر نظر کے سامنے کو دفعۃً گذر کر جس قلق اور رنج کا سبب ہوئے کیا عرض کروں خوش قسمت ہیں وہ حضرات جن کو یہ سعادتیں میسر آرہی ہیں حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائیں۔ جہاز کے تلاطم اور طغیانی کی خبروں سے بڑا قلق ہوا۔

آپ حضرات نہ بھلائے جاسکتے ہیں نہ بھلانے کی چیز ہیں حق تعالیٰ شانہ آپ کی مساعی کو مٹھ کر باعث ترقی درجات بنائے اور آپ کے حسن ظن سے اس ناپاک کو نوائے۔ خدمت۔۔۔ بعد دعوات تم بہت تساہل اور معمولات میں مجھ سے بھی بڑھ کر گئے گزرتے وقت کو غنیمت سمجھنا۔۔۔ کو فارغ رکھنے کے لئے گئے ہو اس کا ضرور لحاظ ہے کہ ان کو گھر والوں میں مشغولی کی نوبت نہ آئے یہی آپ کی تبلیغی خدمت ہے۔ اور اس سے جو وقت بچے وہ مدینہ پاک کے قیام میں درود شریف کی کثرت میں، اور وہاں سے واپسی پر تاری، جمرہ، تبلیغ کی کثرت میں، اور اس کے بعد سے وطن پہونچنے تک اپنی اور اعزہ اور احباب کیلئے استغفار کی کثرت میں۔

۔۔۔۔۔ کی خدمات میں سلام سنون۔

فقط والسلام

(۵)

روضہ اطہر پر دست بستہ صلوٰۃ و سلام!

بعد سلام مسنون گرامی نامہ مورخہ ۱۳/۱۲/۱۳۶۸ رمضان ۱۲ ماہ مبارک کو پہونچا، ہر چند کہ ماہ مبارک میں خط لکھنے کا وقت ارادہ سے بھی نہیں ملتا لیکن آپ کے انتظار نے مجبور کیا کہ چند سطور تو لکھ دیتی ہوں۔ گرامی نامہ نے گرمی کے رمضان میں ایک شعلہ سایدن میں پیدا کر دیا، اسکے سوا کیا عرض کروں (ہنیئاً لاریاب النعیم نعیہم) آپ نے راستہ کی کیفیت اور مناظر تحریر فرما کر سابقہ حالات اور پرانے واقعات یاد دلادیئے۔

آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا کہ مدنیہ طیبہ کا قیام کب تک ہے تاکہ عید کے بعد کے عرائض کے متعلق رائے قائم کر سکوں، ماہ مبارک اب قریب الختم ہے اس میں تو دوسرا عریضہ بظاہر نہ جاسکے گا اس کے بعد تقریباً ایک عشرہ مسلسل مختلف اسفار... میں صرف ہوگا۔ روضہ اطہر پر صلوٰۃ و سلام کی درخواست سب حضرات سے مستقل ہو۔

ہندوستان کے اہل عرب کیلئے تحفہ! آدمی جہاں جاتا ہو وہاں کیلئے تحفہ لیجاتا ہے، آپ حج کو جا رہے ہیں، ہندوستان سے کیا سوغات لیجائینگے؟ بہتر ہے کہ جو تحفہ عربوں نے پہلے ہم عجیبوں کو دیا تھا وہی لیجائیں، یعنی دینی زندگی اور اسلام کے ذریعہ دنیا کی رہنمائی کا پیام جس نے کبھی عربوں کو دنیا کا امام اور قوموں کا ہادی بنا دیا تھا۔

من الجاہلیۃ الی الاسلام

اور

معقل الانسانیہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی کے عربی میں دو دلولہ انگیز اور ایمان آفرین رسالے ہیں جن سے عربوں کو اپنا بھولا ہوا سبق یاد آئے گا، اور ایمانی جذبات متلاطم ہونگے۔ آپ ان رسالوں کو اپنے معلمین، موزنین، علماء جاز اور عام اہل علم کی خدمت میں پیش کریں۔

قیمت رسالہ اول ۲۰۰ (دو سو روپے)۔ قیمت رسالہ ثانی ۱۰۰ (فی درجن تین روپیہ)

صحیح مدینہ

(از-حضرت صوفی ایم۔ اے)

اے صبح مدینہ صلی علی، سبحان اللہ سبحان اللہ
 الصبح بدامن طلعتہ واللیل دجی من وفرتہ
 کیا موسم ہو کیا عالم ہو، تسبیح میں ٹھنڈے جھونکے ہیں
 کبہ و وادی، صحرا، بستی، ہر چار طرف مستی مستی
 تاروں پرستی چھانی ہو، بیہوشی ہو، رعنائی ہو
 کیا شبنم نے چھڑکاؤ کیا، نیساں کے نتھرے بوندوں کا
 زلفیں لہرائیں حوروں کی، یا شاخیں سبز کھجوروں کی
 کس حسرت سے بیدار ہوئے، کس عجلت سے تیار ہوئے
 اب مسجد کے میناروں پر دہرہ کے پیہرے بولیں گے
 خاموش فضا میں سوتی ہیں، پرکیت اذانیں ہوتی ہیں
 آنسو کیوں ابلے پڑتے ہیں، یہ دل کیوں ہلا جاتا ہو
 واللیل اذانی شہی پڑھ کر شب نے زلفیں لہرائی تھیں
 گنبد کا نور دکھ اٹھا، روضہ کا حسن چمک اٹھا!
 رحمت کی گٹھا چھائے تم پر، اے گنبدِ خضر کے جلوہ!

سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ
 جاتی ہو جدھر پُر شوق نظر، جلوہ جلوہ جلوہ
 اک وجد میں ہو ڈالی ڈالی، اک کیف میں ہو تپہ تپہ
 کہتی ہو سانسیں لے لے کر ہر موج ہو اللہ اللہ
 بیداری ہو، بینائی ہو، نورانی ہے ذرہ ذرہ
 زندہ سیپی، سچا موتی، پتی پتی، قطرہ قطرہ
 ہیں موج ہو اکی سانسیں، یا معصوم فرشتوں کا نغمہ
 پھر نور کی جالی دکھیں گے اے شوقِ نظر تیرا ربہ
 اب رحمت کا در کھولینگے، وا ہو گا جنت کا روضہ
 اُڑتی ہو ہوا میں گنبد سے ٹکر کے صدائے الا اللہ
 ہم اور مدینہ کی بستی، اپنی بستی کا یہ درجہ
 و اشمس ضیاء اکہ کہہ کر، کرنوں نے کھول دیا چہرہ
 دل کا گلزار لہک اٹھا، ماشاء اللہ ماشاء اللہ
 بارش ہو درودوں کی تم پر، اے صلی علی محبوب اللہ

صوفی اک حسرت لایا ہو، ظلمت کے نور میں آیا ہے!

یہ دل بھی نورانی کر دے، انوارِ مدینہ کا صدقہ

حج و زیارت کے آداب

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا (مدظلہم العالی) شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور :-
(اللہ کے جن بندوں کو حج و زیارت کی سعادت نصیب ہو ان کے لئے نہایت
ضروری ہے کہ وہ حج و زیارت کے آداب کا علم حاصل کریں اور ان کی پابندی کی پوری
کوشش کریں۔

ذیل میں جو آداب درج کئے جا رہے ہیں۔ یہ محذوفات حضرت مولانا محمد زکریا
مدظلہم العالی کی بابرکت تصنیف "فضائل حج" سے ماخوذ ہیں جو حضرت ممدوح کی اجازت
سے یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ ان آداب میں جو کچھ ہے سراسر مقصد اور مغز ہی مغز ہے
خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو ان سے پورا فائدہ اٹھائیں۔

صفحات میں گنجائش کی کمی اور ناظرین کے لئے استفادہ کی سہولت کے خیال سے
جایجا عبارات میں تلخیص بھی کی گئی ہے یعنی بعض آداب کے سلسلہ کی علمی تفصیلات
کو حذف کر دیا گیا ہے لیکن کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی گئی ہے جو ہمارے نزدیک ناظرین
کے لئے ضروری تھی۔ اس اختصار اور تلخیص کے عمل کی وجہ سے اگر کہیں کچھ غلطیاں
ہوں تو اس کی ذمہ داری خاکسار مرتب پر ہے۔ (مدیر)

آداب حج (۱) جب اللہ جل شانہ کسی خوش نصیب کو اس سعادت کی توفیق عطا
فرمائے مثلاً حج فرض ہو جائے۔ یا حج نفل کے اسباب پیدا ہو جائیں تو پھر ارادہ کی تکمیل میں

عجالت کرنا چاہئے بالخصوص حج فرض کو معمولی اعذار کی وجہ سے ہرگز مؤخر نہ کرنا چاہئے کہ شیطان ایسے مواقع پر فتنہ خیاالات اور بے محل ضروریات دل میں جمع کر دیتا ہے اور طرح طرح کے دوسوے دل میں ڈالتا ہے اس لئے مواقع کو شیطان پر اثر سمجھ کر حتی الوسع ان کے دفع کرنے کی اور ان کو غیر اہم سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

(۲) مناسب ہے کہ جب سفر کا ارادہ ہو تو مسنون استخارہ کر لے نفس حج کے لئے استخارہ کی ضرورت نہیں مثل مشورہ ہے درکار خیر تیج حاجت استخارہ نیست لیکن چونکہ اہم سفر ہے راستہ دشوار گزار ہے ان امور کے متعلق استخارہ کرے کہ کب چلے کس راستہ سے جائے کس جہاز میں جائے وغیرہ وغیرہ (۳) حج کے مسائل معلوم کرنے کی سعی کرے بہت سے مسائل اردو میں اس موضوع پر شائع ہو چکے ہیں ان کو بالاستیعاب دو چار مرتبہ سفر سے پہلے پڑھ لے تاکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس اہم سفر کی ادائیگی میں نقصان نہ رہ جائے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ کسی عالم کی رہنمائی سے سفر میں اختیار کرے اور ہر چیز کو اس سے تحقیق کر لے تین سالوں کے مطالعہ کا بندہ ناچار خصوصیت کے مشورہ و محتاج ہے۔ ایک ذبذۃ المناسک مؤلفہ قطب عالم حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ دوسرے زیارت الکریم مؤلفہ مولانا عاشق الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تیسرے معلم الحجاج مؤلفہ مولانا سعید احمد صاحب زاد مجددیم مفتی مظاہر علوم ان کے علاوہ اور جو مسائل معتبر علماء کے مل سکیں (۴) جب سفر کرے تو نیت فالص التہ کی رضا ہونا چاہئے لوگوں کا دکھلا دیا جاوے کہ ہلا نیکا شوق یا سفر تفریح وغیرہ فاسد ارادے ہرگز نہ ہونا چاہئیں۔

(۵) ایک یا اس سے زیادہ فتنی سفر ایسے لوگ تلاش کئے جائیں جو دیندار صالح نیک ہوں دین کے کاموں میں دلچسپی اور شوق رکھنے والے ہوں تاکہ اس راستے میں متین ہو دو گار ہوں اگر یہ کسی کام کو بھول جائے تو وہ یاد دلائیں اور نیک کاموں کی ترغیب دیتے رہیں اگر کسی کام میں سستی پیدا ہو تو وہ ہمت بندھائیں کوئی پریشانی پیدا ہو تو صبر دلائیں کوئی عالم ہو تو اور بھی بہتر ہے کہ مسائل میں بھی مدد دیتا رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ رشتہ دہر کی بہ نسبت اجنبی زیادہ بہتر ہے کہ راستہ میں بسا اوقات طبائع کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں شکر و رنجی پیدا ہوا کرتی ہے جس سے قطع تعلق کی ذہبت آجاتی ہے اگر رشتہ دار کے ساتھ ایسی ذہبت آئے گی تو قطع رحمی کا

گناہ ہو گا البتہ اگر اپنے اوپر یا رفیق پر اس کا اطمینان ہو کہ ایسی توبہ نہ آئیگی تو مصلحتاً نہیں۔
(۶) حج کے لئے حلال مال تلاش کرے جس میں شبہ نہ ہو حرام مال سے خواہ رشوت کا ہو یا
ظلم سے کسی سے حاصل کیا ہو ایسے مال سے منرض تو ادا ہو جاتا ہے لیکن وہ حج مقبول نہیں ہوتا۔
اگر مال مشتبہ ہو تو پھر علماء نے اسکی یہ صورت تجویز کی ہے کہ قرض لیکر حج کر لے اور پھر اس
مال سے قرض ادا کر دے۔

(۷) اپنے سب بچھلے گناہوں سے توبہ کرے اور کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس
کرے اور کسی اور قسم کا کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے معاف کرے جسے لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا
رہتا ہو ان سے کہا سنا معاف کر لے اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اسکو ادا کرے یا ادائیگی کا کوئی
انتظام کر دے جو امانتیں لوگوں کی اپنے پاس ہوں انکو واپس کرے یا کوئی مناسب انتظام آتا
رکھنے والوں کی رضا سے کر دے جن لوگوں کا خرچ اپنے ذمہ ہے جیسے بیوی چھوٹی یا اولاد وغیرہ ان
کے خرچ کا بندوبست اپنی واپسی کے زمانہ تک کر دے۔

(۸) حلال و طیب مال سے اتنا خرچہ اپنے ساتھ لے جو بغیر تنگی کے پورے سفر کی آمد و رفت کو کافی
ہو جائے بلکہ احتیاطاً کچھ زائد لے تاکہ راستہ میں غربا کی کچھ اعانت کر سکے کھانے میں سے اہل ضرورت
کی تواضع کر سکے جو لوگ ضرورت کی مقدار سے بھی کم لیکر جاتے ہیں وہ اکثر دوسروں پر بوجھ بن جاتا
ہیں اور سوال کے ترکیب ہوتے ہیں۔

(۹) جب سفر شروع کرے تو دو رکعت نفل پڑھے جس میں پہلی رکعت میں قل یا اور دوسری میں
قل ہو اللہ پڑھنا اولیٰ ہے اور بہتر یہ ہے کہ دو رکعت گھر میں پڑھے اور دو رکعت محلہ کی مسجد میں
(۱۰) چلنے سے پہلے اور چلنے کے بعد کچھ صدقہ کرے اور اپنی وسعت کے موافق کرتا رہے کہ صدقہ
کرنے کو بلاؤں اور مصیبتوں کے دفع کرنے میں خاص مدخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ
صدقہ کرنا اللہ کے غصہ کو دور کرتا ہے اور بری موت سے حفاظت کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں آیا
ہے کہ جو شخص کسی کو کپڑا پہنا دے جسے تک اس کے بدن پر کپڑا نہ پہنایا ہو لا اللہ کی حفاظت
میں رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

(۱۱) جب سفر شروع کرنے لگے تو اسوقت کی مخصوص دعائیں جو احادیث میں کثرت سے آئی

ہیں پڑھ کر رکھ لے۔

(۱۲) چلتے وقت مقامی رہنما دعا ۵۰ اجاب سے ملاقات کر کے انکو الوداع کہے اور اسے اپنے لئے دعا کی درخواست کرے کہ انکی دعائیں بھی اسکے حق میں خیر کا سبب ہوں گی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے جب کوئی آدمی تم میں سے سفر کرے تو اپنے بھائیوں کو سلام کر کے جائے انکی دعائیں اس کی دعا کے ساتھ مگر خیر میں نہ پادتی کا سبب ہوں گی۔ الوداع کہتے وقت مسنون یہ ہے کہ یوں کہے اَسْتَوْدِعُ اللہ دینکم وَاَمَانتکم وَاَتِمُّوا نِیْمَ اَعْمَالکم (اتحاف)

(۱۳) جب گھر کے دروازے سے نکلے تو اس وقت کیلئے بھی متعدد دعائیں احادیث میں آئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے بِسْمِ اللہ تو کَلَّتْ عَلَی اللہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ اَلْحِیِّ الْعَظِیْمِ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنے مقصد کی طرف راستہ پائیگا اور راستہ میں تیری حفاظت کی جائیگی اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے (اتحاف)

(۱۴) جب سفر شروع ہونے لگے تو قافلہ میں کسی دیندار مجتہد یا مجتہد بہ کمال محل مزاج جفاکش متواضع شخص کو امیر قافلہ بنالینا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جب تین آدمی بھی سفر کریں تو چاہئے کہ ایک کو اپنے میں سے امیر قافلہ بنالیں (مشکوٰۃ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ جب کوئی قافلہ روانہ ہوتا تو کسی ایک شخص کو ان میں سے امیر بنادیتے اور جو شخص امیر بنے اس کو امارت کے حقوق اور اسکے آداب کی رعایت کرنا چاہئے رفا کے احوال کی خبر گیری اسکے سامان کی نگرانی کے اسباب پیدا کرنا انکو آرام و راحت پہنچانا امیر کے ذمہ ہے

(۱۵) بہتر یہ ہے کہ سفر کی ابتدا پنجشنبہ کے دن صبح کے اوقات میں ہو ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پنجشنبہ کے روز سفر کی ابتدا کو پسند فرماتے تھے (مشکوٰۃ) دوسری حدیث میں ہے کہ حضور کسی لشکر یا قافلہ کو روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں روانہ فرماتے۔

(۱۶) سواری پر سوار ہونے کی اور اترنے کی دعائیں بھی احادیث میں متعدد وارد ہوئی ہیں ان کو معلوم اور محفوظ کرنا اویئے ہے کہ ہر منزل پر اترتے چڑھتے پڑھتا رہے۔

(۱۷) سفر میں جب کسی اونچی جگہ چڑھے تو علاوہ دوسری دعاؤں کے اللہ اکبر تین مرتبہ اور جب نیچے کی جگہ اترے تو علاوہ اور دعاؤں کے سبحان اللہ تین مرتبہ کہنا اولیٰ ہی اور جب سفر میں کسی جگہ

وحشت سوار ہوا اور گھبراہٹ ہونے لگے تو سبحان الملک القدوس رب الملئکہ الروح جللت السموات بالعرشہ والجبوت طرھنا اولیٰ البھی اور مجرب بھی ہے۔

(۸) اگر کوئی شخص بلا مشقت کے پیدل حج کرے تو کیا ہی کہنا بشرطیکہ کسی دوسرے مکروہ میں مبتلا نہ ہو جائے لیکن اگر سواری پر حج کرے تب بھی اولیٰ یہ ہے کہ اپنی ہمت اور سہمت کے موافق جتنا بسرہوت تحمل ہو سکے پاؤں چلے بالخصوص مکہ سے عرفات کے درمیان کہ ہر ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے شمار ہوتی ہیں اور حرم کی نیکی ایک لاکھ سے برابر ہوتی ہے اکابر کا اکثر معمول یہاں کہ اونٹوں کے سفر چوب عصر کی نماز کیلئے اترتے تو مغرب تک پاؤں چلکر مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر سواری ہوتے کہ یہ وقت مختصر بھی ہوتا ہے اور گرمی د ہو سب یا اندھیرا بھی نہیں ہوتا علماء نے لکھا ہے کہ مکہ سے عرفات اور منیٰ تک پیدل جانا زیادہ پسندیدہ اور بہتر ہے کہ جو لوگ قوی چلنے کے عادی ہوں ان کو اس حصہ کیلئے سواری کا یا بندہ ہونا چاہئے کہ بسا اوقات سواری کی مجبوری سے بہت سے تنجات ترک ہو جاتے ہیں۔

(۱۹) سواری کے جانور کی رعایت اور اسکے حقوق کی حفاظت بھی ضروری ہے اسکے تحمل سے زیادہ مشقت اس پر ڈالنا جائز نہیں اسلام میں سے متقی اور پرہیزگار حضرات اس پر لپیٹ کر سونے سے بھی احتراز کرتے تھے کہ اس سے اسپر بوجہ بڑھ جاتا ہے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کو اذیت پہنچانے اور بے وجہ تکلیف دینے کا بھی قیامت میں مطالبہ ہوگا۔ حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت اپنے اونٹ سے خطاب کر کے فرما رہے تھے کہ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مجھ سے جھگڑا نہ کیجیو میں نے میری طاقت سے زیادہ کام تجھ سے کبھی نہیں لیا۔ (اتحاد)

(۲۰) اسی طرح سواری کے مالک کے حقوق کی بھی رعایت ضروری ہے اسکی اجازت سے زیادہ سامان رکھنا جائز نہیں جتنی مقدار کرایہ میں ملے ہو چکی ہے اتنی ہی رکھنا جائز ہے اس میں ریل و غیرہ کا سفر بھی یہی حکم رکھنا ہے کہ چڑھ چھپا کر مستحقان سے زیادہ سامان بلا محصول ادا کئے رکھنا جائز نہیں اپنے اسلاف کا معاملہ تو اس میں اسقدر احتیاط کا تھا کہ وہ اب سمجھ میں بھی مشکل سے آتا ہے حضرت عبداللہ بن مبارک بن مشہور محدث اور مشہور امام ہیں ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کسی نے ان کو ایک خط دیا کہ یہ بھی لیتے جائیں انھوں نے فرمایا کہ میں اونٹ والے کو اپنا سامان دھکا چکا ہوں اب اس کو پہلے اطلاع کر دوں کہ یہ اور لیتا ہوں وہ اجازت دیدیگا تو لے لوں گا (اتحاد)

(۲۱) ساتے سفر میں تنعم اور زیب و زینت کے اسباب سے بچے کہ یہ سفر عاشقانہ سفر ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے الحاج الشعث الثفل لیرا گندہ بال اور میلہ حاجی افضل حاجی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کو دیکھتے تو فرماتے کہ حاجی کم ہوتے جا رہے ہیں اور سفر کرنے والے بڑھتے جا رہے ہیں اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ معمولی شیت اور معمولی لباس میں ہے فرمایا ہاں یہ حجاج میں ہے (اتحاد)

(۲۲) سفر میں جو کچھ خرچ کرے وہ نہایت بشاشت اور فراخ دلی سے خرچ کرے دل تنگی اس مبارک سفر کے اخراجات میں ہرگز نہ ہونا چاہئے حدیث میں آیا ہے کہ ایک زویہ کا ثواب اس سفر میں سات سو روپیہ کے برابر ہے ایسی حالت میں جو پیسہ اس مبارک سفر میں خرچ ہو جائے وہ اجر ہی اجر ہے اس سے مقصود یہ نہیں کہ اسراف کیا جائے لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر خرچ کی زیادتی اسراف نہیں بلکہ اسراف بے محل خرچ کرنا ہے وہاں کے مزدوروں پر ادنیٰ والوں پر مکانات کے کرایوں میں جو خرچ کیا جائے اور اس میں ان لوگوں کی اعانت کی نہایت بھی شامل کر لیا جائے تو پھر کوئی بھی خرچ بار نہیں۔ (۲۳) البتہ رشوت دینے سے حتی الوسع احتراز کرے اور جہاں تک مجبوری نہ ہو جائے رشوت نہ دے کہ وہ حرام ہے۔

(۲۴) اس سفر میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کو نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے برداشت کرے ہرگز ان پر ناشکری اور بے صبری کا اظہار نہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ اس سفر میں ہرگز کسی قسم کی تکلیف پہنچنا بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے قائم مقام ہے (اتحاد) جیسا مال خرچ کرنا مالی صدقہ ہے یہ جانی صدقہ ہے۔

(۲۵) معاصی سے بچنے کی بہت اہتمام سے کوشش کرے قرآن پاک میں خاص طور سے اس کو ذکر فرمایا ہے فَمَنْ قَرَضَ فِيمَهُمْ اِجْرًا فَلَا رِقَا وَلَا فُسْرًا وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ علماء نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ تک و صول اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک لذتوں سے احتیاط اور شہوتوں سے حفاظت نہ ہو اسی وجہ سے پہلے لوگ رخصت اختیار کیا کرتے تھے جس کا بدل حج میں یہ رکھا گیا کہ بیوی سے صحبت بھی ناجائز کر دی گئی۔ (اتحاد)

(۲۶) نمازوں کا نہایت اہتمام رکھے بہت سے حاجی سفر کی مشقت اور کاپی سے اس میں مستی کرتے

ہیں یہ بہت بڑا گناہ ہے ابو القاسم حکیم کہتے ہیں جو شخص جہاد میں جائے اور اسکی وجہ سے اسکی ایک ناز فوت ہو جائے تو اس کو اس کے کفارہ میں نئیو جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔

(۲۷) سیارے سفر کو ذوق و شوق اور عاشقانہ دلہانہ جذبہ سے کرے کہ یہ عبادت ساری ہی منظر عشق ہے یہ سمجھے کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے اور ایسا ہے گویا شہنشاہ نے کوئی دربار مقرر کیا ہے اور خوش قسمتی سے دعوتی کارڈ اس کے نام کا بھی آگیا اس لئے کہ بغیر اللہ جل شانہ کی توفیق کے کچھ بھی نہیں ہوتا اسی کی طرف سے حاضری کی طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی شخص جاسکتا ہے۔
مری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے قدم یہ خود نہیں اٹھائے جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید رکھے کہ جب بنیاس اس نے اپنی اس تجلی گاہ کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائی تو آخرت میں اپنی زیارت سے بھی محروم نہ فرمائے گا۔

(۲۸) اپنی ہر عبادت میں اللہ کے لطف و کرم سے قبول کی امید واثق رکھے وہ بڑا کریم ہے اور اس کے کرم کا ہر شخص کو اُمید وار رہنا چاہئے غرض کہ شیوہ ہو کر میوں کا نہ ہا اپنے چاکر کا پتہ مگر اس امید میں گھنٹ کا شا تبہ ہرگز نہ آئے اپنے اعمال کے قہور کی وجہ سے اس کو اس کا سچے سمجھے کہ قابل قبول نہیں۔

آداب زیارت

(۱) جب زیارت کی نیت سے سفر کرے (خواہ قبر اطہر کی زیارت کی نیت ہو یا مسجد کی زیارت کی تو اپنی نیت کو خالص اللہ کی رضا کی واسطے خاص کرے آپس کوئی شائبہ نہ یا کا تاخر کا شہرت کا سیر و سیاحت کا یا کسی اور دنیوی غرض کا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ اس صورت میں نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

(۲) ملا علی قاری نے شرح لباب میں لکھا ہے کہ نیت کے خالص ہونے کی علامت یہ ہے کہ فریض اور سنن نہ چھوٹنے پاویں ورنہ زیارت سے مشقت اور مالی نقصان کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوا بلکہ توبہ اور کفارہ ذمہ ہو گیا۔ بندہ ناکارہ کے خیال میں سنن کا اس سفر میں چاہن اہتمام رکھے اگرچہ سفر کی وجہ سے سنتوں میں غفلت آجاتی ہے اور سفر میں سنتوں کا وہ حکم نہیں رہتا جو حضر میں ہے لیکن مدینہ پاک کی حاضری میں حتی الوسع زیادہ اہتمام مناسب ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات عادات شریفہ کی تحقیق کر کے ان کے اتباع کی سعی کرے تو اس سفر کی ثواب کے زیادہ مناسب ہے۔

(۳۳) اس سفر میں درود شریف کی خصوصیت سے کثرت رکھے اور نہایت توجہ سے پڑھے تمام علماء نے اسکی بہت تاکید بھی ہے کہ اس سفر میں درود شریف کی نہایت کثرت کرے جتنی کثرت ہوگی اتنا ہی مفید ہوگا بلکہ ملا علی قاری نے تو شرح لباب میں یہاں تک لکھا ہے کہ فرائض اور ضروریات معاش سے جتنا وقت بچے وہ سب درود شریف کے پڑھنے میں خرچ کرے۔

(۳۴) ذوق شوق پیدا کرے اور جتنا قریب ہوتا جائے شوق و اشتیاق میں زیادتی پیدا کرے۔
 وعدہ وصل چون شود نزدیک
 آتش شوق تیز تر گردد
 کبھی کبھی اس شوق کو پیدا کرنے کے واسطے نعتیہ اشعار بھی پڑھ لیا کرے حضور کی سیرت کی کوئی کتاب ساتھ ہو یا لہجائے تو اس کو پڑھ لیا کرے یا سن لیا کرے آپس کی مجلسوں میں بھی حضور ہی کے حالات کا تذکرہ رہا کرے اور جو دن مدینہ پاک کے قرب کا آتا جائے اس میں خوشی اور اشتیاق بڑھ جائے۔
 (۳۵) راستہ میں جو مسجدیں یا مواقع ایسے آئیں جن میں حضور اقدس یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام یا نماز پڑھنا معلوم ہوا انکی زیارت کرتا جائے اور وہاں نوافل پڑھے یا ذکر و تلاوت وغیرہ کرے اسی طرح جو کنوئیں راستہ میں ایسے آئیں ان کا پانی برکت کے حصول کی نیت سے پیئے معلم الحجاج اور زیارات الحرمین (جن کا شروع میں ذکر آچکا ہے) ان میں بھی بہت سے مواقع ذکر کئے گئے ہیں انکو غور سے پڑھے اور مواقع کی تحقیق کرے ان سب میں محرم جو ذوالحلیفہ کے قریب ہے وہاں نماز پڑھنا زیادہ اہم ہے کہ شافعیہ اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور بعض علماء سے اس کا واجب ہونا نقل کیا گیا ہے (شرح مناسک نووی)

(۳۶) جب مدینہ طیبہ قریب آجائے تو بہت زیادہ ذوق و شوق میں غرق ہو جائے کثرت سے درود شریف بار بار پڑھے اگر سواری پر ہو تو اس کو تیز چلائیں کی کوشش کرے حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بخفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ طیبہ قریب ہوتا تو اپنی ساری کوتاہیوں سے وادح مایکون الشوق یوماً ۱۰ اذ انت الخيام الی الخيام
 (سب سے بڑھا ہوا شوق اس دن ہوتا ہے جب عشاق کے خیمے معشوق کے خیمہ کے قریب ہو جائیں)
 (۳۷) جب مدینہ طیبہ کی دیواروں پر نظر پڑ جائے اور اس کے معطر باغ نظر آنے لگیں جو میر علی کے بعد سے نظر آنے لگتے ہیں تو بہتر یہ ہے کہ سواری سے نیچے اتر جائے اور روتا ہوا ننگے پاؤں چلے۔

ولما رأينا رسم من لم يدع لنا
 نزلنا عن الأكوام نمشي كرامة
 (یعنی) جب ہم نے اس محبوب کے شہر کے نشانات دیکھے جس نے نشانات کے پہچاننے کے واسطے نہ
 ہمارے پاس دل چھوڑا نہ عقل چھوڑی تو ہم اپنی سوار یوں سے اتر گئے اور اس کے اکرام میں پیدل
 چلنے لگے اس لئے کہ اسکی شان سے یہ بہت بعید بات تھی کہ اس کے پاس سوار ہو کر جائیں۔
 پہلے امراد و زرارہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ذوالحلیفہ سے جو تقریباً چھ میل ہے پیدل چلنے لگتے تھے
 اور حق یہ ہے کہ اس جگہ پاؤں کے بجائے سر کے بل بھی چلے تو اس جگہ کے حق کا کوئی حصہ بھی ادا نہیں
 ہو سکتا۔ ۵

لو جئتم قاصداً اسعی علی بصری
 لما قضى حقاً دای الحق اذیت
 (یعنی) اگر میں تمہاری خدمت میں پاؤں کے بجائے آنکھوں سے چل کر آتا تب بھی میں حق ادا نہ کر سکتا تھا
 اور میں نے آقا تمہارا اور یہی کو نسا حق ادا کیا جو یہی ادا کرتا، ۵
 ولما سر آینا من سابع حبیبنا
 بطیبة اعلیٰ ما اثرن لنا الحبا
 وبالترب منها اذ کلنا جفوننا
 شفینا فلا باسا نینفاث ولا کربا
 (جب مدنی پاک میں محبوب کی منزل کے آثار نظر آنے لگے تو انھوں نے محبت کو بھڑکا دیا اور جب ہاں
 کی مٹی کو آنکھوں کا سرمہ بنایا تو ساری بیماریوں سے شفا ہو گئی کہ اب نہ کسی قسم کا مرض ہے نہ تکلیف،
 (۸) جب فیصل مدینہ آجائے تو درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اللہم هذا احرم بلیتک فاجعلہ
 لی وقایة من الناد و اماناً من العذاب و سوء الحساب (اے اللہ یہ میرے نبی کا حرم آگیا
 اس کو تو میرے آگ سے بچنے کا ذریعہ بنادے اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنادے اور حساب کی برائی
 سے بچنے کا سبب بنادے) اس کے بعد اس پاک شہر کی خیر و برکت حاصل ہو نیکی دعا کرے اور اس
 کے آداب بجالانے کی توفیق کی دعا کرے اور کسی نامناسب حرکت میں ابتلا سے بچنے کی دعا کرے اور
 خوب دعائیں کرے۔

(۹) بہتر یہ ہے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے اور پہلے میسر نہ ہو تو شہر میں داخل ہونے کے
 بعد مسجد میں داخل ہونے سے پہلے کرے اور غسل نہ ہو سکے تو دنو کم از کم ضرور کرے اسکے بعد بہترین لباس

پہننے اور خوشبو لگائے جیسا کہ عیدین یا جمعہ کے لئے کرتا ہو مگر تواضع اور انکسار ملحوظ رہے تفاحہ پاس نہ آئے۔

(۱۰) بعض علماء نے اس وقت کچھ حدتہ کرنا بھی آداب میں لکھا ہے یعنی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے پہلے کچھ حدتہ کر دے ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسنون یہ ہے کہ کچھ حدتہ کرے چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو۔ (۱۱) جب شہر میں داخل ہو تو اس وقت کی خصوصی دعائیں پڑھتا ہوا نہایت خشوع خضوع سے داخل ہو اب تک کی عدم حاضری کا قلق ہو دنیا میں حضور کی زیارت نصیب نہ ہونے کا رنج ہو آخرت میں زیارت نصیب ہونے کی آرزو اور تمنا ہو اور اس کا خوف ہو کہ نہ معلوم مقدر ہے یا نہیں اور جیسا کہ کسی بڑے سے بڑے دربار میں حاضری کی وقت رعب و جلال کا اثر ہوتا ہے وہی منظر یہاں ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور قدر و منزلت ملحوظ ہو درود شریف لگانا زبان پر جاری ہو۔ (الباب)۔

(۱۲) جب قبہ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور کی علو شان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذات اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے انبیاء کی سردار ہے فرشتوں سے افضل ہے۔ قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے۔

(۱۳) شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو اگر مستورات کی یا ساہان وغیرہ کی مجبوری ہو تو دوسری بات ہے ورنہ سب علماء نے لکھا ہے کہ شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں حاضر ہونا افضل ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بھی احادیث میں یہی آیا ہے کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لیجاتے۔

(۱۴) عورتوں کے لئے مناسب یہ ہے کہ اگر شہر میں دنگو داخل ہونے کی نوبت آوے تو وہ رات تک انتظار کریں اور رات کی وقت میں مسجد میں حاضر ہوں اسلئے کہ انکے لئے ہر وہ چیز مقدم ہے جو پردہ میں معین ہو۔

(۱۵) مسجد میں داخلہ کے وقت اس جگہ کے آداب کی رعایت رکھئے کہ دایاں پاؤں پہلے مسجد میں رکھے پھر بایاں پاؤں رکھے اور مسجد میں داخل ہونے کی دعائیں پڑھے اور اعتکاف کی نیت کرے۔

(۱۶) مسجد میں داخل ہونے کے بعد خشوع خضوع عجز و انکسار میں بہت اہتمام کرے وہاں کی زمین

زینت فرش فروش جھاڑ فانوس قالین قلموں میں نہ لگ جائے نہ ان چیزوں کی طرف التفات کرے نہایت ادب اور وقار سے نیچی نظر کئے ہوئے نہایت ہی ادب اور احترام سے جائے بے ادبی اور لاابالی پن کی کوئی حرکت نہ کرے بڑے اونچے دربار میں پہونچ گیا ہے ایسا نہ ہو کہ بے ادبی کی کوئی حرکت حرام و حشران کا سبب بن جائے۔

(۱۷) مسجد میں جانے کے بعد سب سے پہلے روضہ مقدسہ میں جائے روضہ "وہ حصہ کہلاتا ہے جو منبر شریف اور قبہ شریف کے درمیان میں ہے اس کو روضہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ حضور کا پاک ارشاد ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کے روضوں میں سے ایک روضہ ہے روضہ باغ کو کہتے ہیں (۱۸) روضہ مقدسہ میں پہونچ کر اول تہتہ المسجد پڑھے مسجد میں حاضری کے بعد حضور کی خدمت میں حاضری سے قبل تہتہ المسجد کا پڑھنا اولیٰ ہو اسلئے کہ یہ اللہ کا حق ہے جو رسول کے حق پر مقدم ہے حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں سفر سے آیا تھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے حضور نے دریافت فرمایا کہ تہتہ المسجد پڑھ لی میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا جاؤ پہلے تہتہ المسجد پڑھ کر بعد میں میرے پاس آنا (شرح مناسک نووی)۔

(۱۹) تہتہ المسجد سے فارغ ہونے کے بعد اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرے کہ اس نے نعمت جلیلہ عطا فرمائی اور اس پاک ذات سے حج و زیارت کی قبولیت کی دعا کرے اور چاہے مسجد کا شکر کرے چاہے دو رکعت شکرانہ پڑھے بہت سے علمائے اس وقت سجدہ شکر کرنے کو لکھا ہے۔

(۲۰) نماز سے فراغت کے بعد قبر شریف کی طرف چلے اس حال میں کہ دلو سب کدورات اور آلائشوں سے پاک رکھے اور ہمہ تن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی طرف پوری توجہ کرے علماء نے لکھا ہے کہ جس قلب میں دنیا کی گندگیاں اور لہو و لعب شہوتیں اور خواہشیں بھر رہی ہوں اس دل پر ہانکی برکات کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ ایسے دل والوں پر حضور کے غصہ اور اعراض کا اندیشہ ہے اللہ ہی اپنے فضل سے اس سے پناہ دے۔

(۲۱) جب کسی قبر پر حاضری ہو تو میت کے پاؤں کی طرف سے جائے تاکہ میت کو اگر حق تعالیٰ شانہ آنے والے کا کشف عطا فرمائے تو دیکھنے میں سہولت رہے اسلئے کہ جب میت قبر میں دائیں کروٹ لیٹی ہے تو اسکی نظر قدموں کی طرف ہوتی ہے اگر کوئی سرہانے کی جانب سے آئے تو میت کو دیکھنے میں تلب اور مشقت ہوتی ہے (فتح القدیر) اسی ضابطہ کے موافق اس جگہ بھی بعض علمائے لکھا ہے کہ قدم مبارک

کی جانب سے حاضر ہو جیسا کہ ابن حجر نے شرح مناسک میں نقل کیا ہے موابہب میں لکھا ہے کہ دائرے کے لئے مناسب یہ ہے کہ قبلہ کی جانب سے ہو کر موابہ شریف پر حاضر ہو لیکن اگر پاؤں کی طرف سے حاضر ہو تو یہ ادب کے لحاظ سے اولیٰ ہے۔

(۲۲) جب موابہ شریف پر حاضر ہو تو سر بائیں کی دیوار کے کونہ میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو اور پشت قبلہ کی طرف کرے اور بائیں طرف کو ذرا اٹل ہوتا کہ چہرہ انور کے بالکل سامنے ہو جائے (زبدہ)

(۲۳) دیوار سے تین چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو زیادہ قریب نہ ہو کہ ادب کے خلاف ہو اور نگاہ نیچی رہنا چاہیئے ادھر ادھر دیکھنا اس وقت سخت بے ادبی ہے ہاتھ پاؤں بھی ساکن اور وقار سے رہیں۔ یہ خیال کرے کہ چہرہ انور اس وقت میرے سامنے ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میری حاضری کی اطلاع ہو حضور کی علوشان اور علوم مرتبت کا استحضار پوری طرح سے دل میں ہو اور یہ سمجھ گویا میں زندگی میں آپ کی مجلس میں حاضر ہوں۔

(۲۴) اسکے بعد حضور پر سلام پڑھے مناسک کے رسائل میں سلام کے الفاظ بہت سے نقل کئے گئے ہیں اس میں سلف کا معمول مختلف رہا ہے بعض اکابر مختلف عنوان اور مختلف الفاظ کے ساتھ سلام پڑھتے تھے اور ذوق و شوق کا تقاضا یہی ہے۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں : : : : : واں ایک خموشی تیری سب کے جواب میں اور بعض حضرات نہایت مختصر الفاظ میں سلام پڑھتے تھے ادب اور صیبت کا تقاضا یہی ہے۔ بے زبانی ترجمان شوق بے حد ہو : : : : : در نہ پیش یا کام آتی ہیں تقریریں کہیں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بعض اکابر جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما علیہما السلام علیہما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اکتفا کرتے تھے اور بعض حضرات طویل سلام کو اختیار کرتے تھے اور احادیث میں مختلف الفاظ اور مختلف عنوانوں سے درود شریف وارد ہونے سے اسکی تائید ہوتی ہے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے زبدہ میں سلام کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ سلام میں جس قدر طویل الفاظ زیادہ کرے مگر ادب اور عجز کے کلمات ہوں لیکن سلف یہاں مختصر الفاظ کہنے کو پسند کرتے ہیں جہاں تک بھی اختصار ہو سکے مستحسن رکھتے ہیں۔ امام نووی نے اپنے مناسک میں سلام کے طویل الفاظ

لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے غایت اختصار نقل کیا گیا حضرت ابن عمرؓ تو اتنا ہی کہتے تھے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابناہ۔ اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہو اور ان الفاظ کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اسکو تو تطویل مناسب ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے مزورین کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں اتھائی ذوق و شوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہرا ٹھہرا کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہؐ پڑھتا رہے اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انھیں الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے۔

(۲۵) یہ نہایت اہم اور ضروری بات ہے کہ سلام پڑھتے وقت شور و شغب نہ کرے نہ زور سے چلائے بلکہ اتنی آواز سے کہے کہ اندر تک پہنچ جائے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نہ تو زیادہ جہر ہو اور نہ بالکل اخفا ہو بلکہ متوسط اور معتدل آواز ہو اور ابیہنی، یداعمالیوں کی وجہ سے شرم و حیا لئے ہوئے ہو۔ بخاری شریف میں ایک قصہ لکھا ہے حضرت سائب کہتے ہیں کہ میں مسجد میں کھڑا تھا ایک شخص نے میرے ایک کنکری ماری میں نے ادھر کو دیکھا تو وہ حضرت عمرؓ پکارتے انھوں نے مجھے (اشارہ سے بلا کر) کہا کہ یہ دو آدمی جو بول رہے ہیں انکو بلا کر لاؤ میں ان دونوں کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا حضرت عمرؓ نے انسے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو انھوں نے عرض کیا کہ طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہو تو تمہیں مزہ چکھاتا تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں چلا کر بول رہے ہو۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کو بھی یہ نہیں چاہیئے کہ مسجد میں روز سے بولے و شرح شفاء حضرت عائشہؓ رفہ جب کہیں قریب کیل منج وغیرہ کے ٹھوکنے کی آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو روکتیں کہ زور سے نہ ٹھوکیں حضورؐ کی تکلیف کا لحاظ رکھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے مکان کے کوڑے بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو بنانے والوں کو فرمایا کہ شہر کے باہر بقیع میں بنا کر لائیں انکے بنانے کی آواز کا شور حضورؐ تک نہ پہنچے علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا وہی معاملہ ہونا چاہئے جو زندگی میں تھا اسلئے کہ حضور اپنی قبر میں زندہ ہیں (شرح مواہب)

(۲۶) سلام کے بعد اللہ جل شانہ سے حضورؐ کے وسیلہ سے دعا کرے اور حضورؐ سے شفاعت کی

درخو است کرے۔

(۲۷) اس کے بعد اگر کسی اور شخص نے اپنی طرف سے حضور کی بارگاہ میں سلام عرض کر سکی فرمائش کی ہو تو اسکی طرف سے بھی اس طرح سلام عرض کرے السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستشفع بک الی ربک آپ پر سلام اے اللہ کے رسول فلاں کی طرف سے جو فلاں کا بیٹا ہے اور وہ آپ سے اللہ کی پاک بارگاہ میں سفارش چاہتا ہے پہلے فلاں کی جگہ اس شخص کا نام لے دوسرے فلاں کی جگہ اس کے باپ کا نام لے اگر عربی میں کہنا مشکل ہو تو اردو میں عرض کر دے کہ فلاں فلاں آدمیوں نے آپکی بارگاہ میں سلام عرض کیا اور شفاعت کی درخواست کی ہے علامہ زر قانی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی سے سلام پہنچانے کی درخواست کی ہو اور اس نے اس درخواست کو قبول کر لیا ہو یعنی وعدہ کر لیا ہو کہ میں سلام پہنچا دوں گا تو اس پر اب اس سلام کا پہنچانا واجب ہو گیا اسلئے کہ یہ ہنزلہ اسکی امانت کے ہے جس کو یہ قبول کر چکا۔ صاحب اشعار لکھتے ہیں کہ سلف حلف سب کا معمول دوسروں کی معرفت سلام بھیجنے کا رہا ہے اور سلاطین تو مستقل قاصد مدینہ طیبہ حضور کی خدمت میں سلام پہنچانے کیلئے بھیجا کرتے تھے حضرت عمر بن عبد العزیز بھی حضور کی خدمت میں سلام عرض کرنے کیلئے مستقل قاصد بھیجا کرتے تھے ناظرین رسالہ سے یہ رو سیاہ بھی درخواست کرتا ہے کہ اگر اس مبارک وقت میں یہ سب کا کسی کو یاد آ جائے تو اَلْسَلَامُ عَلَیْکَ یَا سَرُّوْلَ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِنَا بن یحییٰ الکاندہاؤی یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِیَّی رَ بِّکَ عَرْض کر دیں احسان ہو گا اور یہ الفاظ یاد نہ ہیں تو اردو ہی میں اس ناکارہ کا سلام عرض کر دیں۔

(۲۸) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد تقریباً ایک ہاتھ دائیں طرف ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے مشہور قول کے موافق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک حضور کی قبر اطہر کے پیچھے اس طرح سے ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا سر مبارک حضور کے شانہ کے مقابل ہے اسلئے ایک ہاتھ دائیں جانب کو ہو جانے سے حضرت صدیق اکبر کا سامنا ہو جاتا ہے۔

(۲۹) حضرت صدیق اکبر پر سلام سے فراغت کے بعد ایک ہاتھ دائیں جانب ہٹ کر حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے اسلئے کہ مشہور قول کے موافق حضرت فاروق کی قبر مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پیچھے اسی طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ کے

مقابل ہے۔

(۲۰) ان دونوں حضرات کی خدمت میں بھی اگر کسی نے سلام عرض کرنے کی درخواست کر دی ہو تو ہر ایک کی خدمت میں اپنا سلام پڑھنے کے بعد اس کا سلام عرض کر دے اور یہ سرایا خطا و قصور بھی درخواست کرتا ہے کہ اگر ناظرین کو کسی وقت یاد آجائے تو اس ناپاک کا سلام بھی دونوں بار گاہوں تک پہنچا دیں اللہ جل شانہ آپ کو اس احسان کا اپنے لطف سے اجر عطا فرمائے۔

(۲۱) بہت سے علمائے لکھنؤ نے لکھا ہے کہ حضرات شہین رضی اللہ عنہما پر علیحدہ علیحدہ سلام پڑھنے کے بعد پھر ان دونوں حضرات کے درمیان میں کھڑا ہو یعنی جس جگہ ٹھہرے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا ہے اس سے تقریباً نصف ہاتھ بائیں جانب کو کھڑا ہوتا کہ دونوں کے درمیان میں ہو جائے اور پھر دونوں پر مشترک سلام پڑھے جس کے الفاظ مذہبہ میں یہ لکھے ہیں۔

السلام علیکم یا ضحیٰ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و سر فقیہ
و وزیر یہ جزاکم اللہ حسن الجزاء
جئناکم اتو سل بکما الی الرسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لیشفع لنا
ویدعولنا ربنا ان یحییٰ لنا
علی ملت و سنت و یشہرنا فی
زمرتہ و جمیع المسلمین۔

تم دونوں پر سلام لے حضور کے پہلو میں لیٹنے والو
تم پر سلام لے حضور کے دونوں ساتھیو تم پر سلام
لے حضور کے دونوں وزیر و تمہیں حق تعالیٰ شانہ
(ہماری طرف سے) بہترین بدلہ (تمہارے احسانات)
کا عطا فرمائے ہم تمہارے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ تم سے حضور
کی بارگاہ میں اس بات کی سفارش چاہتے ہیں کہ حضور ہمارے
لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں شفا فرمادیں اور اللہ سے معاف فرمائیں
کہ وہ ہمیں حضور کے دین پر اور حضور کی سنت پر زندہ
رکھے اور ہماد اور تمام مسلمانوں کا حشر حضور کی جماعت میں۔

بعض حضرات نے اس سلام کے الفاظ بھی کم و بیش لکھے ہیں جیسا کہ سب سلاموں میں بعض حضرات نے مختصر الفاظ نقل فرمائے ہیں اور بعض نے زائد تحریر فرمائے ہیں اور بعض نے اس مشترک سلام کو ذکر ہی نہیں کیا کہ جب علیحدہ علیحدہ سلام عرض کر چکا ہے پھر مشترک کی کیا ضرورت باقی رہی لیکن جن حضرات نے اس کو ذکر فرمایا ہے غالباً اس وجہ سے کہ یہاں اب دوبارہ سلام تو بہنزلہ تمہید اور ادب کے ہے اصل مقصود ان دونوں حضرات کی خدمت میں سفارش کی درخواست ہے کہ یہ حضور کی بارگاہ میں حاضر

کی درخواست اور سفارش کر دیں اسی لئے اسکا ترجمہ لکھا ہے کہ اس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ اس
مکرر سلام کی غرض کیا ہے۔

(۳۲) اس کے بعد پھر بائیں طرف آکر دوبارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر
ہاتھ اٹھا کر اول اللہ جل شانہ کی خوب حمد و ثنا کرے اس نعمت جلیلہ کا اور اسکی تمام نعمتوں کا شکر ادا
کرے پھر خوب ذوق شوق سے حضور پر درود شریف پڑھے پھر آپ کے وسیلہ سے اللہ جل شانہ سے
اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اپنے مشائخ کے لئے اپنے اہل و عیال کیلئے اپنے عزیز و اقارب کیلئے اپنے
دوستوں اور ملنے والوں کیلئے اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے دعائی درخواست کی ہو اور تمام مسلمانوں
کیلئے زندوں کیلئے اور مردوں کیلئے خوب دعا کرے اور اپنی دعا کو آمین پر ختم کرے (شرح لباب)
اور یاد آجائے تو ناکارہ نہ کریا کو بھی اپنی اس مبارک دعا میں شامل کرے۔

(۳۳) اس کے بعد اسطوانہ ابوجہاہ کے پاس آکر درود کثرت نفل پڑھ کر دعا کرے (زبدہ)
(۳۴) پھر دوبارہ روضہ میں جا کر نفلیں پڑھے اور دعا درود وغیرہ میں خضوع خشوع ہے
مشغول رہے۔

(۳۵) اس کے بعد منبر کے پاس آکر دعا کرے علمائے لکھا ہے کہ منبر کی اس جگہ پر جس کو زمانہ کہتے
ہیں ہاتھ دکھ کر دعا کرے اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت اس پر دست مبارک
دے سکتے تھے زمانہ منبر کی وہ موٹھ کہلاتی ہے جو انار کی شکل کناروں پر بنی ہوئی ہوتی ہے۔

(۳۶) اس کے بعد اسطوانہ حنانہ کے پاس جا کر درود شریف اور دعا اہتمام سے کرے (زبدہ)
(۳۷) اس کے بعد ماقی مشہور ستونوں کے پاس جا کر دعا کرے (لباب)۔

(۳۸) اور اس کی کوشش کرے کہ وہاں کے قیام میں کوئی نماز مسجد نبوی کی جماعت سے فوت نہ ہونے
پائے (فتح القدیر) کہ قیام تھوڑا ہے اور ثواب بہت زیادہ نہ معلوم پھر حاضری پیش ہو سکے یا نہ ہو سکے۔
(۳۹) اس کا خیال رکھے کہ زیارت کے وقت نہ دیواروں کو ہاتھ لگا دے کہ یہ بے ادبی اور گستاخی ہی
اور نہ دیواروں کو بوسہ دے کہ یہ حجر اسود ہی کا حق ہے نہ دیواروں کو چمپے نہ طوان کرے اسلئے کہ طوان
بیت اللہ شریف کے ساتھ خاص ہے قبر کا طوان حرام ہے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جاہلوں کے فعل
کا اتباع نہ کرے چاہے وہ صورت سے مشابہ معلوم ہوتے ہوں نہ قبر کے سامنے جھکے نہ زمین کو بوسہ

دے نہ تکریم منہ کر کے اس نیت سے کہ ادھر قبر ہے نماز پڑھے ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اگر قبر کی تعظیم کے لحاظ سے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اسکے کفر کا فتویٰ دیا جائیگا البتہ حجرہ کی پشت پر چونکہ دیوارہ حائل سے اسلئے قبر شریف کا ارادہ کئے بغیر اس طرف نماز پڑھنا جائز ہے (شرح لباب)

(۳۹۹) بلا ضرورت شدیدہ قبر شریف کی طرف پشت نہ کرے نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے (شرح لباب)
(۴۰۰) اس کا لحاظ رکھے کہ جب قبر شریف کے مقابل سے گزرے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے حتیٰ کہ علمائے لکھا ہے کہ اگر مسجد سے باہر بھی قبر شریف کے مقابل سے گزرے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھے حضرت ابو حازم صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابو حازم سے کہہ دینا کہ تم میرے پاس سے اعراض کرتے ہوئے گزر جاتے ہو کھڑے ہو کر سلام بھی نہیں کرتے اس کے بعد سے ابو حازم کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جب ادھر سے گزرتے تو کھڑے ہو کر سلام کر کے آگے بڑھتے (شرح لباب)۔

(۴۱) مدینہ پاک کے قیام میں قبر شریف پر کثرت سے حاضری کا اہتمام رکھے امام اعظم امام شافعی امام احمدیوں حضرات کے نزدیک کثرت سے حاضر ہوتے بہنا پسندیدہ ہے البتہ امام مالکؒ نے کثرت حاضری کو پسند نہیں کیا جس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ مبادا بار بار کی حاضری سے جوش محبت میں کمی نہ آجائے
(۴۲) مسجد شریف میں رہتے ہوئے حجرہ شریف کی طرف اور مسجد سے جب باہر ہو تو قبہ شریف جہاں سے نظر آتا ہو بار بار ان کو دیکھنا ان پر نظر جمائے رکھنا بھی افضل ہے اور انشاء اللہ موجب ثواب (شرح لباب شرح مناسک نووی)

(۴۳) مدینہ منورہ کے قیام میں جتنا زیادہ سے زیادہ وقت مسجد نبوی میں گزر سکے غنیمت سمجھے قرآن پاک کم از کم ایک تو ختم کر ہی لے اور مستقل اعتکاف بھی جسے دن کا نصیب ہو سکے نعمت ہے راتوں کو جتنا زیادہ عبادت میں گزر سکے بہتر ہے کہ یہ مبالغہ اتیں پھر کہاں ملیں گی۔ (شرح لباب)
(۴۴) زبہ میں لکھا ہے اور بعد زیارت قبر مبارک کے ہر روز یا جمعہ کو زیارت مزارات بقیع کی بھی نظر لے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت ابراہیمؓ اور ازواج مطہرات اور بہت سے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہاں تشریف رکھتے ہیں۔

(۲۷۵) امام غزالی نے لکھا ہے مستحب یہ ہے کہ ہر پچھترے کو شہداء و اہل احد کی زیارت کرے صبح کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر چلا جائے تاکہ ظہر تک واپسی ہو جائے اور کوئی نماز مسجد نبوی کی فوت نہ ہو۔ اور وہاں جا کر سب سے اول سید الشہداء حضرت حمزہ کے مزار پر حاضر ہو حضور کا ارشاد ہے کہ میرے سب چچاؤں میں حضرت حمزہ افضل ہیں دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب شہداء کے سردار حضرت حمزہ ہونگے وہاں جا کر حضرت حمزہ کی قبر مبارک پر نہایت ادب اور سکون سے ابھی عظمت و احترام کی رعایت کرتے ہوئے کھڑا ہو اسکے بعد پھر دوسرے مزارات پر۔

(۲۷۶) امام نووی نے لکھا ہے کہ قیام کی حاضری کا استحباب بہت موکد ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ شنبہ کے دن حاضر ہو اس حاضری میں اسکی زیارت کی نیت ہو اور اسکی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت ہو اسلئے کہ ترمذی شریف وغیرہ میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مسجد قبار میں نماز پڑھنا بمنزلہ عمرہ کرے ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کے دن مسجد قبا لشریف لیجاتے تھے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مسجد مکہ، مدینہ مسجد قصی کے بعد سب مساجد سے افضل مسجد قبار ہے (۲۷۷) انکے بعد مدینہ پاک کے دو سر متبرک مقامات کی زیارت اولیٰ ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ مستحب ہے یہ کہ مدینہ منورہ کے متبرک مقامات کی زیارت کرے جو تقریباً بیس مواضع ہیں اہل تہذیب ان کو جانتے ہیں اور اسی طرح سے ان سات کنوؤں کا پانی پئے جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کرنا یا غسل کرنا وارد ہوا ہے۔

(۲۷۸) وہاں کے قیام میں صدقات کی کثرت رکھے بالخصوص مدینہ پاک کے رہنے والوں پر صاحب لباب نے لکھا ہے کہ مدینہ کے مستقل رہنے والے ہوں یا باہر کے لوگ جو وہاں آکر مقیم ہو گئے ہوں وہ ہر کے رہنے والوں پر مقدم ہیں اسلئے کہ مدینہ کے رہنے والوں سے محبت واجب ہے امام نووی نے لکھا ہے کہ مدینہ کے قیام میں جتنے زیادہ سے زیادہ روزے رکھے اور جتنا زیادہ حاکم ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں پر صدقہ کرے کہ یہ بھی حضور ہی کی خدمت گزاری میں داخل ہے۔

(۲۷۹) سب اہل مدینہ کے ساتھ ہر بات میں حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرے کہ وہ حضور کے پڑوسی ہیں علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں کا اکرام کرو اور اگر ان میں سے بعض کے متعلق کوئی ایسی بات کہی گئی ہے یعنی کوئی نامناسب حرکت ان کی معلوم بھی ہو تب بھی وہ حضور کے

پڑوسی ہونے کے شرف سے تو بہرہ اندوز ہیں ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کہ جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارہ میں بارہ وصیت کرتے رہے ہر پڑوسی کو شامل ہے اس میں اچھے برے کی تخصیص نہیں۔ ۵

فيا معاكني اكناف طيبة حكلم و ء الى القلب من اجل الحب جيب
 دالے طیبہ کے رہنے والو تم سب کے سب میرے دلو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے محبوب ہو
 حضرت امام مالکؒ جب امیر المومنین ہمدی کے پاس تشریف لگئے تو بادشاہ نے درخواست کی
 مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے حضرت امام نے فرمایا سب سے اڈل اللہ جل شانہ کا خوف اور تقویٰ اختیار
 کرنا اسکے بعد اہل مدینہ پر ہربانی کہ وہ حضور کے شہر کے رہنے والے حضور کے پڑوسی ہیں مجھے حضور
 کا یہ ارشاد پہونچا ہے کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری قبر ہوگی اسی سے میں قیامت کے
 دن اٹھوں گا اسکے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں میری امت کے ذمہ ضروری ہے کہ انکی نگہبانی کریں
 جو میری وجہ سے انکی خبر گیری کرے گا میں اسکے لئے قیامت میں شفیع یا گواہ بنوں گا اور جو میرے پڑوسیوں
 کے بارہ میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو طینۃ الخبال پلائے دوسری
 حدیث میں ہے کہ طینۃ الخبال جنہی لوگوں کا پوٹہ ہے یعنی پسینہ لہو پیٹ غیرہ (دعا اول)

(۵۰) امام نووی نے لکھا ہے کہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مدینہ طیبہ کے پورے قیام میں اس شہر کی عظمت
 اور بزرگی کا استحضار رہے اور یہ بات تصور میں رہے کہ اللہ جل شانہ نے اس پاک شہر کو اپنے محبوب
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کیلئے پسند فرمایا اور یہاں حضور کا قیام اور اس کو وطن بنانا مقدر فرمایا
 اور سوچا کرے کہ اس کے گلی کوچوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے پھرتے تھے صحابہ
 کرام کی جماعت کے ساتھ بیٹھتے تھے اور اسی سرزمین میں حضرات صحابہ آپ کی صحبتوں سے مشرف
 ہوتے اور دیدار و مشاہدہ سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ ۵

چمن کے تخت پر حرم شہ گل کا تجل تھا : ہزاروں ملبوئی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
 جب نے دن خزان کے کچھ نہ تھا جز فاکلشن میں : بتاتا باغباں دور و یہاں غنچہ بیان گل تھا
 اسکے بعد اسپر افسوس افد رنج و غم کرے کہ میں حضور کی اور صحابہ کرام کی بھی زیارت سے محروم رہ گیا
 اور دنیا میں توبہ محرومی ہو ہی گئی آخرت کا حال معلوم نہیں کیا کہ میں دربار سے ہٹا نہ دیا جاؤں اور اپنی

بد اعمالیاں حاضری میں مانع نہ بنجائیں اسلئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت میں بعض آدمی میرے پاس سے ہٹا دئے جائیں گے میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں تو جواب ملیگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انھوں نے کیا کیا بس اگر تم نے حضور کی شریعت مطہرہ کے احترام کی خلاف ورزی کی تو اس سے بیفکر نہ رہو کہ کسی وقت یہ بے دہا ہی تمہارے اور حضور کے درمیان حائل نہ ہو جائے اور اسکے ساتھ ہی اللہ کی پاک ذات سے امیدیں وابستہ رکھو کہ جب اس نے دنیا میں اتنے دور وطن سے اس بار کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی تو اسکے لطف و کرم سے بعید نہیں کہ آخرت کی بابرکت زیارت سے محروم نہ فرمائیگا۔ حق تعالیٰ شانہ اس سعادت سے اس سیدہ کا رک بھی نواز دے۔ آمین یا رب العالمین بوسیدۃ بنیک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۵) جب زیارت سید الانس والجان فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور زیارت مشاہد متبرک سے فراغت کے بعد جاپسی کا ادا ہو تو ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نفل الوداعی پڑھے اور دو صدقہ میں ہو تو بہتر ہے اسکے بعد قبر اطہر پر الوداعی سلام کے لئے حاضر ہو۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد اپنے ضروریات کیلئے دعائیں کرے اور حج و زیارت کی قبولیت کی دعائیں کرے اور خیر و عافیت کے ساتھ وطن پہنچنے کی دعا کرے اور یہ دعا کرے کہ یہ حاضری آخری نہ ہو پھر بھی اس پاک دربار کی حاضری نصیب ہو اور اس کی کوشش کرے کہ رخصت کے وقت کچھ آنسو نکل آئیں کہ یہ قبولیت کی علامات میں سے ہے اگر رونا نہ آوے تب بھی رونے والوں کی سی صورت کے ساتھ حسرت و رنج و غم ساتھ لئے ہوئے واپس ہونا اور چلتے وقت بھی کچھ صدقہ جو میسر ہو کرے اور سفر سے واپسی کے وقت جو دعائیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ پڑھتے ہوئے اور واپسی سفر کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے واپس ہو۔

اٹھ کے ناقب کو چلا آیا ہوں اسکی بزم سے : دل کی تسکین کا مگر سامان اسی میں ہے
اپنی نااہلیت سے حاضری کے آداب پورے نہ لکھ سکا نمونہ کے طور پر چند آداب لکھ دیئے ہیں ناظرین اس سے اندازہ لگائیں اور دو اصول کے تحت ہیں شریعت مطہرہ کے دائرہ کے اندر رہ کر جو کچھ کر سکتے ہوں کمزور چھوہریں اول ادب احترام دوسرے شوق و ذوق اسکے بعد زائرین کے چند واقعات پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ انکے حالات بھی نمونہ اور اسوہ ہیں۔

(۱) حضرت اویس قرنی مشہور تابعی ہیں سید التالیین ان کا لقب ہی حضور کا زمانہ انھوں نے پایا ہے مگر ماں کی خدمت کی وجہ سے حضور کی خدمت میں حاضری سے قاصر رہے حضور سے ان کے متعلق نقل کیا گیا کہ بہترین تابعی اویس قرنی ہیں ایک روایت میں ان کے متعلق آیا ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ جل شانہ اسکو پورا کریں ایک حدیث میں ان کے متعلق آیا ہے کہ جو اتنے ملے ان سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔ ایک حدیث میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان سے اپنے لئے استغفار کرائیں بڑے فضائل ان کے احادیث میں وارد ہیں جب حج کیا اور مدینہ طیبہ کی حاضری پر مسیہ نبویؐ میں داخل ہوئے تو کسی نے اشارہ سے بتایا کہ یہ جو قبر اطہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بیچیں ہو کر گر پڑے جب غشی سے افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کہ مجھے لیچلو مجھے اس شہر میں چین نہیں ہے جس میں حضور مدفون ہوں۔ (اتحان)

(۲) ایک بدو قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا یا اللہ تو نے غلاموں کے آداب کرنے کا حکم دیا ہے یہ تیرے محبوب ہیں اور میں تیرا غلام ہوں اپنے محبوب کی قبر پر مجھ غلام کو آگ سے آزادی عطا فرما۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ تم نے اپنے تنہا کے لئے آزادی مانگی تمام آدمیوں کیلئے آزادی کیوں نہ مانگی ہم نے تجھیں آگ سے آزادی عطا کی (مواہب)

(۳) صمعی کہتے ہیں کہ ایک بدو قبر شریف کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا اللہ آپ کے محبوب ہیں اور میں آپ کا غلام اور شیطان آپ کا دشمن اگر آپ میری مغفرت فرماویں تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہو آپ کا غلام کامیاب ہو جائے اور آپ کے دشمن کا دل تلملانے لگے اور اگر آپ مغفرت نہ فرمائیں تو آپ کے محبوب کو رنج ہو اور آپ کا دشمن خوش ہو اور آپ کا غلام ہلاک ہو جائے یا اللہ عرب کے کریم لوگوں کا دستور یہ ہے کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مر جائے تو اسکی قبر پر غلاموں کو آدھا کر دیتے ہیں اور یہ پاک ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے تو اسکی قبر پر مجھے آگ سے آزادی عطا فرما صمعی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اے عربی شخص اللہ جل شانہ نے تیرے اس بہترین سوال پر (انشاء اللہ) تیری ضرورت بخش کر دی (مواہب)

(۴) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم امم بلخی جو مشہور صوفیہ ہیں کہتے ہیں میں نے پچیس برس تک ایک قبہ میں انھوں نے چلے کیا تھا کہ بے ضرورت کسی سے بات نہیں کی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے تو اسنا ہی عرض کیا اے اللہ ہم لوگ تیرے نبی کی قبر شریف کی زیارت کو حاضر ہوئے تو ہمیں نافراد واپس نہ کچھو غیب سے ایک آواز آئی کہ ہم نے تمہیں اپنے محبوب کی قبر کی زیارت نصیب ہی اسلئے کی کہ اس کو قبول کریں جاؤ ہم نے تمہاری اور تمہارے ساتھ جتنے حاضرین ہیں سب کی مغفرت کر دی۔ (زرقانی علی الموابہب) بعض اوقات الفاظ چاہے کتنے ہی مختصر ہوں جب اخلاص سے کہتے ہیں تو وہ سیدھے پہنچتے ہیں۔

(۵) شیخ ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے میں نے وعلیک السلام جواب میں سنا (قول بلیغ)۔

(۶) سید احمد رفاعی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں انکا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے

فارغ ہو کر زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شیر ٹہرے

فی حالۃ البعد روحی کنت (رسلاھا دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں

تقبل الارض عنی وھی نائبتی بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بنکر آستانہ مبارک

وہذا دولۃ الاشباح قد حضرت چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے

فامداد یمینک کے تھکاتی شفقتی اپنا دست مبارک حطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ

اس کو چومیں میں پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انھوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور

کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہ

کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ (البنیان المشید)

(۷) سید نور الدین ایچی شریف عیفت الدین کے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضہ مقدسہ پر

حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک ایہا البنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو سارے مجمع نے جو وہاں حاضر

تھا سنا کہ قبر شریف سے وعلیک السلام یا ولدی کا جواب ملا۔ (الحاوی)

(۸) حضرت علی اکرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ

ہوئے تو ایک بدو حاضر ہوئے اور قبر اطہر پر پہنچ کر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے جو کچھ

ارشاد فرمایا وہ ہم نے سنا اور جو اللہ جل شانہ کی طرف سے آپ کو پہونچا تھا اور آپ نے اس کو محفوظ فرمایا تھا اس کو ہم نے محفوظ کیا اس چیز میں جو آپ پر اللہ جل شانہ نے نازل کی (یعنی قرآن پاک) یہ وارث ہے۔ **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاورك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدا** اللہ تو اب اس جیسا اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کر لیا تھا آپ کے پاس آجاتے اور اگر اللہ جل شانہ سے معافی مانگ لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے معافی مانگتے تو ضرور اللہ جل شانہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے، اسکے بعد اس بدو نے کہا بیشک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور اب میں آپ کے پاس مغفرت کا طالب بن کر حاضر ہوا ہوں اس پر قبر اطہر سے آواز آئی کہ بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی (حادی)

(۹) مکہ مکرمہ میں ایک بزرگ جنگو ابن ثابت کہا جاتا تھا رہتے تھے ساٹھ سال تک ہر سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہو کر کرتے تھے اور زیارت کر کے واپس آجاتے ایک سال کسی عارض کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی حضور نے ارشاد فرمایا ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں (حادی)

(۱۰) ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور درخواست کی کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کراؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کے اس حصہ کو جس میں قبر شریف تھی پردہ ہٹا کر کھولا وہ عورت قبر شریف کی زیارت کر کے روتی رہی اور روتے روتے وہیں انتقال کر گئی رضی اللہ عنہا وارضاہا (شفار)

پیام حمید

(زائرِ حرمِ حمید صدیقی لکھنؤ)

بہت ہے تجھ سے اُمید تعاون لگی ہو ایک مُدت سے یہی دُھن
سُن لے جانِ محبت آشنا سُن! نیما جانبِ بطحا گزر کن

ز احوالِ محمدؐ را خبر کن

کہاں تک کا ہشِ غم یا محمدؐ کہاں تک اشکِ پیہم یا محمدؐ
کہاں تک دامنِ تم یا محمدؐ توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
ز راہِ لُطف سوئے من نظر کن

بہت مُدت سے اے شوقِ سراپا مری نظریں بھی ہیں بیتابِ جلوہ
کہاں تک آہ یہ امروز و فردا برائیں جانِ مشتاقم در انجا
فدائے روضہ خیر البشر کن

بجانِ درویشانِ محبت بیاسِ گوشہ و امانِ رحمت
حمیدِ خستہ پر ہو پھر عنایت مشرفِ گرچہ شد جامی ز لُطف
خدا یا ایسِ کرم بار و گر کن

حج کیسے؟

(از: جناب مولانا سید مناظر حسن گیلانی)
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
(۱۱)

کثرتوں کا ارتکازی مجموعہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہاتھی کا کوہ پیکر جتنے ہو یا برگد کے پھلوں کا خشخارشہ ہر ایک میں دیکھا جا رہا ہے کہ ان کے بھرے ہوئے اجزاء کی پیوستگی اور باہمی ارتباط کو قائم رکھنے اور اپنے اپنے نوعی کمالات کو نشوونما ارتقاء و بالیدگی کے آخری نقاط تک پہنچانے کیلئے کبھی ایک ایسا مرکزی نقطہ ہر ایک میں پایا جاتا ہے کہ اس مرکزی نقطہ کے وجود کو اس سے اگر نکال لیا جائے تو ایک طرف سارے سمٹے ہوئے اجزاء بکھر جائیں گے اور دوسری طرف بیرونی فیوض کو جذب کر کے ارتقاء و نشوونما کے جس عمل کو یہ مرکزی نقطہ جاری رکھے ہوئے تھا یہ عمل بھی رُک جائے گا۔

میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کو مثال سے سمجھئے، آم کی گٹھلی یا اسی قسم کے پھلوں کے تخم کو اپنے دیکھا ہوگا، آپ جانتے ہیں کہ آم کا درخت اسی گٹھلی سے برآمد ہوتا ہے، تپے، شاخیں، پھول، پھل کا ایک طوفان ہوتا ہے جو اسی گٹھلی کی راہ سے اپنی اپنی شکلوں کے ساتھ باہر نکل نکل کر آم کے درخت کا جز بنتا رہتا ہے۔ لیکن آم کی اسی گٹھلی کو چیر دیئے اس میں ایک چیز آپ کو نظر آئے گی جسے تنوں اور گٹھلیوں کا انکھوا کہتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ گٹھلی سے اس انکھوے کو نکال لینے کے بعد خواہ کتنی ہی اچھی نرم اور پاکیزہ زمین میں اس کو بویا جائے اور چشموں کے کیسے ہی صاف و شفاف پانی سے اس کی آبیاری کی جائے، لیکن بجائے اس کے کہ اس گٹھلی سے پودا نکلے آپ دیکھیں گے کہ گٹھلی ٹوٹی چلی جا رہی ہے تا اینکہ بالآخر سڑ سڑا کر اس کے اجزاء مٹی میں مل کر ادھر ادھر غائب ہو جائیں گے۔

حال یہی ہے کہ گٹھلیوں کا یہی مرکزی نقطہ وہ نقطہ ہے کہ دیکھنے میں خواہ کتنا بھی بے حیثیت اور بولی چیز نظر آتا ہو لیکن کسی درخت کے شجری نظام اور اس کے سارے آثار و نتائج کا حصول

یقیناً اسی مرکزی نقطہ کے ساتھ وابستہ ہے اس کو نوچ کر کٹھلی سے اگر الگ کر لیا جائے تو سارے فیوض جن سے درخت کا تنہ، اس کی ڈالیاں، شاخیں، پتے، پھول، پھل جو مستفید ہوتے رہتے ہیں ان کا قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔

انغرض حیوانی و انسانی اجسام میں جو حیثیت قلب کی ہے اور نباتی حقائق کے لحاظ سے جو اہمیت گٹھلیوں کے اس مرکزی نقطہ کی ہے جسے عوام گٹھلیوں کا انکھوا کہتے ہیں، دل یہ پوچھتا ہے کہ مٹی کا یہ تودہ جس کا نام زمین اور دھرتی ہے، جس سے علاوہ عناصر اور معدنی مرکبات کے نباتی، حیوانی، انسانی ہستیوں کی بے پناہ موجیں اُبل رہی ہیں، ان ساری پیداواروں کے لئے زمین بھی اپنے اندر کیا کوئی ایسی چیز رکھتی ہے جسے ارضی فیوض و برکات کا مرکزی نقطہ ٹھہرایا جائے؟ کیا اس کا بھی کوئی دل ہو؟ جس سے مختلف ارضی پیداواروں کی رگوں میں نشوونما اور ارتقا و بقا، کا خون دوڑ رہا ہے، یا یوں پوچھئے کہ یہ خاکی گٹھلی بھی اپنے اندر کیا کوئی ایسا انکھوا رکھتی ہے کہ اسی کے ساتھ ان ساری چیزوں کا قیام وابستہ ہو جو زمین سے پیدا ہو رہی ہیں اور تمام خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس خاکی کرے کی پشت پر نمایاں ہو ہو کر جس ارضی پر اپنے اقتضائی کمالات کو حاصل کرتی چلی جا رہی ہیں، نہ ماننے والوں سے ابھی بحث نہیں، لیکن جنہوں نے مانا ہے، کہ

بنا یا اللہ نے الکعبہ کو جو البیت الحرام
قیاماً للناس (المائدہ)

یہ اُسی کی خبر ہے جو زمین کا اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا پیدا کرنے والا ہے، اب خود بتائیے کہ اس صورت میں ان سوالوں کے جواب میں ایک مومن بالقرآن کی نظر ”کعبہ“ کے سوا کیا کسی دوسری چیز پر ٹپ سکتی ہے ”وہی الکعبہ البیت الحرام“ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی قرآن میں قیام و بقا سے بھی آگے بڑھ کر۔

اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَسَاجِدَ لِلنَّاسِ
وَامْتَنَّا (البقرہ)

اور دیکھو جب بنا یا ہم نے اسی ”البیت“
دگر، کو انسانوں کیلئے مشابہ اور امن (کا ذریعہ)
کی بھی جب تصریح کر دی گئی ہو مشابہ کی لغوی و اصطلاحی تشریح کرتے ہوئے علامہ آغاب صفہانی
اپنے مفردات میں لکھتے ہیں :-

سہی مکان المستقی علی فہم البیر
پینے والوں کیلئے کنویں کے منہ پر جو جگہ ہوتی ہو
مشابہہ
اسی کو مشابہہ کہتے ہیں۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ پینے والوں کو کنویں کا پانی جس خاص جگہ سے پلایا جاتا ہے، اُسی کو عربی میں "مشابہہ" کہتے ہیں، اب سوچئے کہ یہی حیثیت "مشابہہ" ہونے کی جب "الکعبہ" کو حاصل ہے تو حاصل اس کا بجز اس کے اور کیا ہوگا کہ سارے فیوض و برکات جو زمین کے اس کمرے پر تقسیم ہو رہے ہیں ان کے گزرنے کا مرکزی نقطہ یہی "الکعبہ" ہے، اور صرف "مشابہہ" ہی نہیں بلکہ اسی آیت کے لفظ "امنا" سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ امن و امان کی بھی ساری ذمہ داری قدرت نے اسی "البیت الحرام" کے ساتھ وابستہ فرمادی ہے، الغرض یہاں جس کسی کو جہاں کہیں جو کچھ بھی مل رہا ہے اسی "الکعبہ" کی راہ سے مل رہا ہے، یہ قرآن کے تصوص صریحہ کا اقتضار ہے، گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ ساری کائنات کے ساتھ "العرش" کی نسبت قرآن نے جو بیان کی ہے، کہ الرحمن اسی "العرش" کو مرکز بنا کر اپنی رحمتیں دنیا میں تقسیم فرما رہا ہے، یہی نسبت زمین کے خاص کمرے کے ساتھ الکعبہ بھی رکھتا ہے، روایتوں میں "الکعبہ" کے متعلق اس قسم کے الفاظ جو پائے جاتے ہیں، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کر کے رب العزت نے فرمایا، کہ

یا آدم اہبطت لک بیتاً تطوف
لے آدم اتار رہے ہیں تیرے لئے ایک گھر تو اس گھر
کا اسی طرح طواف کریگا جیسے "العرش" کے گرد طواف
کیا جاتا ہے اور تو اس گھر کے آگے اسی طرح نماز
پڑھے گا جیسے میرے عرش کے سامنے نماز پڑھی جاتی ہو۔
(تاریخ الخلیفہ عن قتادۃ و عطاء ص ۸۹)

لے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ بعض لوگ قرآن کے بعض الفاظ مثلاً "الناس" ہی کے معنی جو لغت میں ہیں اسکو چھوڑ کر من یا معنی لکھ دیتے ہیں مثلاً "الناس" سے مراد اہل مکہ لیتے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ لغوی معنی کو چھوڑنے کی وجہ کیا ہوئی، جبکہ کافۃً للناس، یا رب الناس، ملک الناس وغیرہ میں یہی لوگ "الناس" کے وہی معنی بیان کرتے ہیں جبکہ سوالغۃ اس لفظ کا دوسرا ترجمہ صحیح نہیں ہو سکتا جہاں تک میرا خیال غیر شعوری طور پر پچھ اس قسم کا احساس ان لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ قرآن جس ماحول میں نازل ہوا ہے ایک لحاظ سے زیادہ وسیع معانی پر قرآنی الفاظ کا اطلاق کچھ ان کیلئے ناقابل برداشت سی بات ہے ہوتی ہے، کاش! وہ سمجھتے کہ اس قسم کا احساس انکے ایمانی دعوے کی تکذیب تو نہیں ہو، بیشک جس ماحول میں قرآن نازل ہوا وہ جاہلی ماحول تھا لیکن جو نازل کر رہا تھا کیا اس کا علم مجاہد جاہلی ماحول کا تابع تھا؟

اور ایک ہی روایت نہیں بلکہ اسی قسم کے الفاظ دوسری روایتوں میں جو پائے جاتے ہیں ان سے بھی اسی مسئلہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ کرہ ارض کا "قلب" اور وہ مرکزی نقطہ جس سے سارے برکات فیوض اس زمین پر منتقل رہے ہیں وہ یہی "الکعبہ" ہے۔ اور روایتوں کو تو جانے دیجئے، میں پوچھتا ہوں کہ مشہور قرآنی آیت

سب پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہ قطعاً

إِنَّا آدَلْ بَنِي دُضَيْعٍ لِلنَّاسِ

وہی ہی جو "مکہ" میں ہے جو سارے جہانوں کیلئے

لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا

مبارک بھی ہے اور انکی ہدایت کا سرچشمہ بھی۔

هُدًى لِّلْعَالَمِينَ

کے بعد تو اس قسم کی روایتوں سے تائید حاصل کرنے کی بھی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہتی، آخر روایتوں سے اور کیا معلوم ہوتا ہے، یہی تو کہ زمین کے کرے پر سب سے پہلا نقطہ جو متعین کیا گیا یہی حصہ ہے جسے "الکعبہ" کی دیواریں اس وقت تک گھیرے ہوئے ہیں، روایتوں پر تو یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا اس وقت کون موجود تھا؟ لیکن قرآن کی خبروں کو جو یقین کرتے ہیں کہ خالق کائنات کی دی ہوئی خبریں ہیں ان کے لئے تو اس شبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ یہ تاریخی شہادت تو اسی کی ہے جو اس وقت بھی موجود تھا، جب نہ زمین پھیلانی گئی تھی اور نہ آسمانوں کے خمیہ تانے لگے تھے اور اس وقت بھی وہ غائب نہ تھا جب "الناس" یعنی نسل انسانی کے لئے یہ سب سے پہلا گھر بنایا جا رہا تھا، بلکہ اس واقعہ کی خبر دینے والا ہی جب وہ ہے جس نے حد بندی اس عمل سے زمین کے اس خاص حصہ کو امتیاز بخشا ہے تو اس سے بڑھ کر یقینی خبر اور کس کی ہو سکتی ہو۔ یہی نہیں بلکہ آگے "مبارک" کے لفظ کا اضافہ جو اس آیت میں کیا گیا ہے اس کا مطلب آپ خود سوچئے کہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ برکتوں کا خزانہ اور فیوض کا حقیقی ذہینہ بھی زمین کے اسی حصہ کو بنایا گیا یہی وہ قدرتی سرچشمہ ہے جس سے برکتیں اُبل رہی ہیں اور وہیں سے چھلک چھلکے ساری دنیا میں تقسیم ہو رہی ہیں اور یہ میں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ "العالمین" یعنی سارے جہانوں کے لئے راہ نمائی اور ہدایت کا توحیدی نظام جب قائم کیا گیا اور نبوت کو ختم کر کے "العالمین" کی ہدایت کا مرکزی مقام مکہ منتخب ہوا جیسا کہ "ہدی للعالمین" کے الفاظ کا اقتضاء ہے تو یہ اتفاقی واقعہ نہ تھا، بلکہ مادی برکتوں کا سرچشمہ جو مقام تھا اُسی کو دینی و اخلاقی تعلیمات کی اشاعت کا مرکز بھی

مقرر کیا گیا، آخر ”للعالمین“ کے لفظ کا تعلق صرف ”ہدی“ ہی کے لفظ سے کیوں سمجھا جائے، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ”مبارکاً“ کے لفظ کو بھی ”للعالمین“ سے مربوط سمجھنا چاہئے۔

مجھے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان صریح نصوص اور واضح بیانات کی روشنی میں بھی ”ام القریٰ“ (جو مکہ کا قرآنی نام ہے) اس کے سمجھنے یا سمجھانے سے لوگ کیوں گریز کرتے رہے۔ ”القریٰ“ کا لفظ یقیناً ایک عام اور مطلق لفظ ہے ان ساری آبادیوں کو حاوی ہے جو بیضا زمین کے کسی گوشہ میں شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً پہلے پائی گئی ہوں یا اب پائی جاتی ہوں، یا آئندہ پائی جانے والی ہوں، وہ ایشیا میں ہوں یا افریقہ میں امریکہ میں ہوں یا یورپ میں۔ قرآنی الفاظ کے مستند شارح علامہ راغب نے بھی ”ام القریٰ“ کی یہی تشریح کرتے ہوئے حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے ان الفاظ کو نقل کیا ہے کہ

ان الدنيا دحيت من تحتها ساری دنیا اسی کے نیچے سے پھیلائی گئی

اشارہ اسی برکاتی مرکزیت کی طرف ہے جسے قرآن میں ”مبارکاً“ کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے۔
بلکہ بجائے ”مکہ“ کے اسی آبادی کے دوسرے نام یا تلفظ یعنی ”بکّة“ کے لفظ کو قرآن نے یہاں جو اختیار کیا ہے میرے خیال میں یہ بھی کوئی اتفاقی بات نہیں ہے نزول قرآن سے صدیوں پہلے ”الکعبة“ کی اسی عالمگیر اہمیت کا انکشاف کرتے ہوئے پیغمبر داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں ان والہانہ تہیدی فقرات کے بعد کہ

”اے لشکروں کے خداوند تیرے مسکن کیا ہی دلکش ہیں، میری رُوح خداوند کی بارگاہ کے لئے آرزو مند بلکہ گداز ہوتی ہے۔ میرا من، میرا تن زندہ خدا کے لئے لگا رہتا ہے۔“

پھر اس کی مثال دیتے ہوئے کہ ہر چیز ایک مرکز رکھتی ہے فرماتے ہیں:-

”گوئیے نے بھی اپنا گھونسلا، اور ابابیل نے بھی اپنا آشیانہ پایا ہے جہاں وہ اپنے بچے رکھیں۔“

آخر میں زبور کا یہ مشہور فقرہ ہے کہ

”سببارک وہ انسان ہیں جن میں قوت تجھ سے ہے، اور ان کے دل میں تیری اہمیت ہیں، وہ سب مکہ کی وادی میں گزر کرتے ہیں، اور اسے ایک کنواں بناتے ہیں،“

پہلی برسات اسے برکتوں سے ڈھانپ لیتی ہے۔

یہ داؤدؑ کی کتاب ”زبور“ کے مزبور (۸) کے فقرے ہیں جس میں چاہ زمزم ہی کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ قرآنی لفظ ”مبارک“ کے مفہوم کو بھی خاص پیرایہ میں ادا کر دیا گیا ہے، پہلی برسات الرحمن کی پہلی توجہ ہے جو کہ زمیں کی آبادی کے لئے کی گئی۔

میں جانتا ہوں کہ آج کل زبور کے جو تراجم شائع ہو رہے ہیں ان میں ”بکہ“ کے لفظ کو اپنی اصلی صورت پر چاہا گیا ہے کہ باقی نہ رکھا جائے۔ بعض نسخوں میں بجائے ”واویٰ کہ“ کے ”واویٰ بقا“ اور بعضوں میں ”واویٰ بکا“ کے الفاظ پائے جاتے ہیں، لیکن دور جانے کی ضرورت نہیں، مسلمانوں میں آج کل سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جو کتاب سب سے زیادہ مقبول اور عموماً ہر جگہ مل سکتی ہے، اس میں آپ مشہور عیسائی عالم جو نسلا یہودی تھا یعنی پروفیسر مارگو لیو تھ کی یہ شہادت پڑھ سکتے ہیں جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ بجز مکہ معظمہ کے زبور کا یہ ”بکہ“ اور کوئی دوسرا مقام نہیں ہو سکتا۔ اور یہی میرا خیال ہے کہ بجائے عام اور مشہور نام ”کہ“ کے یہ بتاتے ہوئے کہ یہی سب سے پہلا گھر ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں ”بکہ“ کے نام اور تلفظ کو جو اختیار کیا گیا ہے تو یہ اشارہ غالباً اسی مزبور (۸) کی طرف ہے جس میں داؤد علیہ السلام نے ”بکہ“ ہی کے لفظ سے اس کو یاد کیا ہے جو ”الکعبہ“ کی قدامت کے لئے یقیناً ایک اہم تاریخی وثیقہ ہے موجودہ زمانہ کے حساب سے تین ہزار سال سے کم پرانی شہادت یہ نہیں ہے، لیکن داؤد علیہ السلام کا زمانہ تو نسبتاً بعد کا زمانہ ہے ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب نوشتے جو بائبل کے موجودہ مجموعہ میں پائے جاتے ہیں، اس میں ”الکعبہ“ کے متعلق آپ کو مسلسل تاریخی شہادتیں ملتی چلی جائیگی تورات کا فقرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق، کہ

”اس نے بیت ایل کے پورب کے ایک پہاڑ کے پاس اپنا ڈیرہ قائم کیا“

سہ افسوس ہے کہ زبور کا وہ نسخہ اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے جس میں بجائے ”واویٰ بکا“ کے ”واویٰ بقا“ کا لفظ چھپا ہوا تھا، مجھے یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۲۳ء کا یہ طبعو نسخہ تھا، دیوبند سے آئے ہوئے لکھنؤ کے شیش پر فقیر نے کسی عیسائی کتب فروش سے زبور کا یہ نسخہ لیا تھا، یہ الگ چھپا ہوا تھا، لوح اسکی سبز رنگ کی تھی، کاش! کسی صاحب کی نظر سے اس ادیشن کا نسخہ گذرا ہو تو مجھے مطلع فرمائیں۔ ۱۲

یم (یعنی سمندر) اس کے پچھم اور عی اس کے پورب تھا۔ (تکوین باب ۱)
 تورات کے جو عالم ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ بیت ایل یعنی بیت اللہ جس کے پورب طرف ابراہیمؑ نے
 اپنا ڈیرا گاڑا تھا یہ وہی ”الکعبہ“ (بیت اللہ الحرام) کا مرکزی نقطہ تھا جہاں بعد کو حضرت ابراہیمؑ
 نے اپنے صاحبزادے اسمعیل علیہ السلام کے ساتھ گھراٹھایا تھا، یم یعنی سمندر کا الکعبہ کے مغربی سمت میں
 ہونا تو ایک عام کھلی ہوئی حقیقت ہے، رہا ”عی“ قدیم جغرافیہ عرب کا مطالعہ اس کے لئے کرنا چاہئے
 کم از کم مقدمہ تفسیر غایتہ البرہان ہی کو پڑھ لیا جائے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی کتاب استثنایا شنی کا مشہور فقرہ
 ”خداوند سینا سے آیا، اور سقیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران ہی کے پہاڑ سے
 وہ جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا“ (باب ۱، درس ۲)
 بابل کی جغرافیائی تحقیق بھی اسی نتیجہ تک پہنچاتی ہے کہ فاران یا پاران سے اسی خطے کی طرف
 اشارہ کیا گیا ہے جس میں ”الکعبہ“ واقع ہے، اور بخاری کی روایت بھی بتاتی ہے کہ کعبہ والے شہر مکہ میں
 دس ہزار صحابیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے، فاران کی پوری تحقیق
 خطبات احمدیہ مولفہ سر سید مرحوم میں پڑھی جاسکتی ہے۔

بہر حال اگرچہ بگاڑنے اور چھیلنے ہشتبہ کرنے کی مسلسل کوششوں کی آماجگاہ بنی اسرائیل کے
 پیغمبروں کے یہ نوشتے صدیوں سے بنے ہوئے ہیں، لیکن بچی کھچی جو چیزیں اس وقت تک ان
 کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن میں کرہ زمین کے اس مرکزی ”مقام مبارک“ کا تذکرہ کیا گیا ہے اگر
 سب کو جمع کیا جائے تو وہ کافی ضخیم رسالہ بن سکتا ہے ایسا رسالہ جسے دیکھ کر اضطراب اس قرآنی دعویٰ
 یحرفونہ کما یعرفون

(اہل کتاب جانتے ہیں اس ”الکعبہ“ کو اسی طرح

جیسے پہچانتے ہیں دے اپنے بچوں کو۔

ابن ابراہیمؑ

لے پچپ لطف یہ ہو کہ ابھی تازہ اڈیشن بابل کا زبان اردو جو شائع ہوا ہے اس میں ”دس ہزار“ کی جگہ ”ہزار ہا ہزار“ کے
 الفاظ درج کر دیئے گئے ہیں۔ ۱۱۔ اہل کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، یہ دعویٰ
 قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی کیا ہے اور الکعبہ کے متعلق بھی۔ ۱۲۔

کی تصدیق و اعتراف پر آدمی مجبور ہو جاتا ہے، کاش! کسی کو توفیق ہوتی کہ اس قرآنی اشارے کی توضیح کے لئے بائبل کی ان گواہیوں کو جمع کر دیتا۔

سروست مذکورہ بالا چند شہادتوں پر قناعت کرتے ہوئے میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ”الکعبہ“ کے متعلق اسلامی کتابوں میں جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان کے متعلق خواہ کچھ بھی کہا جائے، لیکن عہد اسلامی سے پہلے بنی اسرائیل کے ان نوشتوں کے متعلق بھی کیا اس شبہ کی گنجائش ہو کہ مسلمانوں نے اپنی طرف سے ان الفاظ کا اسرائیلی کتابوں میں اضافہ کر دیا ہے اور یہ کتابیں تو خیر مذہب و دین سے تعلق رکھتی ہیں مگر مسلمانوں سے پہلے بہت پہلے یونان و روم کے مورخوں کی کتابوں میں سرزمین عرب کے اس پرانے معبد (الکعبہ) کا ذکر جن الفاظ میں پایا جاتا ہے، یونانیوں کے قدیم مؤرخ ہیرودوٹس یا رومی مؤرخ سیسلس کی تاریخوں سے لوگوں نے جو فقرے نقل کئے ہیں مولانا شبلی مرحوم کی سیرت میں بھی آپ کو وہ مل سکتے ہیں ان کو دیکھنے کے بعد یہ دعویٰ کیا غیر تاریخی یا بے بنیاد ٹھہرایا جاسکتا ہے کہ پشت زمین پر آج جتنے مکانات پائے جاتے ہیں ان میں کوئی مکان یا گھر قرآن کے اس ”اول البیت“ کے مقابلہ میں اس حیثیت سے اپنے آپ کو نہیں پیش کر سکتا کہ اس وقت تک مسلسل نہ صرف اپنے وجود کو بلکہ احترام و عزت کی مرکزیت کو باقی رکھتے ہوئے موجودہ عہد تک چلا آیا ہو۔

اس میں شک نہیں کہ بعض شہر یا دنیا کی بعض آبادیاں بہت پرانی ہیں، لیکن سوال کسی شہر اور آبادی کے متعلق نہیں بلکہ ایک مختصر سے گھر جیسا کہ ”الکعبہ“ ہے، اس کے متعلق میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنا پرانا گھر کیا اس وقت زمین کے اس کرے پر مل سکتا ہے، ہیرودوٹس جو حضرت مسیحؑ سے چھ سو سال پہلے گزرا اور اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ عرب کے اس معبد کا بہت قدیم زمانے سے لوگ احترام کرتے چلے آئے ہیں، سوچئے تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ ولادت مسیح علیہ السلام کی طرف جو سن منسوب ہے قریب ہے کہ دو ہزار سال تک وہ پہنچ جائے، جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہیرودوٹس کی شہادت ہی تقریباً ڈھائی ہزار سال کی ہے، خیال کرنا چاہئے کہ ڈھائی ہزار سال پہلے بھی جس گھر اور مکان کے متعلق یہ خبر دی جاتی ہو کہ بہت قدیم زمانے سے لوگ اس کا احترام کرتے چلے آئے ہیں، تو اس کی قدامت کی تاریخ کتنی طویل ہو جاتی ہے، خصوصاً اسی کے ساتھ جب اس کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے کہ دنیا کے عام شہروں اور آبادیوں کے متعلق جن معلومات کو صحیح تاریخی معلومات قرار دیا جاسکتا ہے، ان کی پُرست، ڈھائی تین ہزار

سال سے آگے نہیں بڑھتی، کار تھیں ہو یا ایٹھتر، یا مستی ہو یا رومہ سب ہی کا حال یہی ہو بلکہ مشرق کے موجودہ شہروں یا قصبوں میں بعض کے متعلق قدامت کا دعویٰ جو کیا جاتا ہے اگر خرافاتی روایات اور اساطیری قصص و حکایات سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان کی تاریخ بھی دو ڈھائی ہزار سال سے آگے متجاوز نہیں ہوتی۔

اور اب سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن نے اسی ”الکعبہ“ کا ذکر کرتے ہوئے مجملہ دوسرے صفات کے بعض مقامات میں اس کو ”البیت العتیق“ دہرانے گھر کے نام سے جو موسوم کیا ہو یہ صفت ”الکعبہ“ کی صرف اضافی ہی نہیں ہے بلکہ تاریخی تحقیقات کے سلسلے کو لوگ اگر جاری رکھیں تو ان پر واضح ہوتا چلا جائے گا کہ اس مکان کی ”حقیقی صفت“ یہی ہے، یعنی ثابت ہو گا کہ دنیا کے تمام پرانے گھروں میں جو کبھی پائے گئے یا اب بھی کہیں پائے جاتے ہیں، سب کے مقابلے میں یہی مکان کرہ زمین کا قدیم ترین پرانا گھر ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ بائبل کا ”بیت ایل“ اور قرآن کا ”بیت اللہ“ جس آبادی میں پایا جاتا ہے اُس کو، اور جس ملک سے اس آبادی کا تعلق ہے اُس کو، الفرض ان سب کے متعلقہ تاریخی شہادتوں کے علاوہ ان کے جغرافیائی پوزیشن پر بھی اگر توجہ کی جائے تو اس قرآنی اشارے کا مطلب سمجھ میں آسکتا ہے جسے سورۃ البقرہ میں ہم پاتے ہیں، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ”اُمتِ اسلامیہ محمدیہ“ کو خطاب کرتے ہوئے جو یہ فرمایا گیا ہے، کہ

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً
وَسَطًا

اور اسی طرح بنایا ہم نے تم لوگوں کو
وسط اور بیچ والی اُمت۔

ظاہر ہے کہ اس سے پیشتر جیسا کہ ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے ”الکعبہ“ ہی کا ذکر ہے۔
فرمایا گیا ہے، کہ

لے آج کل یہ کھنڈر ہو اس راگھ کے نیچے دبا ہوا تھا جو اٹنا کے آتش فشانی دہانے سے نکلی تھی حال میں راگھ ہٹائی گئی پورا شہر نکل آیا، بڑے دردناک مناظر اس کھنڈر میں سیاحوں کی نظر سے گزرتے ہیں۔ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ چوراہوں پر راگھ کی ہدایت کیلئے دیواروں پر بجائے ہاتھ کے انسانی شرمگاہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں، عیتاشی کی یہ آخری حد ہے۔ فاکشروا

قریب ہو کہ فرومایہ لوگ یہ کہیں کہ کس چیز نے
مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ
پہلے تھے، کہہ دو کہ مشرق بھی اشد ہی کیلئے ہے اور
مغرب بھی اسی کا ہے، راہ نمائی فرماتا ہے جے
چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا
وَلَا هُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمْ اِلٰئِي كَانُوا
عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰ

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٌ

بس حاصل یہی ہوا کہ بجائے مشرقی خطوں اور مشرقی اقلیموں کے مسلمانوں کو زمین کے اس حصہ میں قبلہ
جو عطا کیا گیا ہے جے پانے والے خط مستقیم اور اس راہ پر پالہ ہے ہیں جو نہ مشرق سے زیادہ دور ہے
اور نہ مغرب سے تو یہ خدا کا فضل اور اس کی حکمت کا اقتضاء ہے۔

بہر حال اس آیت کی صحیح تفسیر کا یہاں موقع نہیں ہے بلکہ اس وقت صرف یہ کہنا چاہتا ہوں
کہ مسلمانوں کو وسط اور بیچ میں واقع ہونے والی درمیانی امت قرار دیتے ہوئے اُن کے اس
حال کو اس قبلہ سے جب تشبیہ دی گئی ہے جو ان ہی مسلمانوں کا آخری قبلہ ٹھہرایا گیا، تو اس کا
صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ جغرافیائی حیثیت سے قرآن مطلع کرتا ہے کہ ان کا قبلہ بھی وسط
اور ایسے علاقہ میں واقع ہے جو دنیا کے معمور اور آباد علاقوں کے درمیانی حصہ ہونے کی حیثیت
رکھتا ہے، جس کے معنی یہی ہوئے کہ روایتوں میں ”الکعبہ“ یا ”مکہ“ کو سُرَّةُ الارض (ناف زمین)
کے لفظ سے جو موسوم کیا گیا ہے دراصل اسی قرآنی خبر کی یہ تعبیر اور توضیح ہے، اور آج ہم جو یہ
دیکھ رہے ہیں کہ مشرق و مغرب کے سارے مواصلاتی ذرائع خواہ اُن کا تعلق خشکی سے ہو یا تری سے
یا فضا اور ہوا سے، تقریباً عام حالات میں ہر ایک کو اسی علاقے سے گذرنا پڑتا ہے جس میں ”الکعبہ“
واقع ہے، اسی طرح شمالی اور جنوبی حصوں کے آباد علاقے جو کہ زمین پر واقع ہیں جب اُن کا حساب
کیا جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے کہ شمال میں اتنی درجہ تک، اسی طرح اس کے بالمقابل جنوب میں
چالیس درجے تک عموماً انسانی آبادیاں پائی جاتی ہیں، مجموعی طور پر گویا سمجھنا چاہئے (۱۲۰) درجے
تک دنیا کی آبادی شمالاً و جنوباً پھیلی ہوئی ہے، اب حساب کیجئے اسی سے (۱۲۰) کو گھٹائیے تو وہ بھی
ساٹھ ہوگا، اور چالیس میں بیس کا اضافہ کیجئے تو اس کی جمع بھی ساٹھ ہی ہوگی، پس معلوم ہوا کہ
معمورہ کے درمیانی علاقے وہی ہو سکتے ہیں جو ۲۰ اور ۲۱ درجے پر واقع ہیں، اب اٹلس اٹھا کر دیکھ لیجئے

وہی آپ کو جواب دے گا کہ عرب کا ملک جس میں ”الکعبہ“ واقع ہے اس کا محل وقوع اس سلسلے میں کہاں ہے۔

اسی کے ساتھ کیا کم اچنبھے کی بات ہے کہ رنگ اور قد و قامت شکل و صورت کی خصوصیتوں کے لحاظ سے بنی آدم چار قسموں میں جو بنٹے نظر آ رہے ہیں، مثلاً یورپ کے بے رنگ اور پیکی جلد والے لوگ، اور ان ہی کے ساتھ کالے حبشی اور افریقہ کے عام باشندے، ان دونوں قسموں کو اگر ہم ان حصّوں میں پاتے ہیں جو ”الکعبہ“ سے بجانب مغرب واقع ہیں تو ٹھیک اسی کے بالمقابل چین کے زرد رو، اور ہندو سندھ کے گندم گوں سانولے لوگ ان علاقوں میں آباد ہیں جو ”الکعبہ“ کے مشرق میں واقع ہیں، گویا اس طریقہ سے بھی ”الکعبہ“ اپنے آگے پیچھے دو دو قسموں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن نے اس ”اول البیت“ کا تذکرہ کرتے ہوئے جہاں یہ بتایا ہے کہ ”العالمین“ کی ہدایت و ارشاد کا نظام اسی مقام میں قائم ہو گا، یعنی ”ہدی للعالمین“ کا مرکز ساڑھے تیرہ سو سال سے یہ جگہ جو بنی ہوئی ہے اور اس سے پہلے اسی عالمگیر تبلیغی نظام کی تہید میں یہ ابراہیم کا مقام بنا، اسی کے ساتھ ”فیہ آیات بینات“ (یعنی اس گھر میں اور یہی کھلی کھلی نشانیاں ہیں) ان آیات بینات اور کھلی کھلی نشانیوں کو آپ تلاش کرتے چلے جائیے۔ راز کے بعد راز کا سلسل انکشاف آپ پر ہوتا چلا جائے گا، تاریخ کے اوراق بھی اس باب میں آپ کی مدد کریں گے جغرافیہ کے اطلوسوں سے بھی آپ اس سلسلے میں اعانت حاصل کر سکتے ہیں، اقوام و اہم کے آسمانی رہ نماؤں کے کلام میں بھی اس ”البیت العتیق“ کے متعلق آتے پتے ملتے چلے جائیں گے، اور یہ ساری نشانیاں آپ پر واضح کریں گی کہ اس گھر کے ساتھ مسلمانوں کا تعلق نری خوش اعتقادی پر بنی نہیں ہے بلکہ قدرت کے مقررہ طبعی قوانین کا یہ منطقی نتیجہ ہے مسلمان اگر سمجھتے ہیں کہ نسل انسانی کا پہلا ابتدائی قبیلہ بھی ”الکعبہ“ ہی تھا پھر مختلف علاقوں کے بکھرے ہوئے انسانوں کو باہم ایک دوسرے سے قریب تر ہو جانے کی صورت جب نکل آئی تو پھر مختلف مقامی قبیلوں سے ہٹا کر سب کو اسی پرانے

لہ تاریخ کا ایک یاد دہانی نسل انسانی پر گزرا ہے جب قوموں کے قبیلے مقامی بھی تھے، یہ ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف خود قرآن میں بھی اشارے ملتے ہیں، مثلاً ”ما انت بتابع قبلتہم وما بعضہم بتابع قبلة بعض“ (یعنی بعض پر) (تبیہ پر)

واحد مرکزی قبلہ پر جمع کر دیا گیا، تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کی تائید ان ہی ”آیات بنیات“ سے ہو رہی ہیں جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی روایتیں مثلاً اسرائیلیات کے مشہور اسلامی عالم و مہرب بن نبیہ کے حوالہ سے کتابوں میں نقل کیا گیا ہو کہ مکہ کی ایک وادی میں جس کا نام بطح ہے حضرت آدمؑ سے فرشتوں نے ملاقات کی اور خوش آمدید کہا، پھر بولے کہ اے آدمؑ اس گھر کا حج تم سے دو ہزار سال پہلے ہم لوگوں نے کیا تھا، بیان کیا گیا ہو کہ اسکے بعد قدم بہ الملائکۃ مکۃ فطاف بالبيت اسو عا ثم رجع الی ارض الہند فحاث بہا (نہیں ص ۹۱)

حضرت آدمؑ کو فرشتہ مکہ لایا، پھر سات دفعہ کعبہ کا طواف حضرت آدمؑ نے کیا اور اسکے بعد ہندوستان واپس ہو گئے، جہاں انکی وفات ہوئی۔

یا اسی کے قریب دوسری روایت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی طرف منسوب کی گئی ہو فرماتے تھے کہ

حج آدم من الہند اربعین لیلۃ ہندوستان سے الکعبہ کا حج آدمؑ نے چالیس دفعہ فرمایا۔

میں مانتا ہوں کہ سند اس قسم کی روایتوں کا ذخیرہ بہت کچھ محل اشتباہ ہے، لیکن جب قرآن کے نص قطعی سے معلوم ہوتا ہے کہ الناس یعنی آدمیوں کے لئے سب سے پہلا گھر مکہ ہی میں بنایا گیا، تو ان

(۹۹ کا بقیہ) نیز سیرت کی کتابوں میں یہ روایت جو نقل کی جاتی ہو کہ قبلوں کی تعداد پندرہ تھی، سات نچلے حصہ میں اور سات بالائی حصہ میں۔

ہو سکتا ہو کہ کہ زمین کے دونوں حصوں فوقانی و تحتانی جس میں امریکہ وغیرہ بھی واقع ہو ان ہی کے ہفت تسلیم میں ہر ہر تسلیم کیلئے ایک قبلہ ہو اسی کی طرف اس روایت میں اشارہ کیا گیا ہو، چودہ قبلے تو مقامی ہوئے اور پندرہ ہواں مرکزی قبلہ ”الکعبہ“ ہو اگر یہ سارے قصبے اس وقت کے تھے جب مختلف اہل عرب و بلاد کے باشندوں کا ایک ہی کتاب، ایک ہی قبلہ پر جمع ہونا عملاً دشوار تھا پر جب اس کل امکان پیدا ہو گیا تو سارے مقامی قبلے، وقتی کتابوں کا قصہ ختم کر کے آدمؑ کی اولاد پھر ایک کر دی گئی جیسے بکھرنے سے پہلے سب ایک تھے۔ ۱۲

۱۱۔ اس روایت کے آخر میں دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ ابن عباسؓ کے شاگرد دینی نامی نے پوچھا کہ حضرت آدمؑ ہندوستان سے کیا کسی سواری پر آئے تھے، کہا جاتا ہو کہ ابن عباسؓ نے جواب میں کہا کہ بھلا آدمؑ کا بوجھ کون اٹھا سکتا تھا البتہ ان کا ایک گام اتنی مسافت طے کر لیتا تھا جسے آج کل تین دن میں ہم پورا کرتے ہیں۔ ۱۲

۱۱۔ اسی قسم کی روایتوں کی بناء پر مسلمانوں کے بعض علماء مثلاً مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کو ہندوستان ہی کو اپنا آبائی اور وطنی وطن اصلی قرار دینے پر اصرار ہے۔ ۱۲

روایتوں کا جو حامل ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام دادی کہہ کے اس اول البیت سے تعلق رکھتے تھے، آخر اس کو مشتبہ قرار دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، راہیہ مسئلہ کہ زمین کے اس خاص حصہ کی تحدید و تعیین کیسے ابتداء میں کیا صورت اختیار کی گئی تھی، یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کی تحقیق میں سرکھپایا جائے، پتھر لگائے گئے تھے یا صرف مٹی کی دیواریں اٹھائی گئی تھیں، پھر پتھر اگر استعمال کئے گئے تھے تو کس قسم کے پتھر سے اس کی تعمیر ہوئی تھی، قرآن میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے اور یہی اس کا عمومی دستور ہے کہ غیر ضروری امور سے اعراض کر کے مسلمانوں کو بھی گویا سکھاتا ہے کہ ان لایعنی مشاغل سے جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔

بہر حال یہ ہو سکتا ہے کہ قیمتی پتھر استعمال کئے گئے ہوں جن کا کوہستانوں میں میسر آنا چنداں دشوار نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ الکعبہ کے مثالی وجود کو ان قیمتی پتھروں کی شکل میں دیکھا گیا ہو جن کا ذکر روایتوں میں آیا ہے، بہر حال نہ یہ روایتیں ہی چنداں اہم ہیں نہ ان کے مفاد پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ البتہ حجر اسود کے ساتھ جو خصوصی برتاؤ کیا جاتا ہے اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ”الکعبہ“ کی تعمیر میں اس پتھر کو کسی نہ کسی قسم کی اہمیت ضرور حاصل ہے، مگر اسی کے بالمقابل آپ دیکھ رہے ہیں کہ ”الکعبہ“ کی مرکزیت کے اظہار کے لئے ان تمام حقائق سے اس نے پردہ اٹھا دیا ہے جن کے متعلق ممکن ہو کہ غیر ایمانی عامیانہ فطرتوں میں ہچکچاہٹ پیدا ہو۔ اس نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ ”الناس“ کے قیام و بقا کا تعلق بھی اسی ”الکعبہ“ سے ہے۔ وہی الناس کے لئے ”مثابہ“ دین گھٹا ہے اور ان کا امن و امان بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے، العالمین یعنی سارے جہانوں کے لئے وہ مبارک بھی ہے اور ان میں ہدایت کی عمومی روشنی کی تقسیم کا مرکز بھی یہی گھر بنے گا، اسی بنا پر ایسی روایتوں کو مثلاً آیا ہے کہ

۱۔ ہجری پُرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم اس پتھر کو ہندوستان سے لے گئے تھے (دیکھو عینی شرح بخاری بعض مغربی مراح جو پھیس بدل کر کہہ گئے تھے یہ خبر لائے ہیں کہ ”حجر اسود“ شہابی نوعیت کا پتھر معلوم ہوتا ہے، گویا ان لوگوں نے اتنا تو مان لیا کہ یہ زمینی پتھر نہیں ہے اور روشن ہونے کے بعد سیاہ ہو گیا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ان روایتوں کی گویا وہ تائید کر رہے ہیں جن میں آیا ہے کہ یہ زمین کا نہیں بلکہ جنت کا پتھر تھا اور ابتداء میں اس کا رنگ سفید تھا پھر سیاہ ہو گیا۔ ۱۲

انزل اللہ خیمۃ من خيام الجنة فوضعها
اتار اللہ نے جنت کے خیموں میں سے ایک خیمہ پھر
خدا نے اس کو رکھا اُس جگہ پر جہاں "البیت" یعنی
مکہ موضع البیت۔

الکعبہ واقع ہے۔

(انجیس ص ۹۱)

میں ان کو مذکورہ بالا قرآنی حقائق کی تعبیر و تفسیر سمجھتا ہوں، مآل ان روایتوں کا بھی وہی ہے کہ
انسان کو خلیفہ بنا کر زمین پر آباد کرنے کا خالق کائنات نے جب فیصلہ فرمایا تو اس کے قیام و بقا،
نشو و نما، امن و ارتقاء کے لئے "الکعبہ" کو مرکز قرار دیا گیا، اور جیسے سارے عالم میں اپنی رحمتوں کو تقسیم
کرنے کے لئے "العرش العظیم" پر الرحمن مستوی ہوا اُسی طرح کرہ زمین کی رحمتوں کی تقسیم کے لئے
"الکعبہ" کو اس نے اپنی تجلی کی فرد و گاہ خاص ٹھہرایا، اور بقول حضرت قاسم العلوم و الخیرات مولانا محمد
قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز اگرچہ آفتاب آئینے میں نہیں اترتا لیکن خاص قسم کی تجلی آفتاب
آئینے میں جو ہوتی ہے اسی کا نتیجہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہو ہو کامل آفتاب آئینے میں جھلکتا اور چمکتا
نظر آ رہا ہے، کچھ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ جو آسمان و زمین میں بھی نہیں سما سکتا، وہی خالق ارض و سماوات
"الکعبہ" کی "تجلی گاہ خاص" میں کچھ اس طرح نمایاں ہے کہ آئینے کو جیسے بیت الشمس کہہ سکتے ہیں
اسی طرح "الکعبہ" پر بھی "بیت اللہ" کا اطلاق ایک صحیح مشابہاتی یافت ہی کا یہ اعتراف ہوگا،
ذات حق کی یہی تجلی کامل درحقیقت بنیاد ہے اُن سارے دینی اور روحانی تعلقات کی جن کو "الکعبہ"
کے ساتھ اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔

(۲)

کیسی عجیب بات ہے کہ مختلف قطعاؤں و مختلف نوعیت کے تعلقات اسی ایک تجلی گاہ ربانی کی
اسلام نے قائم کئے ہیں یعنی ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ "الصَّلَاةُ" (نماز) کے لئے دن کے چوبیس
گھنٹوں میں پانچ پانچ دفعہ سارے جہان کے مسلمانوں کا رخ اسی "الکعبہ" کی طرف پھیرنے کو اسلام
ضروری قرار دیتا ہے، مسلمانوں کو دن کے ان پانچ وقتوں میں اسلام جب "الکعبہ" کے سامنے لا
کھڑا کرتا ہے تو اس وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ زور جسم کی صفائی اور لباس کی صفا
بلکہ ہر اُس عضو کی صفائی اور پاکیزگی پر دیتا ہے جو عام حالات میں گرد و غبار گندگی، میل کچل۔

محفوظ نہیں رہ سکتے، باضابطہ کامل وردی میں پھر حکم دیا جاتا ہے کہ کمال متانت اور سنجیدگی کیساتھ دربار الہی کی حاضری کی سعادت حاصل کریں، عرض و معروض میں بھی لجاجت و سماجت کے آخری حدود تک پہنچنے کی کوشش کریں، الغرض اپنی اپنی ایک ایک حرکت اور ایک سکون سے اس احساس کو اپنے اندر زندہ اور بیدار کریں کہ اقتدار و اختیار کے آخری قاہرانہ قوتوں کے سرچٹنے کے آگے اپنے آپ کو وہ ذلت و مسکنت کی ممکنہ شکلوں کے ساتھ ڈالے ہوئے ہیں۔ الغرض بجائے شور اور ہنگامے کے ہر قول اور ہر عمل کو نظم و ضبط کے انتہائی دباؤ کے نیچے رکھنا نماز کی جان اور حقیقی روح ہے۔

پس ”الکعبہ“ کے سامنے آنے کی ایک شکل تو یہ ہے جس کا نظارہ ہر مسجد میں پانچوں وقت کیا جاتا ہے، لیکن یہی ”الکعبہ“ اور ”خدا کی بارگاہ“ ”تجلی گاہ ربانی“ ہے۔ اسی کے آگے اسلام ہی ان ہی مسلمانوں کو لاتا ہے جنہیں وہ مسجد میں لے جاتا ہے پر کس شان کے ساتھ؟ تمدن و تہذیب کے ماحول کا سارا لباس اتروالیا جاتا ہے، سلی ہوئی مٹھولی دوپٹی ٹوپی تک سر پر رکھنے کا اب وہ روادار نہیں ہے جو سب کچھ پہنتے تھے اور اسلام ہی ان کو سب کچھ پہناتا تھا، اچانک آج وہی اصرار کر رہا ہے کہ بجز ان دو کفنیوں یا لنگیوں کے جنہیں حاجی احرام کے نام سے گلے میں ڈالے لپتے ہیں، کسی دوسرے کپڑے کا اضافہ ان کے لئے اس حال میں درست نہ ہوگا، حدیث ہے کہ ان لکھنیوں کے پلوں کو جوڑنے کے لئے گرہ تک ڈالنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

اب ذرا مسجد کے ان ہی نمازیوں کو دیکھئے جو قبا و دربر، عمامہ برسر، وقار و متانت کی انتہائی سنجیدگیوں کے ساتھ نماز کی صفوں میں اسی ”الکعبہ“ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے، آج حج کے میدانوں میں ان ہی نمازیوں کا کیا حال ہے۔ سر کھلا ہوا ہے، بال بڑھے ہوئے ہیں، ناخنوں کی درازی حدی مذری ہوئی ہے، گرد میں سارا جسم اٹا ہوا ہے، وہی اسلام جو دن کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ دفعہ کر غسل نہیں تو ہر نمازی کو نیم غسل (وضو) کا حکم دیا کرتا تھا آج ان پر اصرار کر رہا ہے کہ اُلجھے ہوئے لوگوں کو سلجھانے کے لئے کنگھے کے استعمال کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بہ ضرورت نہانے پر

مجبور بھی ہوں تو جس اسلام کو مسجدوں میں دیکھا جاتا تھا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک عضو سے میل کچیل کے ازالہ کو فرض ٹھہرا رہا تھا البواجہ والمغابن تک کو ملواتا تھا، وہی فتویٰ ہے رہا ہو کہ اذالۃ التفتت حال الا حرام حرام

اِہرام کی حالت میں میل کچیل اور بدن کے کثافتوں کا دور کرنا ناجائز ہے۔

(مناسک ملا علی قاری)

”تَوَاصِلُ قَانِتَيْنِ“ (کھڑے رہو نماز میں) چپ چاپ کے قرآنی مطالبہ سے جس اسلام کی مسجدیں گونج رہی ہیں، جماعت تک میں شریک ہونے کے لئے تیز قدمی اور لپک کر چھٹینے تک کو دربار الہی کی ادب شناسی سے محرومی قرار دیا گیا ہے، وہی اسلام اعلان کر رہا ہے کہ حج کی راہ میں جتنا زیادہ پیچ سکتے ہو چیتے چلے جاؤ۔ پیغمبر کا بیان ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ”افضل الحج البیہم“ (بہترین حج وہ ہے جس میں غل شور مچایا جائے) یعنی لبیک ان کے کہنے میں جتنا زور لوگ لگا سکتے ہوں لگائیں۔

جمعہ کی نماز کے سلسلے میں خطبہ کے وقت کنکریوں سے کھیلنے والوں تک کو لغویت کا مرتکب قرار دیا گیا ہے، لیکن حج کے میدان میں وہی اسلام حکم دیتا ہے کہ چلا تے اور چیتے ہوئے ایک وادی سے دوسری وادی کی طرف، ایک پہاڑ کے دامن سے دوسرے پہاڑ کے دامن تک دوڑتے ہوئے آؤ بھی اور دوڑتے ہوئے جاؤ بھی، انتہا یہ ہے کہ ان ہی حاجیوں سے ایسا فعل بھی کرایا جاتا ہو جس پر رقص کا شبہ اگر کیا جائے تو یہ بے محل شبہ نہیں ہو سکتا۔ آخر طواف جو حج کا ایک کن رکن ہے اس میں ایک ٹولی کے بعد دوسری ٹولی ”الکعبہ“ کے چاروں طرف جو گھومتی رہتی ہو، اصطلاحاً رقص کا اطلاق اس پر صحیح نہ ہو لیکن جو نہیں جانتے ہیں وہ مسلمانوں کے اس طریقہ عمل کو آپ خود سوچئے کیا سمجھیں۔ بعضوں نے اس پر تعجب بھی کیا ہے لیکن اسی تعجب میں تو سارا راز چھپا ہوا ہے، سچ تو یہ کہ انسانی شائستگی کے معیار کو اسلام نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ طواف خواہ واقعہ کے لحاظ سے کچھ بھی ہو لیکن رقص یا ناچ کے لفظ کے اطلاق پر اپنے تو اپنے شائد دل پر جبر کے بغیر بھی آمادہ نہیں ہو سکتے خلاصہ یہ ہے کہ مسجدوں کے برعکس حج کے میدانوں میں جو کچھ کیا جاتا ہے، دوڑایا جاتا ہے

سہ انگلیوں کی پشت کی گم ہوں کے سامنے سگری ہوئی کھال کے جو جھتے ہیں ان ہی کو براجم کہتے ہیں، اور مغابن جب انسانی اُن جھتوں کو کہتے ہیں جو عمیق اور پوشیدہ رہتے ہیں مثلاً بغل، بطن ران وغیرہ۔ ۱۲

گھمایا جاتا ہے، کنکریاں چٹوائی جاتی ہیں، اور اُس حال میں رہنے کا حکم دیا جاتا ہے جس حال میں دیوانوں اور سرگشتوں کو دیکھا جاتا ہے، سر کھلے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے ہیں، بال اُلجھے ہیں، بدن میل کچیل میں ڈوبا ہوا ہے۔ کیا بات ہے کہ ایک ہی اسلام اچانک بنخیدگی و متانت و وقار کے سارے قصوں کو ختم کر کے مسلمانوں پر اس حال کو کیوں طاری کرتا ہے۔ ان کے کانوں میں اس نے کیا پھونک دیا ہے کہ دیوانوں کی طرح کبھی ادھر جاتے ہیں ادھر جاتے ہیں، کبھی دوڑتے ہیں کبھی روتے ہیں، گر گڑا تے ہیں چلاتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر کبھی اس تو دے پر کنکریاں پھینکتے ہیں، کبھی اُس پتھر پر سنگریزے برساتے ہیں۔ چکر کاٹتے ہوئے ان ہی کو دیکھا جاتا ہے کہ نوح بھی لہے ہیں گا بھی لہے ہیں، رہ رہ کر بوسہ کے لئے لبوں کو بھی کسی چیز پر ملتے ہیں۔ نہ سر پر ٹوپی ہو نہ پاؤں میں جوتا ہے، ایک بن سلی چادر پیٹھ پر پڑی ہوئی ہے، اور دوسری ٹانگوں کے ساتھ لیٹی ہوئی ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا لباسی سامان ان کے پاس نہیں ہے۔ آخر ان ہی کیڑوں کو وہ کیوں استعمال نہیں کرتے جن کے بغیر وہ مسجدوں میں جانا پسند نہیں کرتے تھے، اپنے بدن کو کٹافتوں سے پاک کیوں نہیں کرتے، ناخن کیوں نہیں ترشواتے، بال کیوں نہیں سنوارتے، خوشبو کیوں نہیں لگاتے، بربریت اور وحشت کی بجی بچی یادگاروں کو مٹا کر اسلام ہی نے تو مسلمانوں کو تہذیب و شائستگی کی راہوں پر ڈالا تھا۔ پھر آگے بڑھانے کے بعد اسی اسلام نے اُن کو پیچھے کیوں ڈھکیل دیا، اور ڈھکیل دینا کیا معنی؟ اس نے تو مسلمانوں کی دینی زندگی کا ایک جوہری عنصر حج ہی کو قرار دیا ہے۔

بلاشبہ یہ ایک سوال ہے اور بڑا اہم سوال، مگر ”الکعبہ“ کیا ہے، ارضی کائنات کیساتھ اس کا جو بنیادی رشتہ ہے جن کے لئے یہ راز راز باقی نہیں رہا ہے، کیا نماز اور حج کے اعمال و افعال، آداب و فرائض کے ظاہری تناقض و تعارض کی یہ بوجہ بھی اُن کیلئے بھی بوجہ بھی باقی رہتی ہو؟۔

بلاشبہ فطرت انسانی قدرت کے حاکمانہ اقتدار کے آثار کو اپنے اوپر طاری کرنا چاہتی ہے۔ اس میں یہ جتنی جستجو پائی جاتی ہے کہ قدرتی قوانین کی پابندیوں سے ساری کائنات، شجر، حجر، پرندے درندے وغیرہ اپنے نوعی کمالات تک پہنچنے میں جیسے کامیاب ہو رہے ہیں اسی طرح اس کی کامیابیوں کا راز بھی ان ہی پابندیوں میں پوشیدہ ہے۔ اور یہ جو دیکھا جا رہا ہے کہ عموماً بنی آدم مذہب کے نام سے احکام و قوانین کے کسی مجموعہ کی پابندی کو اپنے لئے ناگزیر قرار دیئے ہوئے ہیں،

درحقیقت اسی اندرونی سوال کا یہ جواب ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پیدا کرنے والے کی طرف احکام و قوانین کے جس مجموعہ کو منسوب کیا جاتا ہے، واقعی وہ خالق کائنات کی مرضی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے یا نہیں، لیکن ہر پیدا ہونے والا آدمی باور بھی کرتا ہے کہ مذہب کے نام سے وہ اپنے خالق کی مرضی ہی کے پانے میں کامیاب ہوا ہے۔ بہر حال یہ ایک مستقل علیحدہ بحث ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مذاہب و دیانات کے متعلق جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدائی احکام و قوانین کی پابندی کا ان میں مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کو بھی اسی مطالبے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے مطابق اس کے نافذ کردہ احکام و قوانین کی تعمیل و امتثال میں زندگی بسر کرنا، بندوں کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین ہے۔ نشوونما کی جو قدرتی صلاحیتیں فطرت انسانی میں پائی جاتی ہیں ان صلاحیتوں کو برائے کار لانے اور ان کو بار آور کرنے کی قدرتی راہ یہی ہے کہ خالق کردگار کو اپنا حاکم تسلیم کر کے بندہ اسی کا محکوم بن جائے۔ بندگی اور عبدیت اسی فرض کو طبعاً ہم پر عائد کرتی ہو اس فرض سے عہدہ برا ہونا اور عہدہ برا ہونے کی کوشش ہی ہمارے وجود کا حاصل اور آخری غایت ہے۔

بیچ پوچھئے تو بار بار ہر چوبیس گھنٹے میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ”حی علی الصلوٰۃ“ کی پکار لاہوتی ادب گاہوں اور ان کے بلند میناروں سے فضا میں جو گونجتی رہتی ہو درحقیقت حکومت اور بندگی، غلامی اور عبدیت کے اسی فرض کو یاد دلانے اور اس کے احساس کو قلب میں سلسل جگائے رکھنے کی یہ عملی تدبیر ہے۔ آپ دیکھئے ان کو جنھوں نے اس لاہوتی پکار سے بہرے بنے رہنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ جب پکارنے والے کی پکار پر چل پڑنے کے لئے وہ آمادہ ہوتے ہیں، وہ اپنی وردی درست کرتے ہیں، اس کی دیکھ بھال کر لیتے ہیں کہ صفائی اور پاکیزگی کے برخلاف ان کے لباس کے کسی حصے میں گندگی اور نجاست کا کوئی داغ اور دھبہ تو نہیں ہو سیکنت و وقار کی تصویر بن کر انتہائی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے پہلے اس مقام میں آتے ہیں جہاں کپڑوں سے آگے بڑھ کر اپنے جسد اور بدن کی کثافتوں کا جائزہ لیتے ہوئے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ کم از کم تین تین بار بدن کے اُن حصوں کو دھوئے ہیں جن کی آلودگی کا عام حالات میں اندیشہ کیا جاسکتا ہے۔ مشست و شو کے اس شغل سے فارغ ہونے کے بعد دیکھئے وہ اپنے پیدا کرنے والے

خالق و حاکم کے سامنے کھڑے ہیں، تجزیہ کیجئے ان اعمال اور مشاغل کا جن میں اب وہ منہمک اور مستغرق ہو جاتے ہیں۔ دست بستہ قیام، قیام کے اسی حال کے بعد سر کو جھکا دینا اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنا ماتھا ٹیک دینا، یہ اور اسی کے ساتھ دوسرے قوی و فعلی اجزاء و عناصر جن کی ترکیب سے مسلمانوں کی ”نماز“ کا قوام تیار ہوتا ہے۔ ان سب میں بتائیے کہ حکم الحاکمین، آقائے علی الاطلاق کے حاکمانہ شئون اور اقتداری تجلیوں کے سوا کیا کوئی اور چیز بھی جھانک رہی ہو؟ عقیدت و نیاز یا احساس حکومت و بندگی کو تصویری پیکر میں لانے کی جو آخری شکل ہو سکتی ہو، کیا الصلوٰۃ یا نماز اس کے سوا اور بھی کچھ ہے؟ فقر و مسکنت، احتیاج و تدلل کے جذبات کے اظہار کا زندہ قالب یہی ہو سکتا تھا، میں نہیں سمجھتا کہ اس سلسلے میں اور بھی کچھ سوچا جاسکتا ہے۔

الصلوٰۃ اسلام کے چار اہم ستونوں میں ایک بڑا ستون ہے، اسی طرح الزکوٰۃ کے نام سے جس محصول کو امراء اور تو نگروں سے وصول کر کے غریب اور ناتواں مستطیع باشندوں میں اسلام تقسیم کراتا ہو، تو کیا یہ وہی فرض نہیں ہے جسے ہر حکومت اپنے باشندوں پر عائد کر کے اپنے حاکمانہ اقتدار کو ظاہر کرتی ہو۔ اور الصلوٰۃ و الزکوٰۃ تو دینی اسلامی رکن ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے سوا بھی اسلامی مطالبات کے بڑے، بہت بڑے ذخیرے کی بنیاد مطالبہ کرنے والے کے حاکمانہ اقتدار ہی پر قائم ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

مگر سوال یہی ہے کہ ہستی کی اس ”تجلی گاہ“ کے آخری سرچشمے کے متعلق جن جستجوؤں کو انسانی فطرت اپنے اندر پاتی ہے، کیا حاکم و محاکم کے ان تعلقات اور ان تعلقات کے اقتضاؤں کی تکمیل کے بعد ہمارے اندر کی ڈھونڈ کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، ہماری پیاس کیا بجھ جاتی ہو، آخر یہ

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ابر کیا چیز ہے، ہو کیا ہے

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں! عشوہ و غمزہ و ادا کیا ہے

مگر وجود کے ان توجہات، اور لہروں کی توجہ میں کیا کہا جائے؟ کیا پایا تھا، ایران کے کج کلاہ اور خراسان کے آہن گر سیاہ نے گوشت و پوست، چربی اور استخوان کے اُس مجموعہ میں جس کا نام بشریت تھا کہ آہن گر نے تو سر پھوڑ لیا، اور خسر و خود سرا اپنے ہوش و حواس، عقل و خرد، شوکت و اہمت کے سرمائے کو کھو بیٹھا۔

اُس خلش اور تپش، فتنی اور بے چینی، اضطراب و التهاب کے اسباب کا سراغ کیسے لگایا جائے اور کہاں لگایا جائے جو عاقری دیوانے کو بن بن میں پھراتے تھے اور بیابانوں کے پتھروں کی ٹھوکروں کے ساتھ اس کو راضی کئے ہوئے تھے، وادی نجد کی ہرنیوں کی لمبی گردنوں اور بڑی بڑی آنکھوں وہ کسے ڈھونڈ رہا تھا، وہ کتوں کے منہ کو اس لئے کیوں چومتا تھا کہ اس کی لہریں اُس چوکھٹ تک پہنچ جائیں گی جس کا بوسہ اس کی زندگی کا آخری مقصود تھا۔

بہر حال آپ اس کا نام حُسن رکھئے یا جمال، یا جو جی میں آئے جس لفظ سے بھی اس کی تعبیر کیجئے، لیکن وجود کے اس تلاطم میں ایسی لہریں بھی یقیناً گھلی ملی، رسی بسی ہیں جنکے غیر معمولی دباؤ کا فطرت انسانی انکار نہیں کر سکتی، دباؤ اور عجیب و غریب دباؤ جس کے نیچے بسا اوقات حکومت اور سلطنت کا اقتدار بھی کھوکھلا بن کر رہ گیا ہے، مطلق العنان جباروں کو بھی اس کی گرفت کے اندر تڑپتے اور پھڑکتے دیکھا گیا ہے۔

انسانی قالب اور بشری پیکر میں حُسن و جمال کے ظہور کے بعد جو کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں اُنکے متعلق تو ایک حد تک "جنسی میلانات" کے شعوری یا غیر شعوری اشاروں کو بھی خیل ٹھہرایا جاسکتا ہے لیکن بہتی ہوئی نہروں، لہلاتے ہوئے مرغزاروں، چھراتی ہوئی چرٹیوں، کھلے ہوئے شکستہ و نیم شکستہ پھولوں، وادیوں کے نشیب و فراز، دامنِ کوہ کی ابھرتی ہوئی بلندیوں اور ڈھلتی ہوئی پستیوں، المفروض انسانی پیکروں سے ہٹ کر جادوی، نباتی و حیوانی سانچوں میں حُسن و جمال کی تجلیاں ڈھل ڈھلا کر جب سامنے آتی ہیں تو اس وقت گدھوں اور بکروں کو نہیں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کو نہیں، بلکہ صرف آدم کے بچوں اور عورتوں کی بچیوں ہی کو بہت و نشاط، سرور و وجد کے گردابوں میں پکر کھاتے ہوئے کیوں پایا جاتا ہے؟

پس واقعہ یہ ہے کہ جمال پرستی کئے یا حُسن پسندی، یہ انسانی سرشت کا ایسا جوہری عنصر ہے کہ اسی پر اس کے نوعی امتیاز کی بنیاد قائم ہے۔ وہ حُسن کی جستجو، اور جمالی تجلیوں کی تلاش کے جذبہ کی پیدا بھی ہوتا ہے اور جب مرتا ہے تو اسی جذبہ کو ساتھ لئے ہوئے مرتا ہے۔

لے بہشتی حقائق اور "ابحاثہ" کی جن پیدادوں کی خبر قرآن میں دی گئی ہے، یورپ کے "رہبانِ ادوں" کا (بقیہ نمبر)

بہر حال جستجوئے حُسن یا تلاشِ جمال کا جو جذبہ انسانی فطرت میں پایا جاتا ہے نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ مانا جاسکتا ہے کہ جمال و حُسن کی جو تجلیاں برگِ گل اور نغمے ببل سے چھلک رہی ہیں اور جن کی روشنی سے جمادی و نباتی، حیوانی و انسانی مظاہر سے بھری ہوئی یہ کائنات جگمگا رہی ہو، ان کے وجود کے اس بحرِ مستلِ ظم میں کوئی آخری سرچشمہ نہیں ہے۔ ہمارا استدرائی لاہوتی متعلق ہی الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔ کمال ہو یا جمال، الفرض وجود کا ہر وہ پہلو جو مستحقِ مَح و متالش ہو، ہم مان ہی نہیں سکتے کہ وہ نہ تھا پھر ہوا ہے۔ ”ہستی نیستی سے بھی پیدا ہو سکتی ہو“ عقل بھی اس تجویز سے جھنجھلاتی ہے، اور پتہ تو یہ ہے کہ ”الاسماء الحسنیٰ“ نصِ قطعی کے رو سے جس ذات میں منحصر ہیں ان کے مسمیٰ کے سوا، بتایا جائے کہ ”حُسن“ کے سرچشمے کو اور کہاں ٹھونڈا جائے۔

(ضد کا بقیہ) مادہ پرست طبقہ اس پر معترض ہے کہ انسانی نہیں بلکہ حیوانی مطالبوں کی تسکین کا سرمایہ تو یہ چیزیں بن سکتی ہیں لیکن انسانی فطرت کیلئے یہ کچھ نہیں ہے اسی لئے ان میں سے بعضوں نے قرآنی ”الجنة“ کا نام ”حیوانی جنت“ بھی رکھ دیا ہے لیکن ان رہبان زادے مادہ پرستوں سے کون پوچھے کہ انسانی فطرت کے آگے قرآن نے جنت کی جن جمالی تجلیوں کے پیش ہونے کی خبر دی ہے، بقول حضرت شیخ اکبر کیا جانوروں، بھیتروں اور بکریوں، چوپاؤں، گدھوں اور بیلوں کو بھی ان سے متاثر اور لذت اندوز ہوتے اس دنیا میں کبھی دیکھا گیا ہے؟ سچی بات یہ ہے کہ باشندگانِ مغرب کی موجودہ نسلیں جن اگلی نسلوں سے پیدا ہوئی ہیں وہ تو دنیا کے مظاہر جمال و حُسن سے بھی بے زاری کو اپنا مذہب ٹھہرائے ہوئے تھیں، پھر ”جنت“ میں ان کے وجود کو وہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں۔ اور ان ہی رہبانوں سے جو نئی نسلیں نکلی ہیں ان کی مادی ذہنیت کی ٹافٹوں نے حُسن و جمال کے ان کثیف و غلیظ مظاہر کے ساتھ ان کو قانع بنا دیا ہے جن کی ہر بھلائی میں بُرائی گن رہی ہوئی ہو اور اس کے کسی خیر کو شر کی آلودگیوں سے قطعی طور پر پاک کرنا ناممکن ہے۔

مادی مذاق کی یہی فطری غلاظت ہے جس نے حُسن و جمال کے ان لطیف و جمیل پیکروں کے تصور کی بھی گنجائش میں باقی نہیں بچوڑی ہے، جو زندگی کے اُس دور میں سامنے آئیں گے جب خیر کو شر سے قطعی طور پر جدا کر دیا جائے گا۔ خیر مطلق ”ہی کا نام“ جنت ”ہے، اور شر مطلق ہی کی قرآنی تعبیر جہنم ہے۔

(۳)

ان تہیدی مقدمات کے بعد اب سوچئے کہ ناقص انسانوں کے ناقص عقول کا گڑھا اور ترشا ہوا دستور و آئین نہیں، بلکہ عالم الغیب و الشہادہ خدائے کامل کا بخشا ہوا دین کیسے کامل ہو سکتا تھا جب تک فطرت انسانی کی جستجوئے حمال اور تلاشِ حُسن کے جذبہ کی تسکین کا سامان بھی اس میں نہ کیا جاتا۔ مجھے دنیا کے دوسرے مذاہب و ادیان سے اس وقت بحث نہیں لیکن اپنے اسلامی اسلاف سے جو دین ہم تک پہنچا ہے اور جن لوگوں نے ہم تک اس کو پہنچایا ہے، اُن کا بیان ہے، محدث الدیار الہندیہ، استاد اکل فی اکل حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فارسی زبان کی اپنی تفسیر میں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے حج کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :-

”باز ایشان را حکم شد کہ در ہر سال یک بار خود را والہ و شیدا ساختہ دیوانہ وار و عاشق کردار برائے گردشتن خانہ محبوب خود برہنہ سر و برہنہ تن، و برہنہ پا، ثولیدہ مو، پریشاں حال و گرد آلودہ از شام بہ زمین حجاز رسیدہ گاہے بر کوہ و گاہے بر زمین رو بہ سوئے خانہ کردہ استادہ شوند“

پھر حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ سال میں ایک دفعہ اپنے آپ کو سرگشتہ و شیدا بنا کر دیوانوں کی طرح اور عشق بازوں کا وطیرہ اختیار کر کے محبوب کے گھر کے گردنگے سرنگے پاؤں، اُلجھے ہوئے بال، پریشاں حالی کے ساتھ گرد میں اُٹے ہوئے سر زمین حجاز میں پہنچیں اور وہاں پہنچ کر بھی پہاڑ پر بھی زمین پر محبوب کے اسی گھر کی طرف توجہ کر کے کھڑے ہوں۔

اسی قسم کے تفصیلات کے بعد بیان کو ان فقرات پر ختم کرتے ہوئے، کہ ”گرد خانہ تجلی آشیانہ او طواف کنند بار بار کنجہائے آن خانہ را بہ بوسند و بہ لبسند“ اسی تجلی خانہ کے ارد گرد گھومیں اور اس کے گوشوں کو چومیں چاہیں۔

حج کا جو مقصد ہے اس کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں، فرماتے ہیں :-

”تا معنی عشق و محبت کہ در باطن ایشان کامن بست در لباس صورت جلوہ گر شود، و مشہور خاص و عام گردد و دریں بین تا کہ عشق و محبت کا جو جذبہ ان کے باطن میں پوشیدہ ہے، وہ ظاہری شکل و صورت کا قالب اختیار کرے اور اسکے اس حال کا پیر چاندنیا میں پھیلے۔“

باواز بلند لبیک گویاں نعرہ ہازنند
وہ تش محبت اندرونی را باک نعرہ
برا فروزند

اسی سلسلہ میں یہ حکم بھی دیا گیا کہ بلند آواز
کیساتھ لبیک کہتے ہوئے نعرے لگائیں اور ان
نغروں کی راہ سے محبت کی چھپی دبی آگ
کو بھڑکائیں۔

آخر میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ

”ایں کیفیت مناسب جج برائے ایشاں
مقرر شد و طواف و سعی بین الصفا و مہرہ
و آمد و رفت مزدلفہ و عرفات و اقامت
در منی و ذبح و قربانی و تلبیہ و احرام
مشرع گشت“

جج کے مناسب میں یہی کیفیت ان کے لئے
مقرر ہوئی اور اسی بنیاد پر طواف کعبہ، مہرہ
و صفا کے درمیان تک دو سعی، مزدلفہ کی
آمد و رفت، عرفات میں قیام، منی میں ذبح
و قربانی احرام وغیرہ اعمال کا حکم دیا گیا۔

اور ایک یہی کیا، آپ کو اسلامی بزرگوں کی مختلف کتابوں میں یہ اور اسی قسم کی ملتی جلتی باتیں مل سکتی ہیں
اردو میں سیدنا قاسم العلوم و انخیرات بانی دارالعلوم دیوبند کی کتابوں خصوصاً ”حجۃ الاسلام“ میں حج کے
ایک ایک جزو کی تشریح اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے جو کی گئی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے، اور
قربانی اگرچہ میرے نزدیک دینی نظام میں اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، تاہم حج کے موقع پر جو
قربانی کی جاتی ہے صاحب غائۃ الشوریٰ نے لکھا ہے :-

”قربانی نمودن مجربست کہ خود را
براہ دوست ایں چنینند
نمودن شائد“

جج کے موقع پر قربانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ کیلئے چاہئے
قربانی کرنے والا اسی طرح اپنے آپ کو تیار کرے کہ وہ بھی قربانی
کے جاذب کی طرح ہر وقت اپنی جان فدا کرنے کیلئے تیار ہو۔

بہر حال حُسنِ ازل اور جمالِ مطلق کی جستجو و تلاش ہی اللہ کی رُوح ہے، اگرچہ حج کے اعمال اور مناسک
کے تجزیہ و تحلیل ہی سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف اس نتیجہ تک پہنچے ہیں جیسے اَصْلُوۃ
یعنی نماز میں جو کچھ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے اُسی سے معلوم ہوتا ہے کہ خالق کائنات کے حاکمانہ اقتدار
اور اس کے آثار کو بندہ اپنے اوپر طاری کرتے ہیں، ان اسلامی ارکان کے پھل ہی ایسے ہیں
جن کو دیکھ کر معمولی عقل کا آدمی بھی درختوں کو پہچان سکتا ہے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ حج کے مطالبہ کا

ذکر جن الفاظ میں قرآن کے اندر پایا جاتا ہے قرآنی طرز کے اداسناسوں کے لئے ان ہی میں کافی اشارے ہیں، خصوصاً آخری الفاظ جن پر یہ آیت ختم ہوئی، یعنی

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

اور حج کے مطالبہ کا ناشکری کیساتھ جسے انکار کیا (تو اُس کو

عَنِ الْخَالِئِينَ ۝

عشق و محبت کی راہ و رسم کا جو تجربہ رکھتے ہیں اور سوز و ساز سے کچھ حصہ جھنپیں میسر آیا ہو ان ہی کے چوٹ کھائے قلوب اس طریقہ بیان کے اثر کو محسوس کر سکتے ہیں۔ سیدنا الامام الحاج انداد اللہ المہاجر المکی قدس اللہ سرہ العزیز قرآن کی دھکی

لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ

نہ حق تعالیٰ اُن سے بات کرینگے اور نہ اُنکی طرف

يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۝ (ال عمران)

دیکھیں گے قیامت کے دن۔

کا جب ذکر فرماتے، تو کہتے کہ ساری دھکیوں میں سب سے زیادہ جانگداز، روح گسل دھکی میرے لئے تو یہی ہے، عمیق حکیمانہ نفسیاتی نکتہ۔ اس کے بعد یہ ارشاد فرماتے کہ کسی چیز سے محرومی کی دھکی اُسی وقت دی جاسکتی ہے جب اس کا مطالبہ ہمارے اندر موجود ہو، مجنوں ہی کو لیسے دھمکا سکتی ہو کہ میں تجھ سے نہ بولوں گی، تجھے نہ دیکھوں گی، ورنہ جو مجنوں نہیں ہے اُس کے لئے لیلیٰ کی ان دھکیوں کی کیا قیمت ہو سکتی ہو۔ حاجی صاحب درجۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اب دیدہ ہو جاتے اور فرماتے کہ آدمی کی فطرت میں اگر کسی کی اہم کلامی اور نظر لطیف و کرم کا مطالبہ پوشیدہ نہ ہوتا تو یقیناً کرو کہ اس کو یہ دھکی کبھی نہ دی جاتی۔

اسی نفسیاتی نکتہ کو پیش نظر رکھ کر اب سوچئے کہ حج کی قدر و قیمت کے نہ پہچاننے والوں اور اس کی اہمیت کے انکار کرنے والوں کی طرف رخ کر کے بجائے اس قسم کی باتوں کے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا، یا اُن کو آگ میں جھونکا جائے گا۔ یہ یا اسی قسم کی مادی سزائوں کی جگہ

وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

اور جسے ناشکری کیساتھ انکار کیا (اُس کو معلوم ہونا چاہئے

عَنِ الْخَالِئِينَ ۝

کہ اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔

کے چند قرآنی الفاظ کیا اس ساری داستان کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے نہیں ہیں جو اس سلسلہ میں اب تک آپ ہم سے اور بزرگوں کے حوالہ سے سُن چکے، ہم جو کچھ کہنا چاہتے تھے شاید نہ کہہ سکے، لیکن قرآن نے

ان چند ہی لفظوں میں سب کچھ کہہ دیا، اُن سے کہہ دیا جو سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن بے نیازی اور لاپرواہی کی یہ دھمکی ان کو ان کی رُوح اور جان کو پگھلا دینے کے لئے کافی ہے۔ ”چشمِ لاپرواہ“ اور ”نظرِ تغافل“ کی بھڑکانی ہوئی آگ اور بکھیرے ہوئے انگاروں میں لوٹنے کا موقع جنھیں خدا نخواستہ کبھی مل چکا ہے وہی کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ”إِنَّ اللَّهَ سَعِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ“ کی دھمکی کس تہیبِ جگر خراش منظر کو سامنے لا کر العیاذ باللہ، کھڑا کر دیتی ہے۔

صحاح کی مشہور حدیث جس میں جتلا یا گیا ہے کہ ”قابور کھنے کے باوجود حج کی سعادت سے جو محروم رہا اور اسی حال میں مر گیا، خدا کی اس کو کوئی پروا نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرا یا نصرانی ہو کر“ اس میں بھی حج کی وہی ”رُوح“ بھانک رہی ہے جس کے بغیر یہ تو ممکن ہے کہ ”حج“ کا قالب تیار کر لیا جائے لیکن اس ”رُوح“ سے بے گانگی ”قلب“ سے اس ”قالب“ کو محروم ہی رکھے گی۔

”رُوحِ حج“ سے بے گانگی ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ جماعت اور جمعہ عیدین کی نمازوں کیساتھ ”حج“ کا رشتہ جوڑتے ہوئے آج کل پھیلا یا جا رہا ہے کہ روزانہ اور ہفتہ واری، سالانہ کمیٹیوں کیساتھ اسلام نے مسلمانوں کے اجتماع عام کی کمیٹی یا کانفرنس کی تشکیل کی ایک عملی صورت حج کے ذریعہ سے نکالی ہے۔ ریسمان بافوں نے تو نہ جاننے کی وجہ سے اس لال بھکڑا نہ تو جیہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا، پر حیرت ہے کہ آسمان والوں نے بھی جاننے کے باوجود ان ہی کے ساتھ اپنی آواز ملانی شروع کی۔

میں یہ نہیں کہتا کہ انسانیت کا جو بے نظیر طوفان ہر سال حجاز کے ریگستانوں میں ٹھاٹھیں مارتا ہے یقیناً بے نظیر کہ زمین کے کسی حصے میں مختلف ممالک و امصار سے بھانت بھانت کی بولیوں کے بولنے والے مرد و زن اس خاص شان کے ساتھ کہیں بھی جمع نہیں ہوتے، حج ہی کا موسم ایک واحد موسم ہے جس میں ایک ہی میدان میں آپ کو مشرق بعید چین و جاوہ، ملائکہ کے باشندوں کیساتھ مغرب اقصیٰ کے گویے چٹے آدمی ملی جلی شکلوں میں ہر سال مل سکتے ہیں، ان ہی میں آپ کو ہندی و ہندی، بخاری و تاتاری، مصری و طرابلسی، الغرض ایشیاء اور افریقہ کے مسلمانوں کے ساتھ یورپ اور امریکہ کے مسلمانوں کو بھی آپ پاسکتے ہیں اور ان سب کو جمع کر کے کسی خاص نصب العین تک پہنچنے کی دعوت بھی دے سکتے ہیں بغیر کسی اشتہار و اخبار پر و پا گند، شور و شغب کے بکھری ہوئی

انسانیت ہر سال ایک نقطہ پر جمع ہو جاتی ہے آپ چاہیں تو معاشرتی، تمدنی، بلکہ ضرورت ہو تو سیاسی اچھنوں کے سچانے کا ذریعہ بھی اس اجتماع کو بنا سکتے ہیں، لیکن کام لینا، یا بے سکنا، یہ دوسری بات ہے اور جس کام کے لئے حج کی عبادت مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے یہ الگ مسئلہ ہے، آپ ام کی گٹھلی جب بوتے ہیں، تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ درخت بن جانے کے بعد آپ اس درخت کے پتوں، اور لکڑیوں سے ایندھن کا کام بھی لے سکتے ہیں لیکن بجائے پھلوں کے ایندھن میں پتوں اور لکڑیوں سے کام لینے کو گٹھلی بونے کی غانت ٹھہرانا، آپ ہی بتائیے کہ جنون کے سوا اور کیا ہے، سیدنا المعنوی نے سچ فرمایا ہے۔

ہر کہ کار و قصد گندم باندش
کاہ خود اندر تبع می آیدش

گیہوں کی کاشت تو دانہ گندم کے فراہم کرنے ہی کے لئے کی جاتی ہے، اور طفیل میں اس کے پتوں اور ڈٹھلوں کو چور کر کے بھوسہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن بھوسہ ہی حاصل کرنے کیلئے آج تک کسی نے گیہوں کی کاشت کی ہے؟ بقول حکیم الامت تھانوی نور اللہ ضریحہ "اسلامی عبادات" کی فلاسفی نکالنے کا عصری طریقہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ عرق گلاب کے قرابوں کا بھی استعمال استنجا بتایا جائے، فرمایا کرتے تھے کہ اپنی مائیت اور صفت سیدان کی وجہ سے ازالہ نجاست کا کام یقیناً گلاب کے اس عرق سے بھی اگر چاہا جائے تو لیا جاسکتا ہے لیکن اس کے عرق گلاب کے وجود کی غانت ٹھہرانا، عقلی گندگی اور ذہنی عبارت کے سوا اور کیا ہے؟

اور میں تو کہتا ہوں کہ دین میں ان عباداتی عناصر کے شریک کرنے کی جو واقعی غرض و غانت ہے اس کے ساتھ اپنی من مانی خود غرضیوں کے حصول کا ذریعہ ان کو بنا لینا، ممکن ہے کہ بعض حالات میں مضر نہ ہو بلکہ مفید ہی ہو مگر مشاہدہ اور تجربہ بتا رہا ہے کہ اس قسم کی بے احتیاطی اور بے باکیوں نے کبھی کبھی خطرناک نتائج کو بھی پیدا کر دیا ہے

خیومیں کیا کہنے لگا، ذکر یہ ہو رہا تھا کہ مرج "اور اسکے اعمال و اشغال کی تجزیہ و تحلیل سے نہیں بلکہ خود قرآنی الفاظ کے اشاروں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ فطرت انسانی میں حسن و جمال کی جستجو و تلاش کا جو جلی جذبہ ہے اسی جذبہ کے صحیح استعمال کی راہ "حج" کے ذریعے کھولی گئی ہے

اسی حسن و جمال کے لازوال سرخسہ سے ربط قائم کرنے کی یہ حکیمانہ تدبیر ہے، اچھپانا ان کو چھپتا ہے جو بجائے چشمہ آفتاب کے دیوار و در شجر و حجر پر پڑنے والی چلتی پھرتی دھوپ کے دھبوں سے دل لگا کر سمجھتے ہیں کہ آفتاب کا نور انکو مل گیا، سورج کی روشنی انھوں نے پالی، امیر مرحوم کا شعر پھیڑتے کیوں ہو جوانی میں حسینوں کو امیر

رات ہی بھر کا یہ جو بن ہے سحر ہونے تو دو

حقیقت بن کر ان ہی کے سامنے آتا ہے جنھوں نے دین کے اس مشورے کو قبول کر کے ندائے ابرہی پر لبیک کہا ہوا اور حج جیسے اس راہ کے ایجابی عمل کی قدرتی شکل ہے، اسی طرح بقول حضرت قاسم العلوم و ابجرات رحمۃ اللہ علیہ الصوم یعنی روزہ اسی راہ کے سلیبی عمل کا نام ہے، جس میں ان چند جوہری مرغوبات و مالوفات سے معتد بہ وقفہ تک دست بردار ہونے کی مشق بہم پہنچائی جاتی ہے جس کی کرقت اور دباؤ کو نسبتاً انسانی فطرت زیادہ محسوس کرتی ہے اپنے اس سلیبی و منقی عمل میں ہر مومن کو اس کا موقع ملتا ہے کہ اپنا امتحان وہ خود لے، پتہ چلائے کہ عشق و محبت کی وادی کے ایجابی اعمال کی صلاحیت کس حد تک اس میں پیدا ہو چکی ہے وہ ولولہ و سرمستی کے اس میدان میں کہاں تک چل سکتا ہے جس میں چلنے والوں کو مخلوقات سے رشتہ ٹوڑ کر خالق ہی کے حسن و جمال کی جستجو میں غرق کر دیا جاتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں "خود امتحانی" کی بہترین شکل روزہ ہی ہے، یہی ایک ایسا عمل ہے جس میں نفس کی شیعہ بازیوں، اور عریذہ جوئیوں کا پردہ چاک ہو جاتا ہے، جو مومن نہیں ہے، اور اپنے دین کو خالص بنانے میں جو کامیاب نہیں ہوا ہے میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وہ روزہ اور روزہ کے اقتضاؤں کی تکمیل پر کیوں مجبور ہو گا بقول شخصے۔

نلحد گر سنہ خانہ خالی بر خواں

عقل باور نکند کز رمضان اندیشہ

بہر حال یہ تو ایک ذیلی بات تھی، میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ الحج ہی کا سمجھنا چاہیے کہ الصوم یعنی روزہ بھی مقدمہ ہے، گویا جیسے الصلوٰۃ و الزکوٰۃ خالق کے حاکمانہ اقتدار کی تسلیم و اعتراف کے عملی قوال ہیں، اسی طرح الصوم و الحج حسن ازل، سرخسہ جمال کی جستجو و تلاش کے عملی مظاہر

ہیں زکوٰۃ حقیقت صلوٰۃ کا تسبیحی شہادت ہی اسی لئے اسی کی تعبیر "الصدقة" سے بھی کی ہے، کہ
بقول شخصہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو وہ لہو کیا ہے

در طلبی سے مطالبہ کی تکمیل و فاداری کے زبانی دعوے کی دلیل بن جاتی ہے اسی طرح الصوم حج کا فائدہ
و مقدمہ ہے، بس حقیقی مطالبہ بندوں پر جو عائد کیا گیا ہے وہ "الصلوٰۃ" و الحج ہی ہے جیسا کہ
تفصیلاً آپ سن چکے کہ انسانیت کے لئے "مستقر الیٰ حین"، یعنی وقتی قیام گاہ زمین ہی کا یہ
خاکدانی کمرہ جب کہ بنایا گیا، اور اس کمرے پر خالق عالم کی کامل تجلی گاہ، جو بارگاہ ربانی
یا بیت اللہ کے لفظ کے اطلاق کا جائز حقدار ہے، وہ "الکعبۃ" اور وادی مکہ کا وہی حصہ چونکہ
جس کے ساتھ الناس کا قیام و وابستہ ہے اور وہی ان کے لئے مشابہہ تقسیم رحمت کا مرکزی نقطہ
ہے اور خاک کے اس تودے کی ساری چہل پھل امن و امان کا ضامن بھی چونکہ وہی ہے،
اس لئے تلاش حق کی ان دونوں راہوں کا رشتہ بھی اسی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے، اور جب تک
"الکعبۃ" ان خصوصیتوں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے اس وقت تک مرکزیت کا یہ اعزاز
و اکرام اسی کے ساتھ وابستہ رہے گا اس کی اسی اہمیت مطلقہ کا یہ نتیجہ تھا کہ اسی کی فتح کو قرآن
نے "الفتح" قرار دیا کہ ہر ملک کی کشور کشائی میں پایہ تخت ہی کی فتح کا مسئلہ اصل مسئلہ ہوتا ہے اس کی
غیر معمولی اہمیت ہی کا اقتضا تھا کہ نسل انسانی کے سب سے بڑے سردار اور کافہ للناس کے بشیر و
نذیر، کو اس ہم کی سرانجامی کے لئے ازل ہی سے قدرت کی نظر انتخاب چن چکی تھی، اور اپنے
اہم "توابع" کو پیش کرتے ہوئے اسی الفتح کے بعد خالق نے فاتح علیہ السلام کو اپنی طرقت

لے توابع کا مادہ توبہ ہے پلٹنا اور بازگشت ہی توبہ کا فطری ترجمہ ہے سورہ التفسر کو سن کر صدیق اکبر کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے
کہ رونے لگے اور دریافت پر لوگوں سے فرمایا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے، اس صدیقی استنساخ کا مخرج
میں اسی لفظ توبہ کو قرار دیتا ہوں، باقی سورہ نصر اور سورہ فتح دونوں میں فتح کی بشارت سے ساتھ بغیر کو استنفار و تسبیح کا حکم جو دیا گیا
اور یہ کہ خدا نے اگلے پچھلے ذنوب آپ کے معاف کر دیئے تو بظاہر خیال گذرتا ہے کہ شاید اس کا تعلق فطرت انسانی سے اس اقتضا سے ہے کہ

مشاہدے سے پہلے اطمینان کلی کی کیفیت اس میں پیدا نہیں ہوتی ایسے موقعوں پر غیر اختیاری دماغ و خیالات کا پیدا ہونا طبعی امر ہے
(بقیہ مقالہ)

بازگشت اور لیٹ جانے کا اشارہ سورہ نصر میں جو کیا تو اس کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کہ کرۃ زمین کے ”پایہ تخت“ کی فتح کا مسئلہ جیسے ہو گیا تو آپ کا کام پورا ہو گیا باقی ام القریٰ کے چاروں طرف ”القریٰ“ یا آبادیوں کا جو طویل و عریض سلسلہ پھیلا ہوا ہے ان کا کام ”امت کے سپرد کر دیا گیا حتیٰ لا یبقی بیت مدد ولا دبر الا دخلہ الاسلام“

اور یہ جو صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب چھوٹے چھوٹے پناؤں والے حبشی ”الکعبہ“ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ کر اس سے جدا کر دیں گے اور یوں ”الکعبہ“ کا قصہ ختم ہو جائے گا تو اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ خود ”الکعبہ“ کے در و دیوار اور زمین کے جس حصہ پر وہ واقع ہے بذات خود کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ یہ سارا زور و شور اور ساری ہنگامہ آرائیاں اس رشتہ کے ساتھ وابستہ ہیں، جو خالق تعالیٰ و تقدس کی ذات کے ساتھ اس مکان اور اس جگہ کا قائم ہے۔ گویا یوں سمجھنا چاہیے کہ اپنے قلمرو کے کسی خاص علاقہ یا صوبہ میں بادشاہ جب آتا ہے اور شاہی بارگاہ وہاں قائم کی جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس شاہی بارگاہ کی اسی وقت تک اہمیت رہتی ہے جب تک فرود گاہ شاہی ہونے کی عزت اسے حاصل رہے۔ لیکن کس نے نہیں دیکھا کہ اس نسبت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی، وہ سارا میدان جس میں شاہی بارگاہ کھڑی کی گئی تھی ہو کا میدان بن کے رہ جاتا ہے پھر مزدور آتے ہیں اور اسی شاہی خیمہ کو اکھاڑ بچھاڑ کر ختم کر دیتے ہیں، اب نہ اس کے ارد گرد پیرہ پڑتا ہے نہ لاؤشکر کا ہجوم ہوتا ہے، نہ حاجت مندوں کی آمد و رفت کا سلسلہ باقی رہتا ہے، کسی موقعہ پر میں نے ایک روایت درج کی تھی جس کا حاصل تھا کہ جب زمین کی آزادی کا ارادہ کیا گیا تو آج جہاں پر ”الکعبہ“ کی عمارت ہے عالم علوی سے ایک خیمہ آیا اور اسی مقام پر نصب کیا گیا میرے نزدیک قرآنی آیت ”اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ الْاَلَاہِ“ ہی کی یہ تفسیر تھی، ”الکعبہ“ کی یہی اصل حقیقت ہے، جسے صرف خواص ہی نہیں بلکہ ہر عامی مسلمان بھی جانتا ہے، یہی وجہ تو ہے کہ بخاری کی مذکورہ بالا آیت

(بقیہ ۱۱۷) فتح کے مشاہدے کے بعد مواعید الہی کے متعلقہ وسوسوں و خیالات ہی سے استغفار کا حکم کر دیا گیا ہو اور حق تعالیٰ کی ذات

ایسی بدگمانوں سے پاک ہے اس لئے تسبیح کا حکم ہو تو اس پر تعجب نہ ہونا چاہیے۔

یعنی الکعبہ کے ایک ایک پتھر کو آخر زمانہ میں جب دنیا کے ختم ہونے کا وقت آئے گا چھوٹے چھوٹے پاؤں والے جنتی اکھاڑ کر پھینک دیں گے۔ تو اس روایت کو سن کر کسی میں الکعبہ کی اہانت و تحقیر کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔ مسلمان جانتا ہے کہ الکعبہ کے ساتھ جو لاهوتی نسبت اس وقت قائم ہے یہ حادثہ اس نسبت کے ختم ہو جانیکے بعد پیش آئیگا۔ ظاہر ہے کہ اسکے بعد الکعبہ الکعبہ ہی کب باقی رہتا ہے بلکہ چند پتھروں کا ایک مجموعہ بن کر رہ جائے گا، اب اسکے پتھروں کا نکالنا یا کسی عام معمولی مکان کی اینٹ سے اینٹ کا بجا دینا دونوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا، حجر اسود کو خطاب کر کے روایتوں میں جو آیا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیری حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تو ایک پتھر ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے میں نے دیکھا ہے اسلئے میں بھی تجھے بوسہ دیتا ہوں“ حاصل عمر فاروق کے الفاظ کا یہی ہے لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ حجر اللہ الکعبہ کے ہر پتھر کے متعلق اسی ایمانی بصیرت سے مسلمانوں کی عام جماعت، سرفرازے، ان میں ہر ایک بظاہر لہجہ لہجہ لگا اٹھاڑ دے گا کعبہ کے ایک ایک پتھر کو والی روایت کو ہمیشہ سنتا ہے، اور اسکی پیشانی کی شکنوں میں ہلکی سی خند بھی نہیں ہوتی بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ خصوصیت کے ساتھ حجر اسود ہی کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمانی احساس کا جو اعلان فرمایا تو شاید اسکی وجہ یہی ہو کہ دیوار کعبہ میں شریک ہونے کی صفت تو ان سارے پتھروں میں پائی جاتی ہے جو اس مکان کی تعمیر میں استعمال کئے گئے ہیں جنہیں ایک حجر اسود بھی ہے لیکن علاوہ اس عام صوف کے حجر اسود ہی ایک ایسا تاریخی پتھر اس مکان میں رہ گیا ہے جو کعبہ کی ابتدائی تعمیر سے اس وقت تک مسلسل چلا آ رہا ہے ممکن ہے کہ بعض دوسرے پتھروں کی نوعیت بھی یہی ہو لیکن عرب کی موروثی روایات جو نسلاً بعد نسل ان میں ”الکعبہ“ کے متعلق منتقل ہوتی چلی آتی تھیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سب پرانا پتھر کعبہ کی دیواروں میں حجر اسود ہی رہ گیا ہے گویا خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جن جن روحانی ہستیوں، اللہ کے دوستوں کا ”الکعبہ“ سے تعلق پیدا ہوتا رہا جس نے ایک ایسا امتیاز حجر اسود کو بخش دیا ہے جس کا دعویٰ اسی ”الکعبہ“ کی دیواروں کے دوسرے پتھروں کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا، بلکہ ایسی چیز جو خدا کے برگزیدہ ترین بندوں یعنی حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کے لمس و مس کے شرف و سعادت سے قطعی طور پر سرفراز ہوئی ہو، اگر دھونڈھی جاوے تو عرب ہی نہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ زمین کے اس پورے کمرے پر ”الکعبہ“ کے

اس سیاہ پتھر کے سوا صحیح تاریخ کی روشنی میں کوئی دوسری چیز ڈھونڈھنے والوں کو نہیں مل سکتی، کم از کم اتنا تو بہر حال یقینی اور قطعی ہے کہ سید الانبیاء و الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں کے ساتھ اتصال کا شرف اس پتھر کو ضرور حاصل ہوا ہے، اور قرآنی خبروں کو جو ملتے ہیں کہ خدا کی خبریں ہیں ان کو بہر حال یہ تسلیم ہی کرنا چاہیے کہ معماران کعبہ ابراہیم خلیل، اور اسماعیل صدیق و نوح کی مقدس انگلیوں نے بھی اس پتھر کو ضرور چھوا ہے۔

ثانی یہ مطلب ہے اس حدیث کا جس میں فرمایا گیا ہے کہ حجر اسود میں اللہ یعنی خدا کا واسنا ہوا تھا ہے آخر قرآن ہی میں جب ہمیں بتایا گیا ہے کہ جبکہ ہاتھوں پر پیغمبر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں، ان کو سمجھنا چاہیے کہ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے ید اللہ فوق ایدیں ہمہ جب قرآنی نظریہ ہے، تو جس پتھر کو خدا کے پیغمبروں کے ہاتھوں نے چھوا ہے، اگر خدا کا ہاتھ اسی پتھر میں نہیں نظر آتا ہے تو آپ ہی بتائیے کہ قرآن کی کتنی روشنی میں ہماری ایمانی آنکھ آخر اس کے سوا اور کیا دیکھے اسی لئے تو سمجھا جاتا ہے کہ حجر اسود کا استلام اور تقبیل یعنی اس پتھر کو طواف کرتے ہوئے چھونا اور بوسہ دینا، گویا توحید کے ان دعا اور منادیوں کے ہاتھوں پر سبت کرنا اور ان ہزرگوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینا ہے، جن کے ہاتھوں کو خدا نے اپنا ہاتھ نص صریح میں قرار دیا ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو، الکعبہ ہو یا الکعبہ کی دیواریں ہوں، ان دیواروں کے پتھر ہوں، بجائے خود ان کی حیثیت کچھ نہیں ہے، مگر باوجود اسکے نمازوں میں اسی کو مرکز بنا کر سارے جہان کے مسلمان اسی کی طرف جو اپنا رخ پھیر دیتے ہیں یا طواف کا فریضہ اسی لئے گرج چکر لگا کر جو ادا کیا جاتا ہے تو یہ سارا کرشمہ اس انتساب خصوصی کا ہے۔ جو خالق کائنات اور اسکے نامندوں دوستوں کے ساتھ یہ عمارت رکھتا ہے و اتخذ من مقام ابراہیم مصلیٰ یعنی ابراہیم کے قیام کی جگہ الکعبہ سے رشتہ قائم کر کے نماز کی جگہ بناؤ اس میں اللہ کے ایک دوست ہی کی نسبت کا تو حوالہ دیا گیا ہے، اور یہ ایک ایسی ظاہر و باہرین حقیقت ہے جس سے مسلمان تو مسلمان میں سمجھتا ہوں کہ جو مسلمان نہیں ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین کی بنیاد پر ہی خالق پرستی پر مبنی ہے،

اسی لئے کسی قسم کی مخلوق ہو، مسلمانوں کی نہ وہ معبود بن سکتی ہے اور نہ مسجد، جیسے مسجد کی دیواروں کے آگے سجدہ کرنے سے کوئی نہیں سمجھتا کہ مسلمان ان دیواروں کو سجدے کرتے ہیں بلکہ ہر ایک جانتا ہے

کہ دیواریں سجود نہ نہیں بلکہ سجود الیہ ہونے سے زیادہ اور کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بالفائدہ اگر دیواروں کے لئے سجدہ نہیں کیا جاتا، بلکہ سجدہ تو خالق کائنات ہی کے لئے کہا جاتا ہے البتہ رخنہ کاریوں کا مسجد کی دیواروں کی طرف ہوتا ہے، استقبال کعبہ کا لغتہ اصطلاحاً ہر محاذ سے یہی مطلب ہے، اپنے تو اپنے غیر بھی یہی جانتے ہیں،

مگر باوجود سب کچھ جاننے اور پہچاننے کے غالباً ستم ظریفیوں کی تاریخ میں یہ لطیفہ اپنی نظیر آپ ہی ہوگا کہ بازاریوں کو نہیں بلکہ لچھے خالص بھاری بھر کم سنجیدہ علمی طبقہ سے تعلق رکھنے والوں کو دیکھا گیا ہے کہ مخلوق پرست قوموں کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے مسلمانوں پر اس تہمت کے جڑنے کی جرات کر رہے ہیں کہ آخر "الکعبہ" کے پرستار وہ بھی تو ہیں اور "الکعبہ" چند مخلوق پتھروں کے سوا اور کیا ہے پھر مسلمان "الکعبہ" کو جب پوجتے ہیں، تو بالواسطہ پتھروں کے پوجنے کے مرتکب کیا وہ بھی نہیں ہو رہے ہیں؟ معذرت ہی سہی لیکن اس قسم کی جھجھوری باتوں پر انصاف اور حقیقت کی آنکھوں سے اگر خون ٹپک پڑے تو جس قسم کی یہ حرکت ہے، بتایا جائے کہ اس کا نتیجہ اور کیا ہو سکتا ہے،

یہ کہنا کہ بت پرست بھی تو پتھر کی کھودی ہوئی صورتوں کو نہیں پوجتے بلکہ حقیقی توجہ ان کی اس مخفی تاویل قوت کی طرف ہوتی ہے جسکی نماندگی بت کرتے ہیں عجیب ہی سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مخلوق پرستوں میں جن جن ناموں کے ساتھ بت پوجے جاتے ہیں آپ ان کی فہرست بنالیجئے آپ دیکھیں گے ان کے سارے مسعود خالق نہیں بلکہ مخلوقات ہی کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً وہ کسی مرتے ہوئے انسان یا حیوان، یا ملائکہ، جن، بھوت پریت وغیرہ کے نام ہوں گے ظاہر ہے کہ "الکعبہ" کو جن ذات کے ساتھ انتاب کا شرف مسلمانوں کے نزدیک حاصل ہے وہ مخلوق نہیں بلکہ خالق کائنات کی ذات ہے پھر مخلوقات کی نماندگی کرنے والی صورتوں کو "الکعبہ" پر قیاس کرنا کس حیثیت سے صحیح ہو سکتا ہے اور ان بھی لیا جائے اگرچہ قطعاً یہ ایک ایسی بات کو تسلیم کر لیتا ہے جو واقعہ نہیں ہے مگر مان لیجئے جیسا کہ اس زمانہ میں بعضوں کی طرف سے یہ دعویٰ پیش ہوا ہے کہ پتھر کی کھودی جن صورتوں کو وہ پوجتے ہیں ان کے نزدیک وہ مخلوق کی نہیں بلکہ خالق کی نماندگی کا کام انجام دیتی ہیں کہتے ہیں کہ نادیدہ خالق کے دھیان کو ان ہی دیدہ صورتوں کو سامنے رکھ کر ہم جلاتے ہیں، بت پرستی کی تیارہ توجیہ جو قطعاً ایک غیر واقعی توجیہ ہے، بہر حال جب کبھی اس توجیہ کا ذکر میرے سامنے آیا تو دل نے ہمیشہ یہ فیصلہ کیا کہ کچھ اور ہو یا نہ ہو لیکن مخلوق پرستی کے طرفداروں

کی شکست فاش کا یہ کھلا ہوا اعتراف ہے، کیونکہ واقعہ خزاہ کچھ ہی ہو تو جہنہ کرنے والے تو یہ مان ہی لیا کہ مخلوق پرستی کو وہ بھی ایک غلط مسکب سمجھتے ہیں اور یہ کہ ان پرست کے ارتقاء کا طبعی طریقہ یہی ہے کہ خالق تعالیٰ جل مجدہ اور اس کے کمالات و صفات سے ربط پیدا کیا جائے۔ اختلاف جو کچھ بھی باقی رہ جاتا ہے وہ صرف خالق کے طریقہ عبادت میں، یعنی مورتی پوجا کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک خالق پرستی کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ایک دیکھی بھالی مورتی کو سلنے رکھ کر خالق کا دھیان جایا جائے لیکن خالق پرستی کے اس طریقہ پر اصرار کرنے والوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آخر ان مورتیوں سے خالق کے دھیان کو جو آپ جاتے ہیں، اس کی منطقی توجیہ کیا ہے؟ یعنی ان دیکھے خالق کی طرف دیکھی ہوئی مورت سے آپ کا خیال کس علاقہ کی پشت پناہی میں منتقل ہوتا ہے؟ تصویر میں اور جسکی وہ تصویر ہو، دونوں میں صورتی مشابہت ہوتی چاہیے گدھے کی تصویر کو سلنے رکھ کر اپنی بیوی کی تصویر کو آدمی کیا اپنے اندر تازہ کر سکتا ہے؟ سوال یہی ہوتا ہے کہ مورتیاں جن میں عموماً مردوں یا عورتوں کی بہت شکل و صورت قائم کی جاتی ہے، اب خواہ مردانی صورت ان کی ہو یا زنانی اسکو سامنے رکھ کر اس ذات بے ہمتا کا دھیان کیسے جایا جاسکتا ہے جو نہ مردوں کی جیسی صورت رکھتا ہے اور نہ عورتوں جیسی شکل اسکی ہے۔ آخر اس کا "تزکار" اور پر تراز خیال و قیاس و گمان و وہم ہونا یہ تو فطرت انسانی کا ایک متفقہ جلی شعور ہے،

اور اگر یہ مطلب ہے کہ خالق کی کسی مخلوق کو سامنے رکھ کر آپ چاہتے ہیں کہ خالق کی یاد کو تازہ کریں، تو اسکے لئے کیا آسان و زمین، شجر و حجر بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ کافی نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تراشی ہوئی مورتیوں اور ڈھائے ہوئے بتوں میں انسانی صنوت کاری، اور کاریگری کے آثار و نتائج بھی چونکہ شریک ہو جاتے ہیں اسلئے خالق کی یاد کی تجدید میں بجائے مدد ملنے کے اس کا زیادہ اندیشہ ہے کہ راہ کے وہ روڑے نہ بن جائیں خصوصاً جب روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کسی ریلچو یا مجسمہ کو دیکھ کر ذہن عموماً اس بت تراش اور مجسمہ ساز کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اپنی صنعتی مہارت اور چابکدستی کے کمالات کو پتھریا لکڑی وغیرہ کے ٹکڑوں میں نمایاں کرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ گہرا یہ نفسیاتی سکہ ہے کہ مورتیوں کے سامنے

جا کر دیکھا جاتا ہے کہ بجاویں کی تشفی ہو جاتی ہے، بتوں کے آگے حضور ہی اسی کو وہ سب کچھ سمجھ دیتے ہیں، گویا پتھر کی کھودی ہوئی کسی مورتی کے سامنے چند پھول یا پھل وغیرہ کو رکھ دینے کے بعد اس کی دیو لیتے ہیں کہ ان کو سب کچھ مل گیا اسکے بعد قدرتاً "تلاش حق" کا جو فطری جذبہ انسانی سرشت میں گندھا ہوا ہے اس جذبہ کے تقاضے اس عمل کے بعد سرد پڑ جاتے ہیں، برخلاف اسکے "الکلبہ" میں اپونچنے کے بعد بھی جب کسی "سین ٹکل" میں مومن کا خدا سامنے نہیں آتا تو بجائے دھیمی ہونے کے یہ واقعہ ہے روزمرہ کا تجربہ ہے کہ محبوب ازلی کی جستجو کا شعلہ سینے میں زیادہ شدت کے ساتھ بھڑک اٹھتا ہے، ان ہی کھدی اور ڈھلی ہوئی سورتوں یعنی لاعننام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جیسا کہ قرآن میں نقل کیا گیا ہے، امام الموحدين سيدنا ابراهيم خليل عليه وعلى نينا الصلوٰۃ والسلام خدا کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ جو گڑ گڑائے تھے کہ رَبِّ اَنْصُرْنِي كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے پروردگار ان بتوں نے بہتوں کی راہ ماری۔ اس دعا کی فقہ کا ایک بڑا تفسیری پہلو یہی تفسیاتی مسئلہ ہو سکتا ہے خدا ما عندی۔ واللہ اعلم بالصواب اَوْ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقُّ وَهُوَ عِصْدِي السَّبِيْلُ۔

سیرت اسید محمد شہید (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) حصہ اول - تیسرا اڈیشن۔

اردو کی اسلامی مطبوعات میں جن کتابوں نے ہمارے زمانہ میں ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہے اور انہیں دینی جذبات اور سوئی ہوئی ایمانی کیفیت کو ابھارا ہے ان میں یہ کتاب امتیازی درجہ رکھتی ہے مسجدوں اور مجلسوں میں پڑھ کر شام کی گئی کثرت سے لوگوں نے حیرت و حیران بنایا شائد کم کتابیں اتنے بار پڑھی گئی ہوں جتنی یہ کتاب ہندوستان کے سب سے بڑے مجاہد اور مجدد حضرت سید احمد شہید رے بریلوی اور ان کے رفقا حضرت شاہ اسماعیل شہید و غیرہ کی ایمانی و دعوتی زندگی اور اصلاحی و مجاہدانہ کارناموں کی ولولہ انگیز تاریخ پر جسکو پڑھ کر آدمی کو اپنے ایمانی احساس، جذبہ عمل اور کوشاںیت میں ترقی محسوس ہوتی ہے اور اس افسرگی شہید کے دور میں نئی زندگی اور نئی روح پیدا ہوتی ہے قرن اول سے ملتے جلتے واقعات ایمان کی طاقت، اللہ سے تعلق اور صدق و انجاس کے عجیب حالات نظر آتے ہیں۔ درایڈیشن ہاتھوں ہاتھ کل گئے اب کچھ دن پہلے اس کا کوئی نسخہ کسی قیمت پر نہیں ملتا تھا تیسرا ایڈیشن کالی فائدہ

مطبوعات و مفاہیم اور سلفہ تاریخی مقامات کی عکسی تصاویر کے ساتھ شائع ہوا ہے کسی درمندان کو اس کتاب کے مطالعہ سے محروم نہیں رہنا چاہیے

مدینہ طیبہ میں رمضان مبارک کے چند دن

(از مولوی محمد ثانی صاحب حسنی)

(مندرجہ ذیل مضمون الحاج مولوی محمد ثانی صاحب کے غیر مطبوعہ سفرنامہ کے چند صفحات ہیں، آپ کو مدینہ طیبہ میں رمضان گزارنے کا شرف حاصل ہوا اور آپ نے وہاں کے مشاہدات و تاثرات میں قیام حجاز کے پورے واقعات کو روزنامہ کی شکل میں مفصل قلمبند کیا۔)

آج رمضان المبارک کی آٹھویں شب ہے۔ دیر ہوئی کہ مسجد نبوی میں تراویح ختم ہو چکی ہو، رات کا کافی حصہ گزر چکا ہو لیکن حرم نبوی کے ہر کونہ اور ہر سمت میں سیکڑوں آدمی نماز، درود، سلام، تلاوت قرآن، قیام قنود میں مشغول نظر آ رہے ہیں، مختلف سمتوں میں چھوٹی بڑی جماعتیں ذکر اللہ میں مصروف ہیں، اس طرح دیکھیے تو ایک بخاری عالم بڑی خوش الحانی سے تیز آواز کے ساتھ قرآن سنا رہے ہیں، ان کے پیچھے چند جوان اور بوڑھے بخاری بڑی توجہ سے سن رہے ہیں۔ دوسری طرف نظر ڈالیے تو ایک حجازی خوش الحان حجازی لہجہ میں پورے نشاط سے قرآن پڑھ رہے ہیں، ان کے پیچھے ایک اچھی خاصی بڑی جماعت ہو جس میں عربی و ہندی اور دوسرے ملکوں کے ہاجرین اور حجاج ہیں۔

حرم نبوی کا صحن اور دالان ان قرآن پڑھنے والوں کی رجن میں کچھ نماز میں مشغول ہیں اور چند تلاوت میں مصروف ہیں، آوازوں سے گونج رہا ہو مخراب عثمانی سے باب مجیدی تک یہی سہا ہو۔ ان کے علاوہ بکلیوں اور قمقموں تلے نیچے، اور بوڑھے ہاتھوں میں حائل اور قرآن لیے مشغول تلاوت ہیں۔ مسجد نبوی کے دالان خصوصاً روضہ جنت اور اس سے زائد مخراب نبوی میں نوافل ادا کرنے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ بلکہ مخراب نبوی پر تولائن لگی ہو اور ایک کے پیچھے ایک کھڑا ہو کہ کس طرح اس کو جگہ مل جائے۔

خدا یا یہ تیرے بندے عجیب غریب ہیں کئی گھنٹے گزر گئے مگر جو قیام میں ہو وہ قیام ہی میں ہو جو تلاوت میں ہو وہ ویسا ہی تلاوت میں مشغول ہو، بازار میں چل پھل ہو، رونق ہو، دل چسپی کے تمام سامان میں گر ان کو سوائے تیری حضوری کے اور کسی کام سے دلچسپی نہیں، نہ یہ شکستے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں لا تلیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ لے اللہ مجھے بھی ان جیسا شوق عطا فرما۔

(۲) آج جمعہ کا دن ہو۔ مدینہ منورہ میں میرا یہ پہلا جمعہ ہو، ہر طرف چل پھل ہو۔ اذان جمعہ سے بہت پہلے لوگ مسجد پہنچ چکے ہیں، پہلی صف تو گھنٹوں پہلے ہی پُر ہو چکی، میں اذان سے ایک گھنٹہ پہلے اس نیت سے پہنچا کہ مجھے کبھی آگے امام کے قریب جگہ مل جائے، پڑی کوششوں اور کاوشوں کے بعد مجھے جگہ ملی تو اکیسویں صف میں، وہ بھی سترونیوں کے درمیان رہیہ واضح رہے کہ یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب حجاج آرہے ہوں یا آچکے ہوں،

اذان ہوتے ہی تمام دروازے نمازیوں سے پُر ہو گئے۔ دن کے قدموں کی آوازیں گھروں تک آ رہی ہیں۔ تیسویں گھام رواج ہو، ہر شخص کے ہاتھ میں تسبیح نظر آئے گی، بچے، بوڑھے، جوان، مرد و عورت کون و وقار سے چلتے نظر آئیں گے۔ عامی ہو یا عالم، ایک معمولی سا مہیا ہی ہو یا بڑے بڑا عہدہ دار سب بارگاہ نبوی میں ایک ہی لباس میں نظر آرہے ہیں۔

امام صاحب ایک مرد صالح اسم با مسمیٰ بزرگ ہیں، عمر تقریباً ۷۰ سال ہو، نجدی عالم ہیں۔ ضعیف و نحیف، نورانی صورت، نہایت خلعت و متواضع۔ جمعہ کے دن حرم نبوی کے قہقہے اور بھلیاں یہاں کے خاص خدام (اغوات) صاف کرتے ہیں۔

امام صاحب اثناء خطبہ میں جب بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیتے ہیں تو اپنا منہ سرور عالم صلی اللہ وسلم کی جانب پھیر دیتے ہیں، وہ عجب منظر ہوتا ہے جس وقت اس کا تصور کیا مشاہدہ ہوتا ہے کہ حضور ہمیں آرام فرما ہیں اور آپ کے دونوں خلفا جن کے لیے بعد دیگرے خطبہ میں نام لیے جاتے ہیں یہیں محو خواب ہیں۔ اور خطبہ ثانیہ میں جن کے نام لیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر ہمیں چند گز کے فاصلے پر بقیع میں آسودہ خاک ہیں۔ یہی وہ مسجد نبوی ہے جہاں حضور ستون کے سہارے اور منبر نبوی پر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ ان سب باتوں کا خیال کر کے دل پر عجب اثر ہوتا ہے اور جمعہ اور اس کے خطبہ میں ایک نئی روح اور نیا کیفیت پیدا ہو جاتا ہے۔

(۳) حرم نبوی میں قاعدہ ہے کہ ہمیشہ تہجد کی بھی اذان ہوتی ہے۔ رمضان المبارک میں پوری رات حرم نبوی کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اور باقی دنوں میں نماز عشا کے بعد دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ آج کل عربی وقت کے لحاظ سے سات بجے تہجد کی اذان ہوتی ہے اور پانچوں مناروں پر پرسکون فضا میں قریباً ۱۰۔۸ منٹ تک خوش الحان موزونوں کی اذانیں جو ترجم کے ساتھ دی جاتی ہیں ہوتی رہتی ہیں یہ اذان رمضان المبارک میں سحری کی علامت ہے، اس کے علاوہ سحری کی دوسری علامت جو دودھ کے پنے والوں کے لیے ہے وہ منارہ بلالی پر ایک بوٹنی ہوتی ہے۔ نماز فجر کے بعد عام طور سے لوگ اسی حرم نبوی کے صحن و دالان میں سو جاتے ہیں۔

(۴) ادھر عصر کی نماز ختم ہوئی ادھر روزے داروں نے افطار کا سامان ہیا کرنا شروع کیا اگرچہ عصر اور مغرب کے درمیان تین گھنٹے کا فاصلہ ہوتا ہے مگر لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو جاتی ہے۔ بازار میں خرید و فروخت شایاں ہے، کھجور اور انگور کے سڑکوں کے کنارے دوکانوں پر خوشے کے خوشے نظر آ رہے ہیں وہی اور دودھ ہر سمت بکنا نظر آ رہا ہے۔ مسجد نبوی روزے داروں سے پُر ہوتی جا رہی ہے۔ ہزاروں لمٹی کی نازک صراحیاں جن کو یہاں "شریہ" کہتے ہیں لکڑی کے بکسوں میں رکھی ہیں۔ مغرب سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے خوش پوشاک، شریف صورت، بو عمر بچے کاندھوں پر لائے لائے تو لیے ڈالے، انگلیوں میں صراحیاں تھامے، ایک ایک ہاتھ میں پانچ پانچ، چھ چھ صراحیاں انگلیوں میں پروئے ہوئے آتے ہیں اور بکسوں کے اندر رکھ جاتے ہیں۔ روزہ دار حسب مرضی دودھ ایک ایک صراحی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔

مغرب کا وقت قریب قریب تر آتا جاتا ہے اور مسجد بھرتی جاتی ہے، صحن و دالان میں ٹولیاں بیٹھی ہیں، افطار کا سامان جس میں عام طور پر انگور و کھجور ہی ہوتے ہیں، رکھا ہے۔ اور سامنے وہی ٹھنڈے شربے جس کا پانی ربرٹ کے مانند ہوتا ہے۔

دن بھر کا روزہ، دن بہت بڑا، گرمی کی شدت، مغرب کا قرب، سامنے ٹھنڈے شربے، دو تین منٹ باقی ہیں، ہر شخص بے چینی سے منتظر ہے، آنکھیں مناروں پر، اور کان موزون کی آواز پر ادھر اذان ہوئی ادھر ایک ہاتھ میں شربہ، دوسرے میں کھجور و انگور، جولڈت اس وقت محسوس ہوتی ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتی۔

(۵) آئیے آج آپ کو مسجد نبوی کی زیارت کرائیں۔ آپ باب مجیدی سے جو گنبد خضر کے عین سامنے ہے داخل ہوں، عصر کا وقت ہو، نماز ہو چکی ہو، جانے والے جا چکے ہیں، اپنے دائیں طرف سے چلنا شروع کیجیے، دیکھیے یہ سامنے ایک عمریدہ عالم صاحب بیٹھے علم و ادب و معانی کا درس دے رہے ہیں۔ ان کے ارد گرد پچیس تیس طلبہ مختلف ملکوں اور شہروں کے بیٹھے ہیں۔ اسی طرح ان کے آگے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مختلف دینی مجلسیں گرم ہیں، وہ دیکھیے تھوڑے فاصلے پر ایک صاحب د عظم کہہ رہے ہیں اور بہت سے لوگ د عظم سن رہے ہیں۔ کہیں الگ الگ لوگ بیٹھے ہوئے ذکر اور تہذیب میں مشغول ہیں۔ اور آگے بڑھے وہ سامنے ایک وسیع حلقہ ہو جس میں بچے اور بوڑھے، ہر عمر اور علم والے لوگ بیٹھے ہیں۔ اس میں نجدی بھی ہیں، حجازی بھی، مصری بھی اور ترکی بھی، مختلف ملکوں کے ہمارے بھائی، کتابیں کھلی ہیں اور تقریر ہو رہی ہے۔

وہ دیکھیے متکفین کے ڈیرے لگے ہیں۔

لیجیے باب الرحمۃ آگیا، یہ دیکھیے سامنے جالیوں سے ملے ہوئے بہت سے غرباء اور فقراء میلے اور بوسیدہ کپڑے پہنے اپنے سامنے چادریں اور برتن رکھے بیٹھے ہیں، ان کے دوسری طرف تیم بچے (دارالیتامی کے)، ایک لباس میں بلوس کٹے سکون اور ترتیب سے بیٹھے ہیں اور اپنے مربی کے حکم کے منتظر ہیں۔ ادھر مربی کا حکم ہوا ادھر وہ ترتیب وار چلنا شروع ہو گئے۔

دالان میں وہ دیکھیے جہاں بیڈنا ابو بکرؓ کا خوشہ (چھوٹا دروازہ) ہے۔ اس کے قریب ایک حجازی قاری کس درد بھرے لہجے سے قرآن کریم پڑھ رہا ہے اس کے ارد گرد ہندستانی، حجازی، ہماو، ترکی و شامی اور مصری گھیرا ڈالے قرآن شریف سن رہے ہیں، اور وہ بخود ہی میں مست ہو ہو کر تلاوت میں مشغول ہے۔ ترکی حجاج رفت و تاثر میں ممتاز ہیں۔ ایک ترکی تو ڈھارڈیں مارا کر رہا ہے۔

اچھا آگے بڑھیے، وہ سامنے کتنا وسیع حلقہ ہو، یہ حدیث کا درس ہے۔ یہ حلقہ تمام حلقوں میں زیادہ وسیع اور ممتاز ہے، یہ درس عام فہم ہے، ہر شخص اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ یہاں افریقہ کے ایک عالم عبدالرحمن السودانی جو مدرسہ دارالحدیث میں مدرس ہیں، ریاض الصالحین کا درس دے رہے ہیں۔ ۲۵-۳۰ طلبہ زیر درس ہیں، ان کے علاوہ بہت سے عام لوگ بھی سن رہے ہیں،

ان کی تقریر لکھی ہوئی واعطائے طرز پر ہو، آسان مسائل، عام فہم باتیں، صحابہ کے حالات، تقریر پرچوش آواز تیز ہو۔

ان سے کچھ فاصلے پر ایک دوسرے استاد محمد الحکر کافی المنجدی درس دے رہے ہیں۔ ان کا درس پہلے درس سے مختلف، علمی مذاق رکھنے والے اور ذی استعداد حضرات کے قابل ہو۔ مسائل بلند اور احتکافی ہیں، جس کی وجہ سے سوائے طلبہ کے دوسرے لوگ کم سمجھتے ہیں۔

یہ دونوں حلقے سب سے بڑے حلقے ہیں۔ انھیں دو حلقوں میں، روضۂ جنت تو عبادت گزاروں سے بھرا ہو۔ آوازیں آ رہی ہیں منبر نبوی سے لے کر حجرہ شریفہ تک جگہ نہیں، پوری جگہ پر ہو۔

وہ دیکھیے سامنے باب النساء ہو، اس پر عورتوں کا اچھا خاصا اجتماع ہو عربی و ہندی و جادی عورتیں قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہیں بہت سی عورتیں ٹھہرے بیٹھی تلاوت کر رہی ہیں اور بیچوں میں مشغول ہیں اصحاب صفہ کا چوترا باب النساء سے ملا ہو اس پر قطار در قطار اغوات (خوجے) اپنے مخصوص لمبے لباس، چوڑی اور لمبی آستین والے خاص طرز کے جتے، ایک خاص قسم کی بگڑی پہنے، بڑی بڑی قمیصیں لینے بیٹھے ہیں، یہ سب اُعدۂ نبوی کی جانب متوجہ ہیں اور بڑے منکر المزاج دیندار خدنگدار ہیں کسی سے آجتکا مال نہیں کیا کوئی اگر انکی خدمتیں کچھ پیش کرنا چاہے تو توضیح کیا تھ قبول کرتے ہیں اچھا آگے نظر ڈالیے اسی اصحاب صفہ کے چوترے کے قریب ایک صاحب زبانی احادیث زور زور سے پڑھ رہے ہیں انکے ارد گرد بہت آدمی کھڑے ہیں، مصری حجاج بڑے غور سے انکو دیکھتے ہیں معلوم ہوا ہو کہ ان صاحب کو قریباً ڈیڑھ ہزار حدیثیں مع سند کے یاد ہیں اور یہ صاحب پانچوں نماز کے بعد یاد رکھنے کی خاطر اسی طرح پڑھتے رہتے ہیں۔

اچھا اب آئیے سرور کائنات علیہ السلام کے موابہ شریف میں چلیے۔ یہ دیکھیے کتنا ازدحام ہو کہ تلکھنے کی جگہ نہیں اور دوزنک آدمی کھڑے ہیں، آوازیں کا عالم یہ ہو کہ کان پری آواز سنائی نہیں دیتی۔ کوئی تنہا سلام پڑھ رہا ہو کہیں مجمع ہو کوئی خود پڑھ رہا ہو کسی کو مزبور پڑھوا رہے ہیں، کوئی خاموش کھڑا ہو، کوئی بلبا بلبا کر رہا ہو، کسی کے صرف آنسو رخسار پر ٹھہک رہے ہیں، سب کی نظریں نیچی ہیں، دائیں بائیں دو شرطی (پا ہی) کھڑے ہیں تاکہ کوئی خوش اعتقاد دی میں حداد سے تجاوز نہ کرے حضور کے ساتھ ساتھ شیخین (حضرت ابو بکر و عمرؓ) پر بھی سلام پڑھا جا رہا ہو اور قیامت تک پڑھا جاتا رہیگا، دن رات یہاں یہی شغل رہتا ہو، ان نظاروں کو دیکھ کر میا ختمہ زبان پر ہو ۵

راہ اس محفل رنگیں کی دکھائے سب کو اور اسی بزم کا دیوانہ بنا دے سب کو
(۶) لیجیے عید آ رہی گئی، کہاں کی عید، مدینہ منورہ کی عید، عید تو اپنے نہ معلوم کتنی بار کی ہوگی اور کس کس طرح

کی ہوگی، اب مدینہ منورہ کی عید دیکھیے۔ رات ہی سے دکانیں کھل گئی ہیں، گھر گھر در در خوشیاں منائی جا رہی ہیں کھجور کی دکانوں پر میلا لگا ہوا، فطر کے کیلئے سکر ڈوں آدمی کھجور خرید رہے ہیں، صرافوں کی دکانیں کھلی ہیں، نوٹوں سے روپے اور روپوں کی ریزگاری بھنائی جا رہی ہے، بازار مٹھائیوں، پھلوں سے بھرا پڑا ہے، سورج نکلنے سے قریباً ۲ منٹ بعد نماز عید ہوتی ہے، نماز فجر ہی سے مسجد بھر جاتی ہے، نماز عید عربی وقت سے انبکے ۲ منٹ پر ہوتی ہے۔

مسجد نبوی آج لوگوں سے اتنی پُر ہے کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں، زرق برق لباسوں سے ملبوس عرب اور غیر عرب، غریب و امیر آتے جاتے نظر آ رہے ہیں، عطر اور خوشبو کی ہمک سے گلیاں معطر، باب السلام سے باب النساء اور حجاب عثمانی سے باب مجیدی تک سر ہی سر دکھائی دے رہے ہیں، اس ازدحام کے باوجود سکون و سکوت طاری ہے۔

مواہبہ شریف چلیے اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دیجیے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ب عیدی لینے آئے ہیں، اس وقت کا سلام جس درد اور خوشی سے پڑھا رہا ہے اس کی کیفیت اسی در پر نظر آ سکتی ہے جسے دیکھے آنکھوں میں آنسو بھرے سلام کا گلدستہ پیش کر رہا ہے۔

گر قبول افتد زہے عسرا و شرف
جی چاہتا ہے کہ کسی طرح جالیوں سے لپٹ لپٹ کر روئیں اور قربان ہوں

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر

ادا میں لاکھ اور بیتاب دل ایک

نماز ختم ہو چکی ہے، مبارکبادیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، جسے دیکھو خوشی و مسرت کا پیام دو ہاتھوں اور آجباب، بھپوٹوں، بڑوں، کوٹے رہا ہے، خوشی و مسرت سے تمام چہرے کھلے ہیں، خوشبو سے گلی گلی ہمک رہی ہے۔ مواہبہ شریف کا اثر دہم بڑھتا جا رہا ہے، آج عجیب حال ہے ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا ہے، شعرا نعت پڑھ رہے ہیں کسی زبان پر سلام کا ایسا سلسلہ ہو جو ختم ہونے میں نہیں آتا، کوئی ٹوٹے پھوٹے سیدھے سادے الفاظ میں مگر بڑے اخلاص اور سوز کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے، کوئی ٹک ٹک کر رہا ہے اور کوئی صرف آنسو گراتے ہوئے خاموشی کی زبان سے اپنی پیتا سار رہا ہے۔

سلام علی انوار طلعتک اکتی

اعیش بہا شکراً وافنی بہا وحدا

چند تجربے اور مشورے

(از جناب مولانا الحاج محمد ادیس صاحب ندوی نگرانی)

(۱) اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو حج بیت اللہ اور زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق نصیب فرمائے اس کو چاہیے کہ اس مبارک سفر کے لیے ایسے مال کا انتظام کرے جو حلال، پاکیزہ ہو اور زکوٰۃ ادا کی جا چکی ہو جو مال طیب اور حلال نہ ہو کسی وقت میں بھی اس کو اپنے استعمال میں لانا درست نہیں ہو، بالخصوص ایسے مبارک سفر میں اور بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، پچھلے سال مجھ کو اسلامی جہاز پر دو ایسے دوستوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا جو بڑے ترک و احتشام کے ساتھ حرمین شریفین کے لیے سفر کر رہے تھے، لیکن انہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں ادا کی تھی۔ بعد کو سمجھانے سے کم از کم اس رقم کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا ارادہ کر لیا تھا جس کو وہ سفر حج کے لیے لے کر گھر سے نکلے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ سے زکوٰۃ کا باقاعدہ انتظام رکھیں گے۔

(۲) سفر حج کے لیے مصارف سفر کے انتظام میں، سامان سفر کی درستی میں اعزاء اور احباب سے ملنے میں، دعوتوں کے کھانے میں، عازمین بیت اللہ کا بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ کاش اس کا ادھا وقت بھی وہ مسائل حج کے سیکھنے اور اس کے سمجھنے میں صرف کرتے تو ان کے حق میں بہت مفید ہوتا! عموماً حجاج یہاں اس بھروسے پر جاتے ہیں کہ حجاز میں معلمین حج کرا دیں گے۔ حالاں کہ معلمین موسم حج میں اس قدر مشغول ہوتے ہیں کہ ان کے لیے یا ان کے رفقا کے لیے آسان نہیں ہے کہ وہ ہر حاجی کو سنون طریقہ پر ارکان حج ادا کرا دیں۔ اس لیے جب تک حاجی خود صحیح طریقہ پر ارکان حج کی ادائیگی کا اہتمام نہ کرے گا اسکو سنت کے مطابق حج کرنا مشکل ہے پچھلے سال حج کے موقع پر متعدد ایسے واقعات میرے سامنے آئے جن سے اندازہ ہوا کہ یا تو معلمین اور ان کے رفقا مسائل حج سے پوری طرح واقف نہیں ہوتے ہیں، یا اگر واقف ہوتے ہیں تو ان کے ادائیگی میں اس درجہ تاہلی اور غفلت سے کام لیتے ہیں جو انتہائی دردناک ہوتا ہے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ ارکان حج کی ادائیگی میں محض معلمین

پر ہرگز ہرگز بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ خود ہی حج کے مسائل کو پوری طرح سیکھ لیا جاوے اور اگر حاجی تعلیم یافتہ ہے تو مناسک حج پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کو بار بار پڑھ لے۔ اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے مناسک حج میں معلم الحجاج بہترین کتاب ہے۔

معلمین کی ضرورت ارکان حج کی ادائیگی میں بہر حال پڑے گی، مثلاً یہ کہ اگر آپ کو مسائل حج معلوم ہیں تب بھی مقامات نہیں معلوم ہیں۔ اس لیے ایسے موقعوں پر معلمین یا ان کے رفقا کے بغیر چارہ کار نہیں، مگر نفس مسائل کی ادائیگی میں آپ کو مضبوطی سے ان طریقوں پر جمنا چاہیے جو آپ نے مستند کتابوں میں پڑھا ہے۔ یا مستند عالموں سے سیکھا ہے۔ معلمین یا ان کے رفقا خواہ کتنا ہی آپ کی روش پر برا فروختہ ہوں۔

(۳) سفر حج کی ابتدا سے لے کر انتہا تک یہ منظر انتہائی اندوہناک ہوتا ہے کہ عموماً حجاج آداب سفر کا لحاظ نہیں فرماتے ہیں، جو باتیں عام حالات میں بھی نامناسب ہوتی ہیں اس مبارک سفر میں بھی وہ باتیں عادت کی بنا پر بر ملا ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

بچھلے سال لکھنؤ اسٹیشن پر جبکہ حجاج کا بڑا قافلہ بمبئی کے لیے روانہ ہو رہا تھا، یہ واقعہ دیکھنے میں آیا کہ ایک قافلہ نے ریل کا ڈبہ رزرو کر لیا تھا۔ لیکن جیسے ہی ریل اسٹیشن پر پہنچی تو ان حجاج نے اس ڈبہ پر قبضہ کر لیا جنھوں نے ریزرو نہیں کر لیا تھا۔ بار بار بتلانے پر بھی ان لوگوں نے ان جگہوں کو نہیں چھوڑا، اس پر کافی تلخی بھی پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح واپسی میں جدہ میں علوی جہاز پر جبکہ حاصل کرنے کے لیے حجاج میں اس قدر سخت ہنگامہ ہوا کہ مار پیٹ کی نوبت آگئی اس جنگ میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شریک تھیں۔

بمبئی میں مسافر خانوں میں، اور آمد و رفت میں جہاز میں جبکہ حاصل کرنے کے لیے، اور حجاز میں موٹروں اور اونٹوں پر اور مینیا اور عرفات میں جگہوں پر قبضہ کرنے کے موقع پر، نیز دوسرے ایسے مواقع اس قسم کی بدعنوانیاں عموماً ہوتی رہتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر حجاج بار بار سفر حج کے آداب اور حج کی عظمتوں کو ذہن نشین کرتے رہیں۔ اور حج کے مفہوم اور مقصد پر برابر غور کرتے رہیں تو ان شاء اللہ مبارک سفر اپنے آداب کے ساتھ طے ہو جائے گا اور اس کی برکتیں نصیب میں آئیں گی۔

(۴) جہاز جس وقت جدہ کے ساحل پر لنگر انداز ہو گا اسی وقت سے حجازیوں کا اور حجاج کا

ایک دوسرے سے سابقہ پڑنا شروع ہو جائے گا اور پھر آخر میں واپسی کے وقت جدہ کے ساحل ہی پر یہ ساتھ ختم ہوگا۔

حجازیوں میں جن لوگوں سے عموماً حاجیوں کا سابقہ پڑتا ہے وہ کشتی والے، مزدور، اونٹ والے یا موٹر والے، ڈرائیور، معلم، مزدور، وکیل، اور ان لوگوں کے کارندے، اور سائل ہوتے ہیں۔ حاجیوں کو چاہیے کہ وہ ان سب کو بھی اپنا ہی جیسا انسان سمجھیں۔ اور خواہ مخواہ کے لیے ضرورت سے زیادہ حسن ظن کو دخل نہ دیں، ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی، نرم مزاج بھی ہیں اور سخت مزاج بھی ہیں، بے غرضی بھی ہیں اور لالچی بھی! حجاج عام طور پر یہ خیال لے کر جاتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں سب اولیاء اللہ ہی رہتے ہیں۔ مگر جب معاملات پڑتے ہیں تب وہ جبرت زدہ ہو جاتے ہیں اور بعض وقت نہایت مکروہ فقرے زبان سے نکال ڈالتے ہیں۔ اگر وہ شروع ہی سے اس قدر حسن ظن کو دخل نہ دیں تو یہ صورت حال نہ پیدا ہو۔ نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ محض ان طبقوں پر بقیہ دوسرے مکہ مدینہ والوں کو ہرگز نہ قیاس کرنا چاہیے۔ ہم لوگ جن کو اپنی تہذیب، تمدن، اور معاشرت و اخلاق پر بڑا ناز ہے۔ وہ اہل مکہ اور مدینہ کی تہذیب، معاشرت اور ان کی اخلاق و تمدن کو پا نہیں سکتے! عام حاجیوں کو اس طبقہ کے لوگوں سے سابقہ ہی نہیں پڑتا ہے۔ وہ تو چند مخصوص لوگوں کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ یہ بات اس لیے کھول کر بیان کرنا پڑی تاکہ عام حجاج عام اہل مکہ اور اہل مدینہ کے حقوق اور ان کے مراتب کا لحاظ رکھ سکیں اور اس معاملہ میں ان سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔

(۴) حجاج کو خصوصیت کے ساتھ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ وہ عام اہل مکہ، اہل مدینہ یا اسی طرح دوسرے ممالک اسلامیہ سے آئے ہوئے عام حجاج کی ہر بات میں تقلید کی کوشش نہ کریں۔ جس طرح ہمارے ہندوستان میں عوام دین سے ناواقف ہیں اور عموماً ان کا ہر عمل شریعت کے مطابق نہیں ہوتا ہے اس لیے بے سمجھے ہوئے ان کی ہر بات کی نقل اتارنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔ اس لیے نماز، مناسک حج، وضع قطع، صورت شکل، اور دوسرے معاملات میں ان طریقوں کو چھوڑنا درست نہیں ہے، جن کو ہم نے مستند کتابوں میں پڑھا ہے، یا مستند علماء سے سیکھا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حج کے موقع پر دنیا کے اسلام کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ان کے مسلک مختلف ہوتے ہیں، مثلاً کوئی حنفی ہوتا ہے، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی جہلی، کوئی ظاہری،

شیعہ صاحبان بھی ہوتے ہیں، اب اگر ہم خواہ مخواہ سب کی نقل آمازنا شروع کریں تو بس اسی کے ہو رہیں گے اس لیے ان معاملات میں بہت احتیاط چاہیے۔

(۵) مکہ معظمہ کے زمانہ قیام میں عموماً لوگ سیر و تفریح میں پڑ جاتے ہیں۔ بے شبہ جو تبرک مقامات ہیں ان کی زیارت سے نفع اندوز ہونا چاہیے۔ مگر زیادہ وقت مسجد حرام میں اور خانہ کعبہ کے طواف میں صرف کرنا چاہیے۔ یہ دولت ہر شخص کو بار بار نہیں ملتی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ کعبہ صفا، مروہ، زمزم، منیٰ، عرفات، ادرمزولفہ کی عظمتوں، برکتوں اور ان کے فضائل کا جس قدر خیال غالب رہے گا، اور دینی اعتبار سے ان مقامات کی تاریخ جس قدر معلوم ہوگی اسی قدر کیف پیدا ہوگا، مناسب صحیح طور سے ادا ہوں گے۔ اور انشاء اللہ برکات معنوی سے انسان بہرہ اندوز ہوگا۔ اس لیے اس وقت کو ضائع نہ کرنا چاہیے اور قلب و قالب کو حق تعالیٰ کی یاد میں لگانا چاہیے جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں وہ مستند کتابوں کے ذریعہ ورنہ پڑھے لکھے لوگوں سے ان مقامات کی بلندی کا حال معلوم کر کے ان کی پوری قدر کرنا چاہیے۔

اسی طرح مدینہ طیبہ میں حاضری کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مناقب حضور کی عظمتوں اور امت کے حال پر حضور کی شفقتوں کا استحضار رہنا چاہیے، مسجد نبوی کے آداب کا دھیان رہنا چاہیے جس قدر ان امور کا خیال غالب رہے گا انشاء اللہ حقوق میں کوتاہی نہ ہوگی اور برکات محسوس طور پر حاصل ہوں گے۔

ایک بڑی کوتاہی روضہ مبارک پر حاضری کے وقت لوگوں سے یہ ہوتی ہے کہ مزور کے ساتھ زور و شور سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اور وہ تمام آداب جو اس موقع پر برتنا چاہیئے ان سے غفلت کرتے ہیں۔ خوب سمجھنا چاہیے کہ بڑے ادب کا مقام ہے۔ ایسا کوئی فعل جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء کا باعث ہو اس سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے۔

(۶) حجاج کی خدمت میں میری آخری معروضات یہ ہیں کہ سامان سفر کم، مگر اپنی ضرورت کے اعتبار سے پورا ضرور لینا چاہیے۔ مصارف میں نہ تو فضول خرچی کی جائے اور نہ جُزسی سے کام لیا جائے میں نے دیکھا ہے کہ لوگ بے موقع بہت خرچ کرتے ہیں اور موقع پر سخت سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اگر لوگ اپنے کو صبر کا عادی بنائیں اور بہت جلد پریشان نہ ہو جایا کریں

تو بڑی حد تک وہ آرام پا سکیں گے۔ جہاز میں چڑھنے کے وقت اور اترنے کے وقت عجب سراسیمگی کا عالم ہوتا ہے۔ حالانکہ خوب معلوم ہے کہ جہاز تمام حجاج کو لیے بغیر اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے گا۔ اسی طرح جدہ سے مکہ منظر اور مدینہ منورہ کے سفر کے وقت نیز منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی روانگی کے وقت لوگ اپنے کو قابو میں رکھیں اور خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں تو انشاء اللہ کوئی مشکل پیش نہ آئے گی، بھلا اللہ کہ مجھے کسی موقع پر کوئی زحمت نہیں پیش آئی، صرف ایک وقت ایسا ضرور آیا کہ ناخبرہ کاری کی وجہ سے مجھ کو کھٹوری دیر کے لیے الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ وہ موقع مزدلفہ کی رات کا تھا۔ عرفات سے مغرب کے وقت تمام حجاج اگر مزدلفہ میں قیام کرتے ہیں۔ چند گھنٹوں کے لیے لاکھوں آدمیوں کا مجمع ایک مقام پر جمع ہو جاتا ہے۔ رات کا وقت اجنبی مقام، پانی کہاں ملے؟ کھانا کہاں ملے؟ کسی طرف جانے کا راستہ نہیں، اور اگر آپ چلے بھی گئے تو اپنے رفقاء تک واپس آ جانا اور ان کو اس مجمع میں تلاش کر لینا مشکل! اگر ہم لوگ عرفات ہی سے اونٹ یا لاری پر اپنے ہمراہ پانی لیتے آتے تو کوئی زحمت نہ ہوتی، خدا کے فضل و کرم سے پانی ملا، مگر کافی انتظار اور زحمت کے بعد! اس لیے میرا مشورہ ہے کہ حجاج مزدلفہ کے لیے عرفات ہی سے تیار ہو کر جایا کریں۔

اسی طرح سفر حج میں اچھے رفقاء ضرور تلاش کریں، اچھے رفقاء خدا کی بڑی نعمت ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس دولت سے پوری طرح سرفراز کیا گیا تھا، اول سے آخر تک میرے سفر کے رفیق حاجی محمد نسیم صاحب نگر امی اور حاجی عبد المجید صاحب نگر امی تھے۔ ان حضرات نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ میرے ذمہ ان لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ ان کے ذمہ میرے تمام حقوق ہیں۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم لوگوں کے تعلقات بھلا اللہ بڑھتے ہی گئے غالباً ایسی فاقہ کی مثالیں کم ملیں گی۔ الحمد للہ علی ذالک!

بہر حال اچھے رفقاء تلاش کیے جائیں مگر ان کے جذبات کا ہر دم احترام کیا جائے اور اپنے ذمہ بھی ان کے حقوق سمجھے جائیں۔ تو انشاء اللہ سفر میں بہت آسانی ہوگی۔

عازمین حج کو چند مشورے

—*— اور —*—

ضروری اطلاعات

از جناب حاجی احمد عابد اللہ صاحب حیرین پورٹ حج کمیٹی ممبئی

حج کا ارادہ کرنے والے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ پہلے سے اپنے ٹکٹ کا انتظام کرے، اس کے لیے مغل لائن لمیٹڈ بینک اسٹریٹ فورٹ ممبئی، اور سندھیا اسٹیم نیوی گیشن بلاک ڈاسٹریٹ ممبئی، یہ دو کمپنیاں ہیں، ان میں سے کسی ایک کو درخواست بھیج دینی چاہیے۔ درخواست میں نام، ولدیت، عمر اور پورا پتہ تحریر کرنا ضروری ہے۔ احتیاطاً اس درخواست کی ایک نقل پورٹ حج کمیٹی ممبئی متصل کرافٹ مارکیٹ کو بھیجی جائے تو بہتر ہے، کمپنی کی طرف سے جواب آنے پر حسب تصریح ممبئی آجانا چاہیے۔ ممبئی میں حجاج کے قیام کے لیے دو مسافر خانے ہیں۔ ایک صابو صدیق مسافر خانہ متصل کرافٹ مارکیٹ اور دوسرا ڈاری بندر مسافر خانہ جعفر سلیمان۔ اول الذکر مسافر خانہ میں حج کمیٹی اور جہاز ران کمپنی کے دفتر ہیں، ٹیکہ اور انجکشن کے ڈاکٹر بھی یہاں ہوتے ہیں۔ احرام و کفن کا کپڑا اور غلہ بھی اسی مسافر خانہ میں سرکاری دام سے دستیاب ہو سکتا ہے، موسم حج میں یہ دونوں مسافر خانے ناکافی اور تنگ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے حجاج کو دیگر جماعت خانوں میں جو مسین قوم کے ہیں نیز قیصر باغ وغیرہ میں ٹھہرانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ بہت سے حجاج اپنے اپنے دوستوں اور بشتہ داروں کے پاس بھی ٹھہرتے ہیں، اگر حجاج کے ساتھ غیر حاجی کم آئیں تو بہتر ہے، اس سال نئے بین المللی قانون کے ماتحت ٹیکہ پندرہ روز قبل کا ہونا چاہیے۔ آپ اپنے ہاں کے لوکل بورڈ یا سرجن کے دفتر سے ٹیکہ لگوائیں اور مستند ڈاکٹر جو ایم، ڈی M.D یا کم از کم ایم، بی، بی، ایس M.B.B.S. ہو اس ڈاکٹر سے بیضہ کی سوئی لگوائیں، دوسرے ڈاکٹر سے

لگائی گئی تو وہ تسلیم نہیں کی جائے گی اور پھر سے دوبارہ لگوانی پڑے گی۔ ٹیکہ اور سوئی لگ جانے کے بعد آپ کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہو سکے تو اپنے ہاں سے حج کا پاسپورٹ بھی حاصل کر لیجیے۔ پاسپورٹ میں تصویر کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ان سب کاموں سے آپ فارغ ہو گئے ہیں تو جہاز کے روانہ ہونے سے صرف دو تین روز قبل آپ مبئی تشریف لے آئیں۔ اور کپڑا وغلہ خرید لیں۔ سامان ٹھیک کر لیں اور ٹکٹ حاصل کر لیں، اس سال سعودی ٹیکس بھی یہاں مبئی ہی میں وصول کر لیا جائے گا۔ اور جب تک سعودی ٹیکس ادا نہیں ہو گا آپ کے پاسپورٹ پر ”ویزا“ نہیں ہوگی اور ٹکٹ نہیں ملے گا۔

حج کمیٹی نے اس کے لیے یہ انتظام کیا ہے کہ نیدر لینڈ بینک والے اپنے نمائندہ کو حج کمیٹی مبئی کے دفتر میں بٹھا دیں گے جو روپیہ وصول کر کے رید دے گا۔

فی حاجی ڈاک کلاس کا ٹکٹ ساڑھے چار سو روپیہ ہو اور تین سو تہتر چھ آنہ سعودی ٹیکس ادا کرنے کے بعد صرف ۱۴۰۰ (چودہ سو) روپیہ نقد ساتھ لے جانے کی اجازت ہے، مزید برآں چار ہزار تک کا بینک ڈرافٹ بھی لے جاسکتے ہیں۔ اگر ٹکٹ نصف ہو گا تو دو ہزار کا بینک ڈرافٹ لے جاسکتے ہیں۔ یہ ڈرافٹ بھی بذریعہ حج کمیٹی بینک والوں سے آپ کو باسانی حاصل ہو جائے گا۔ آپ کو بینک تک جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

فرسٹ کلاس کا ٹکٹ جن کا ہو گا انھیں اپنے ساتھ نقد ۲۲۰۰ (دو ہزار دو سو) روپیہ لے جانے کی اجازت ہو اور بینک ڈرافٹ حسب مذکور مزید برآں لیجا سکتے ہیں۔ البتہ نقدی زیادہ نہیں لے جاسکتے۔

جب آپ مبئی میں ان تمام امور سے فراغت حاصل کر لیں تو اب اپنے سامان پر اپنا نشان یا پورا نام دپتہ لکھیے اور پکے رنگ سے لکھیے تاکہ کہیں گم ہو جائے تو آپ کے پتہ پر پہنچ جائے۔ غلہ کی بور یوں پر پورا نام بڑے حروف میں لکھیے۔ حجاج کو الوداع کہنے کے لیے جہان تک ہو سکے کم سے کم لوگ آئیں و لا تو اس لیے کہ یہاں مسافر خانہ میں غیر حاجی کو ٹھہرانے کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ آنے والوں کی وجہ سے آپ بہت سے اپنے کام وقت پر انجام نہیں دے سکتے۔ قلت مکان کی وجہ سے بھی آپ اور وہ پریشان ہی ہوں گے۔ آپ کے کام میں مدد کرنے کے لیے انجن خدام البنی مبئی کے اراکین ہر وقت مسافر خانہ میں کمر بستہ تیار رہتے ہیں وہ آپ کو آپ کے کاموں میں ہر ممکن سہولت پہنچائیں گے۔

حج کمیٹی کی نگرانی میں جہاز پر جگہ حساب سے تقسیم ہوتی ہے جو حاجی کو ان کے مزدور کے

ذریعہ ملتی ہے۔ فی حاجی پانچ روپیہ مزدور کی شرح مقرر ہے اور اس میں فی حاجی پانچ چیزیں شمار کی جاتی ہیں۔ صندوق، بستر، ٹوکرا، کھٹیا اور غلہ کی پوری۔

جہاز میں ایک صاحب کو امیرا حاج بنایا جاتا ہے جس کا تقرر حج کمیٹی کرتی ہے اور وہ عام حجاج اور کپتان کے درمیان سفیر کا کام کرتا ہے۔ آپ اپنی شکایات امیرا حاج کے پاس پہنچائیں کیوں کہ وہ اپنی رپورٹ تیار کر کے ہندوستان کو فضل مقیم جدہ کے حوالہ کرتا ہو، وہاں سے بذریعہ حج کمیٹی وہ حکومت ہند کو پہنچائی جاتی ہے۔

بعض حجاج ناواقفی کی بنا پر اپنے ساتھ سونا یا اشرفیاں لے جاتے ہیں اس میں انہیں کافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ ایک تو یہ کہ حکومت کی طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ وہاں جہاز میں سونے کا بھاؤ کم ہے مثلاً اشرفی کا ہندوستان میں ۵۷ پچھتر روپیہ ہے تو وہاں اس کا ساٹھ روپیہ ہے۔

جدہ میں کسٹم کی کوئی تکلیف نہیں ہے لیکن اگر کسٹم والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے پاس کوئی تجارتی مال ہے تو علاوہ ڈیوٹی کے آپ پر جرمانہ ہوگا۔

جدہ میں جہاز بالکل بندر پر کنارہ نہیں لگتا بلکہ موٹر بوٹ، لالچ اور کشتیاں جہاز کے پاس آتی ہیں اور سامان اتارنے والے مزدوروں بھی آتے ہیں، پہلے ڈاکٹر آ جاتے ہیں۔ ان کے پاس کرنے کے بعد انڈین کونسل، جہاز راں کمپنی والے، مزدوروں کے ٹھیکہ دار اور مزدور آتے ہیں، اور سامان اور حجاج کو کشتی یا لالچ میں بٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔ کشتی کے کرائے کے پیسے ٹکٹ کے ہمراہ لے لیے جاتے ہیں پھر بھی وہاں وصول کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر موٹر لالچ کے فی کس ڈھائی روپے لیے جاتے ہیں پوری لالچ کے سو سے سو سو روپے لیے جاتے ہیں اور کشتی کے پندرہ بیس روپے لیتے ہیں۔ جدہ میں متعلین کے وکیل رہتے ہیں وہ کسٹم پر یعنی گودی میں آپ کو لینے کے لیے آتے ہیں۔ آپ سے پاسپورٹ لیکر آپ کو اپنی جگہ پر لے جاتے ہیں۔ وہاں سے موٹر کا انتظام کیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال تو ٹیکس کے پیسے لینے دینے میں کافی وقت صرف ہوتا تھا مگر اب اس سال تو یہ روپیہ مبئی ہی میں وصول کر لیا جائے گا اس لیے وہاں یہ خرچہ باقی نہیں ہوگا۔

موٹر چار قسم کے ہیں (۱) چھوٹی موٹر جس میں چار سواری آسکتی ہیں۔ (۲) موٹر بس (۳) لاری

اور (۴) کھلی لاری۔ اگر آپ پوری موٹر یا لاری ریزرو کرنا چاہیں تو پوری موٹر یا لاری کے روپے ادا کر دینے سے ایسا ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح منی و عرفات کے لیے بھی موٹر کا انتظام وہاں مکہ میں کیا جاسکتا ہے۔ جدہ سے مکہ پہنچنے پر معلم کے ذریعہ طواف سعی سے فارغ ہونے کے بعد مکان کا انتظام کیا جائے گا۔ کرایہ موٹر کی شرح حسب ذیل ہے۔

مدینہ	عرفات	جدہ سے مکہ تک	پھوٹی موٹر کے
۲۴۰	۹۰	۶۰ روپیہ	موٹر بس
۱۲۰	۴۵	۳۰	لاری
۸۰	۳۰	۲۰	کھلی لاری
۴۰	۱۵	۱۰	اونٹ مع شفت
	۶۶	۲۱	

جدہ، مکہ، اور مدینہ میں حکومت سعودیہ کی طرف سے حج کمیٹی مقرر کی گئی ہے، اگر کوئی شکایت ہو تو ان تک پہنچانی چاہیے۔ انڈین قنصل کے پاس بھی شکایت پہنچانے سے فائدہ ہوگا، ان کو ٹیلیفون سے بھی خبر کر سکتے ہیں۔ جدہ میں اترتے وقت اور واپسی کے وقت حجاج منزل سے بھی کافی استفادہ ہو سکتے ہیں۔ والسلام

”فضائل حج“

از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ
حج و زیارت کے متعلق اردو میں سیکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں
لیکن یہ نئی کتاب اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ حج کو جانے والوں میں عشق
انہی اور حب نبوی کی جو کیفیت اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کی جو عظمت و
محبت ہونی چاہیے وہ اس کی سطر سطر سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر علمی تحقیقات
اور عاشقانہ جذبات کا ایک جگہ جمع ہونا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن اس کتاب
میں یہ دونوں چیزیں پوری طرح جمع ہیں۔ عجیب و غریب محدثانہ و محققانہ
عارفانہ و عاشقانہ کتاب ہے۔ قیمت تین روپیہ

معلم الحجاج مع غلاط الحجاج

حضرت علامہ الحجاج مولانا قاری سعید احمد صاحب
مفتی اعظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور کی تازہ تصنیف
مفتی صاحب نے کئی بار حج کرنے کے بعد حالات کا تجربہ کر کے
حجاج اور معلموں کی غلطیوں کو دیکھ کر سب ارکان واجبات و
مستحبات اور چھوٹے چھوٹے مشکلوں کو بہت تفصیل سے بیان
کیا ہے۔ اس قدر جامع اور مفصل کتاب حج کے متعلق
اردو زبان میں کی۔ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ

حاجِ تہذیبی تبلیغی تعلیمی کام کی ضرورت

اور اُس کا طریق کار

(از: محمد منظور نجفی)

گزشتہ سال (۱۳۶۷ھ) حج کو جانے والے بعض بڑے بڑے قافلوں میں کچھ تبلیغی کام کرنے کا اتفاق ہوا تو اپنی عمر میں پہلی مرتبہ یہ اندازہ کر کے بڑا دکھ ہوا کہ فی زمانہ جو لوگ حج کو جاتے ہیں اُن میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو دین کی ضروری اور بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، حتیٰ کہ اُن کو صحیح طور پر کلمہ پڑھنا بھی نہیں آتا، اور عملی حالت بھی اُن بیچاروں کی بیوقوفی ہے کہ حج کے سفر میں بھی وہ نماز کے پورے پابند نہیں ہوتے، بلکہ بہت سوں کو صحیح طور سے نماز پڑھنا آتا بھی نہیں۔ اور چونکہ اُن لوگوں کو اپنی اس حالت کا احساس بھی نہیں ہوتا اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں ہوتی، اس لئے یہ بیچارے دین سے جیسے ناواقف جاتے ہیں ویسے ہی واپس آجاتے ہیں۔

اسی طرح ہزاروں حج کو جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو دین سے اگرچہ اتنے ناواقف نہیں ہوتے، اور ان کی عملی حالت بھی اتنی خراب نہیں ہوتی بلکہ دینی معلومات بھی اُن کو حاصل ہوتی ہیں اور اُن کی زندگی بھی کسی درجے میں دیندارانہ زندگی ہوتی ہے، لیکن چونکہ حج کا زمانہ جس طرح اور جن مشاغل میں اور جن احتیاطوں کے ساتھ گزرنا چاہئے چونکہ وہ اُن کا پورا اہتمام نہیں کرتے اور پہلے سے حج کی برکات کیلئے اپنے کو تیار نہیں کرتے، اس لئے حج کی خاص برکات اور کیفیات سے وہ بھی محروم رہ جاتے ہیں اور اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ

بطواف کعبہ رستم بہ رسم رہم ندادند کہ پروں در چہ کردی کہ درونِ خانہ آئی

حالانکہ حج و زیارت کا یہ سفر ایسا مبارک سفر ہے اور اللہ تعالیٰ جن بندوں کو نصیب فرمائے ان کے لئے یہ ایسا بہترین موقع ہے کہ اگر اس مقدس سفر میں اپنی اصلاح و درستی کا پہلے سے ارادہ کر لیا جائے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ پر کوشش کی جائے تو انشاء اللہ بڑی آسانی سے اتنا ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کو اپنی عمر میں دین سیکھنے اور اپنی زندگی کو دینی زندگی بنانے کا موقع نصیب نہیں ہوا وہ صرف اس سفر ہی میں ضروری درجہ کی دینی تعلیم و تربیت حاصل کر کے اپنے کو ایک خدا شناس اور سچا مسلمان بنا سکتے ہیں۔ اور جو لوگ پہلے سے بجا اللہ دین سے واقف اور کسی درجہ کے دیندار ہیں وہ دین میں ایسی ترقیاں اور وہ مقامات حاصل کر سکتے ہیں جن کا وہ تصور بھی نہیں رکھتے ہیں۔

طریقہ کار!

(۱) ایک شہر یا ایک ضلع یا ایک علاقہ سے جانے والے حجاج اپنا ایک جماعتی نظام بنالیں اور ان میں جو شخص دین کا زیادہ جاننے والا اور نیک صالح ہو اس کو اپنا دینی معلم بنالیں۔ اور اگر بالفرض اپنے ساتھیوں میں کوئی اس قابل نہ ہو تو دوسرے مقامات کے حاجیوں میں سے کسی ایسے شخص کو اپنا معلم یعنی دینی باتیں بتانے اور سکھانے والا بنالیں، یا کسی دوسری جگہ کے حاجیوں کے تعلیمی و تربیتی نظام میں شریک ہو جائیں اور پورے سفر میں دینی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھیں۔

(اس تعلیم و تربیت کا طریقہ وہ ہے جو ”تبلیغی جماعتوں“ کا ہوتا ہے، کیونکہ مختلف درجہ کے لوگوں کی عمومی اور ضروری دینی تعلیم و تربیت کا وہی بہترین اور سہل ترین طریقہ ہے۔)

(۲) ہندوستان اور پاکستان سے جانے والے حاجیوں کو بمبئی اور کراچی میں تبلیغی کام کرنے والی جماعتیں انشاء اللہ برابر ملیں گی اور امید ہے کہ ہر جہاز میں بھی کوئی نہ کوئی جماعت

تبلیغی جماعتوں کا طریقہ کار اور ان کے تبلیغی کام کے مقاصد اور اصول سے تفصیلی واقفیت کیلئے رسالہ ”دعوت اصلاح و تبلیغ“ دیکھا جائے تو اور پوری واقفیت کسی تجربہ کار اور سلیقہ رکھنے والی جماعت کی نظر کام میں شریک ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اس کام کی کرنے والی اور اس کے اصول اور طریقے کے جاننے والی ان کے رفیق سفر ہوگی۔ پس ان جماعتوں سے آپ ربط و تعلق رکھیں، اور ان کے ساتھ رہ کر دینی فائدہ حاصل کریں۔ یہ جماعتیں محض لوجہ اللہ اس سلسلہ میں آپ کی پوری خدمت کریں گی، اور یہ لوگ آپ کے اچھے رفیق ثابت ہونگے۔

(۳) حج کو جانے والوں میں جو حضرات ایسے ہوں جن سے عام جانے والوں کو دین کی تعلیم و تربیت کا فائدہ پہنچ سکتا ہے، انہیں چاہئے کہ وہ اس کو اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھتے ہوئے اللہ کے بندوں کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدہ پہنچانے کی کوشش فرمائیں، یہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے وارثوں نابھوں کی خاص عبادت ہے جس کا ثواب اکثر حالات میں نفلوں سے اور اوراد و اذکار سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) ہر عازم حج کو چاہئے کہ اس مقدس سفر میں گناہ کے سب کاموں سے بلکہ فضول اور بے کار باتوں سے بچنے کی پوری کوشش کرے، اور جو وقت اپنے ضروری کاموں سے فارغ ہو وہ یا تو دین سیکھنے سکھانے میں (خصوصاً حج کے ارکان اور زیارت کے آداب کی تعلیم و تعلم میں) صرف کرے یا اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہے، یا اچھی دینی کتابوں کے پڑھنے یا دوسروں کو ان کے مضامین سنانے میں اپنا وقت صرف کرے۔

[ضروری دینی معلومات حاصل کرنے اور دین کے جذبات پیدا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل چند کتابوں کا مشورہ خصوصیت سے دیا جاسکتا ہے۔]

”حیات المسلمین“ ”ارکان اسلام“ ”اسلام کیا ہے؟“ ”فضائل پنجہ ساز“

”فضائل حج“ ”فضائل ذکر“ ”فضائل قرآن“ ”حکایا صیغہ“

(۵) بار بار دھیان کر کے اللہ کی عظمت و محبت اور اس کا خوف دل میں بٹھانے کی کوشش کی جائے۔

(۶) تمام جائز اور اچھے مقاصد کے لئے اس سفر میں کثرت سے دُعائیں کی جائیں، اللہ سے

لے حج و زیارت سے متعلق مسائل اور آداب پر اردو میں بہت سی اچھی اچھی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ فضائل حج اور علم الحج یا رفیق حج اگر کسی کے پاس ہوں تو کافی ہیں۔ پڑھے لکھے حضرات کو کم از کم یہ کتابیں اپنے ساتھ ضرور رکھنی چاہئیں۔

دعا کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، اور اس پاک سفر میں عاؤں کی قبولیت کی اُمید بھی زیادہ ہے۔
 (۷) ہر جانے والے کو اچھی طرح خیال رکھنا چاہئے کہ میرا یہ سفر اللہ کے واسطے ہے اور اُس کے
 مقدس گھر کی حاضری اور حضورِ انورؐ کی مسجد شریف اور آپؐ کے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے ہے،
 اور میرے ساتھ جو اور جانے والے ہیں وہ سب بھی اسی مقصد سے جا رہے ہیں اور یہ سب اللہ و رسول کے
 ہمان ہیں لہذا میری ذات سے ان میں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، بلکہ جہاں تک ہو سکے میں دوسروں کو
 آرام پہنچاؤں چاہے مجھے تکلیف اٹھانی پڑے۔ شائد اللہ اسی عمل سے راضی ہو جائے کہ میں نے
 خود تکلیف اٹھا کے ہمانوں کو آرام پہنچایا، اور شائد اسی عمل کی برکت سے میرا حج قبول ہو جائے۔
 حاجیوں سے اس معاملہ میں عموماً بڑی کوتاہی ہوتی ہے اور ہر شخص نفسی نفسی میں گرفتار ہو کر اپنے
 آرام اور اپنے فائدہ کے لئے دوسروں کو دکھ اور نقصان پہنچانے سے پرہیز نہیں کرتا۔
 یہ چیز حج کے لئے زہر ہے اور اس سے حج کے برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے، لہذا ہر شخص کو
 چاہئے کہ وہ پہلے سے اپنے نفس کو اس کے لئے تیار کر لے کہ میں اپنے آرام کے لئے دوسروں کو
 تکلیف نہیں دوں گا، یہ بات ذرا مشکل ضرور ہے لیکن اللہ کے یہاں اس کا درجہ بہت بلند ہے
 اور اللہ کے جو بندے اس سفر میں ایسا کریں گے اُن کے متعلق پوری اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اُن کے
 حج کو خاص طور سے قبول فرمائے گا اور انھیں دین کی بڑی دولتوں اور برکتوں سے نوازے گا۔ ۷

”دل بدست آور کہ حج اکبر ست“

(۸) اور سب سے اہم اور آخری بات یہ ہے کہ ریل میں، جہاز میں، اور مکہ معظمہ یا مدینہ طیبہ
 میں اللہ کے جو ایسے بندے ملیں جن کے پاس ٹھہرتے سے اور جن کی بات سننے سے دینی فائدہ ہوتا ہو
 یعنی اللہ یاد آتا ہو اور دل میں اُس کی محبت اور اُس کا خوف اور عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہو
 تو اس کی صحبت کو اکسیر اور کمیاء سمجھیں اور کچھ دیر کیلئے اُس کے پاس ضرور بیٹھا کریں۔

(۹) اس پر سے سفر میں عام انسانی اور مادی ضروریات کھانے پینے اور خرید و فروخت
 وغیرہ میں کم سے کم اور صرف بقدر ضرورت وقت صرف کیا جائے، باقی سارا وقت عبادت میں
 اور دوسرے دینی کاموں میں صرف کرنا چاہئے۔ اس معاملہ میں بہت سے حجاج سے بڑی کوتاہی
 ہوتی ہے وہ مکہ مدینہ میں بھی بڑی بے فکری اور بے دردی سے اپنا وقت دنیوی کاموں میں

برباد کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں اور ایک طرح مکہ مدینہ کی اور اس مقدس سفر کی ناقدری کرتے ہیں۔

(۱۰) بعض لوگ حج و زیارت سے فارغ ہو کر گھر کی واپسی کے لئے ایسے بیتاب ہوتے ہیں گویا کہ وہ کسی مصیبت میں گرفتار تھے، بہت سے وقت سے بہت پہلے جدہ آکر پڑ جاتے ہیں۔ یہ بات بڑی خطرناک ہے، حاجی کی کیفیت یہ ہونی چاہئے کہ وہاں سے آنے کو اس کا جی نہ چاہے اور واپسی سے غم ہو۔ الغرض حج و زیارت سے فارغ ہو کر جتنے دن وہاں کے قیام کی سعاد کسی کو نصیب ہو اس کو نعمت اور غنیمت سمجھے اور شکر کرے کہ اس کو اس کا موقع دیا جا رہا ہے۔

(۱۱) اہل حرمین کو مکہ یا مدینہ کے ساکن ہونے کی حیثیت سے جو شرف حاصل ہے اس کو نہ بھولا جائے اور اس نسبت کو پورا پورا احترام کیا جائے، اور اسی نسبت کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت اور عظمت کا معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ سفر عشق و محبت کا سفر ہے، اور سچا عاشق محبوب کی گلی کے کتوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ ۷

پائے سگ بوسیدہ مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت گاہے گاہے ایں در کوئے یللی رفتہ بود

اگر حج کو جانے والوں نے ان چند باتوں کا اہتمام کر لیا تو انشاء اللہ وہ بڑی دینی برکتوں کے شقا واپس ہوں گے اور ان کا حج خدا نے چاہا تو بڑا مبارک اور مقبول حج ہوگا۔ کیا عرض کیا جائے حج کا سفر تو ایسی کمیاب ہے کہ اگر اللہ توفیق دے تو ایک جاہل اور عامی بھی دو تین مہینے کے اس سفر میں ولی بن کر آسکتا ہے، مگر افسوس! لا پرواہی سے یہ مقدس سفر بالکل ضائع ہو رہا ہے۔

ناظرین کرام سے گزارش!

اللہ کے جن بندوں کی نظر سے یہ مضمون گزرے اُن سے گزارش اور توقع ہے کہ وہ جتنے غازیین حج تک اس کو پہنچا سکتے ہوں پہنچائیں اور صرف اس کے دکھلانے یا پڑھ کر سنا دینے پر بس نہ کریں بلکہ زبانی انھیں اس کی اہمیت سمجھائیں اور ان مشوروں پر عمل کرنے کے لئے انھیں

روضہ اہلر کے سامنے

از جناب سید انیس الدین احمد صاحب رضوی، امر دہوی

ایم، اے، ایل، ایل، بی "علیگ"



اے جذبہ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

داد از غم مجھوری، اے قلب خریں لے چل
اے ساز یقیں لے چل، اے سوز یقیں لے چل
اے ذوق نظر لے چل، اے شوق جبین لے چل
اُس روضہ اقدس کے، اس در کے قریں لے چل

اے جذبہ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

وہ سامنے آنکھوں کے روضہ نظر آتا ہے
اُنکھوں سے کچھ اٹھتا سا، پردہ نظر آتا ہے
فردوسِ محبت کا نقشہ نظر آتا ہے
خورشیدِ محبت کا جلوہ نظر آتا ہے

اے جذبہ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

غرقابِ مصیبت کو ساحل نظر آتا ہے
اس در سے کہیں جانا مشکل نظر آتا ہے
مجنونِ طریقت کو محل نظر آتا ہے
یہ سراہیں قدموں کے قابل نظر آتا ہے

اے جذبہ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

پوچھے کوئی اس دل سے جو کشتہ فرقت ہے
وہ بارگاہِ انور، عشاق کی جنت ہے
ناکامِ تنہا کیوں بیتاب زیارت ہے
تسکینِ تنہا ہے، تقدیرِ محبت ہے

اے جذبہ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

دنیاۓ محبت پر رحمت کی گھٹا پھائی میخانہ وحدت پر ہیں حج تما شائی
پھر ساتی طیبہ نے کی انجن آرائی بیتاب ہے اس سر میں پھر شوقِ جبین سائی
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

گلزارِ بدماں ہو ہر نخل گلستاں کا صد ہر درختاں ہو ہر ذرہ خیاباں کا
ہر گوشہ میں منظر ہو دربارِ سلیمان کا واللہ ہو عجب عالم بزمِ شہِ ذیشاں کا
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

اے جذبہٴ دل تو ہی اس دل کی نشانی ہے اس در کے قریں لے چل جو قبصرِ معانی ہے
ہو ایک غلشِ دلیں جو ان کو دکھانی ہے اک غم کی کہانی ہو جو ان کو سنانی ہے
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

اس درگہ والا پر با چشمِ تر آیا ہوں اپنے دلِ مفتوں کی لے کر خبر آیا ہوں
اک ٹوٹے ہوئے دل کا میں فحہ گرا آیا ہوں آنکھوں کے بل آیا ہوں خامِ بکرا آیا ہوں
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

کہنا ہو کہ آیا ہوں اس در پہ میں فریادی کہتا ہو کہ لایا ہوں اک محضرِ پرِ بادی
کہنا ہو کہ قسمت نے کیا کی ستم ایہ جادی کہنا ہو کہ اک میں ہوں اور نخت کی ناشادی
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

کہنا ہو اٹیس ان سے دورانِ جبین سائی اے منظرِ محبوبی اے شانِ دل آرائی
کن پرستارِ بو تم یک جلوہ بہ رعنائی اے در لبِ لبِ تل تو اعجازِ مسیجائی
اے بادشہٴ خواباں دار از غمِ تنہائی دل بے تو بجاں آمد وقتِ است کہ باز آئی
اے جذبہٴ دل لے چل، اللہ وہیں لے چل

شوقِ حرمین

(از حضرت صوفی اعظم، اے)

خیزو بسم اللہ مجرہا و مر سہا بخواں
یہ لب ساحل! یہ میں! یہ سطح دریا! یہ ہمازا!
دیکھئے وہ کب پکاریں! گوش براواز ہوں!
بے سرو ساماں ہوں یا رب سے نہ کہتا ہوں ساز
آستاں سائی کے قابل میری پیشانی نہیں
دل ہے پہلے ہی سے اے آلام دنیا چور چور
وہ بلاتے، میں یہ کہتا ہوں کہ خوش با چشم غم
کیا کہوں میں! دل تو کہتا ہی بلائیں گے ضرور
لیجئے منشور احسان و کرم آ ہی گیا
لوچلا میں الفراق! اے میرے پیار و الفراق!
میرے مخدومو! عزیزو! غمگسارو! الفراق!
سب کی ہمدردی کا میں محتاج ہوں امیدوار
جا رہا ہوں میں خدا کے گھر کفن پہنے ہوئے
رحم مجھ میت نما مسکین پر فرمائیے
اے مسافر کوئی حق العبد آب تجھ پر نہیں!
دست بستہ آپ سے ہے یہ میری التجا
میری جانب سے کسی ل میں نہ رہ جائے خلش
جس کا جی چاہے سزا دے یا کمرے مجھ پر عتاب

کشتی تو باد خود ہر موج بحر بیکراں
دیر کیا ہے نا خدا! اے با خدا عمرت دراز!
گرچہ میں بے بال و پر ہوں، مائل پراز ہوں!
کھینچ لے اپنی کشش سے مجھ کو اے ارض حجاز!
میرے مولا عفو و بخشش میں اتانی نہیں!
دیکھ کر مجھ کو کہیں وہ بھی نہ کہیں "دور دور"
خوش رہو اے دوستو! میں تو چلا سوئے حرم!
آہ یہ بیم ورجا! یہ شوق! اُف میں ناصبور!
اے دل بے صبر لے! اذن حرم آ ہی گیا
الفراق! اے محسنو! اے میرے یار و الفراق!
میرے چھوٹو! چارہ سازو! جاں نثارو! الفراق!
میں سراپا عجز ہوں سرتاقدم ہوں افتقار
موت کی پوشاک ہے زندہ بدن پہنے ہوئے
میری مٹی بھی ٹھکانے ہو اگر فرمائیے
دار و گیر روزِ محشر سے نہ ہو اندوہیں
بخش دیجئے ساری تقصیریں مری بہر خدا
ہے سر تسلیم خم، فرمائیے گرسرز نش
سہل ہو جائے مگر مجھ پر قیامت کا حساب

میں دُعا گو ہوں کہ یارب سب رہیں باد و تشاد
وہ مجھے اپنا بنا لیں سب سے کر کے بے نیاز
اُو لے پھو! تمہیں بھی پیار کروں ایک بار
دل کے ٹکڑے لے کر اُنکھوں کے تار و الفراق!

دل پھٹا جاتا ہے اے اللہ اس دل کو سنبھال!

حُب غیر اللہ کے جنجال سے مجھ کو نکال!

شوقِ حج کے سامنے اب منزلِ میقات ہے
دل پہ یارب عظمتِ کعبہ کا پر تو ڈال دے
مجھ پہ بھی کعبہ کی پنہانی حقیقت کھول دے
میں خلیل و مصطفیٰ کی یاد گاریں دیکھ لوں
جاگ اُٹھے خوابیدہ دل لبیک کی آواز سے
مجاو، میرے حج کو، میرے عجز کو کر لے قبول
معصیت میں ایسی ناپاکی نظر آئے مجھے
مجاو اے مولا غزلے روح تیرا نام ہو
ہو مری اولاد یارب باقیات الصالحات
اُمتِ مرحوم پر ہو تیری رحمت کا نزول
صوفی ناپیز پر بھی ہو کریمی کی نظر
حاصل سرمایہ اعزاز ہے نذرِ سجود

اے خدا میرا سہارا ایک تیری ذات ہے
گنبدِ خضرا کی اک تابندہ ترضو ڈال دے
لیلی کعبہ مجھے دیکھے تو منہ سے بول دے
میں تیرے اسلام کی زندہ بہاریں دیکھ لوں
آشنا ہو جاؤں میں حقانیت کے راز سے
تا دمِ آخر نہ ہو تیری اطاعت کے ذہول
نفس یا شیطان بلوث پھر نہ کر پائے مجھے
تیرے نام پاک پر اس زلیست کا انجام ہو
ہو عطا ان کو صلاحِ زندگی خیر حیات
خاص کر برآل و برا صاحبِ ازواجِ رسول
خاتمِ ہر مژدعا ہے یہ دُعا کے مختصر
آبرو کے ہر دُعا و ہر عبادت ہے درود

السلام علیک نبی و الصلوٰۃ یا رسول

لیس لی حسن العمل کیف النجاة یا رسول

عَنْتَرَم — روانگی کے وقت

(از حضرت صوفی ایم اے)

بدن کو میں مدیتہ کی گلی کی خاک کر دوں گا
انھیں مٹرگان و آبرو کو خس و خاشاک کر دوں گا

کہا میقات ہے نزدیک کب احرام باندھے گا
کہا احرام کیسا میں بدن بھی چاک کر دوں گا
ملوں گا اپنے مولیٰ سے مجرد ہو کے قالب سے
اگر اپنی چلی خالی بدن کو خاک کر دوں گا

مرے دل میں نہیں کچھ بھی سوا دارِ غمخت کے
یقین اُن کو نہ آیا — اپنا پہلو چاک کر دوں گا
اگر نکلی مرے دل میں کہیں آلائش دُنیا
شرابِ ناب سے دھو کر یہ ساغر پاک کر دوں گا

جو دیکھوں گا مری جانب نہیں ہو التفات اُن کو
محبت کی نظر کو دیدہ نمناک کر دوں گا
ترے ہوتے کسی کو کوئی کہہ دے گیسوؤں والا
قیامت میں ابھی برپا تہہ افلاک کر دوں گا

ابھی سے اُن کے کوچہ میں نہیں جوش و خروش اچھا
وہ چاہیں گے تو اے صوفی تجھے بیباک کر دوں گا

”حج کے بعد“

حسرت اور تمنا

حسرت :-

یہ حسرت، رہ گئی پہلے سے حج کرنا نہ سیکھا تھا نہ رہبر تھا، نہ رہروتھا، نہ منزل آشنا تھا میں ہوا میں تھیں، تلاطم تھا، سفینہ ڈمگاتا تھا! وہ موتی تہہ نشیں تھے، میں مسافر جن کا جویا تھا اگر فضل اکہی دستگیر اپنا نہ ہو جاتا تسلسل واردات عشق کا حج ہے خبر کیا تھی یہ کیا معلوم تھا اُن کی تجلی کیسی ہوتی ہے یہ کیا معلوم تھا کیا چیز خود لیلائے کعبہ ہے اسے لے دے کے ابراہیمؑ کی تعمیر سمجھا تھا زمیں سے عرشِ اعظم تک کبھی دیکھا نہ تھا میں نے فقط اک نام سے معمور کے کچھ آشنائی تھی سمجھتا تھا صد الیتیک کی آواز ہے خالی کوئی نغمہ نہ تھا شایانِ محفل ساز ہستی میں ہزاروں منزلیں آئیں گئیں، میں ہ گیا سوتا نہ ہے وہ آنکھ جو وا از پئے دیدار ہو جائے صفا مر وہ مقام سعی زمزم خیف چٹانیں دل ہر ذرہ سے تھی چھوٹ انوار اکہی کی خبر کیا تھی کہ کیا ہیں بوقبیس طور کے جلوے یہ کیا معلوم تھا اُن کی کرم فرمائیاں کیا ہیں

کفن بردوش جا پہونچا مگر مرنا نہ سیکھا تھا محبت کا سمندر دل کی کشتی، ناخدا تھا میں بڑا گہرا سمندر تھا، جدھر نظریں اٹھاتا تھا کہاں موتی، کہاں میں! خود سفینہ ہی ڈبو یا تھا تو ایک ادنیٰ تھپیڑا موج عصیاں کا ڈبو جاتا جہاں ہو شرط یکسوئی یہ آوارہ نظر کیا تھی خبر کیا تھی کہ دل کیسا، تسلی کیسی ہوتی ہے خبر کیا تھی کہ کس رفعت کے اوپر پائے کعبہ ہے جو خود ہی جان و قالب ہے اسے تصویر سمجھا تھا غضب ہے اپنا پرچم تک کبھی دیکھا نہ تھا میں نے یہ کیا معلوم تھا کعبہ اسی کی رونمائی تھی وہاں پہونچا تو حسرت تھی کہ اپنا ساز بہر خالی خدا کا نام بھی لینا نہ سیکھا خود پرستی میں دل بیدار ہی لے کر نہ پہونچا تھا تو کیا ہوتا نہ ہے وہ دل وہاں جو جہیڑا انوار ہو جائے میں ششدر تھا اڑتے تھے یہ سب عرفان کی تانیں مگر کچھ فکر میں نے کی نہ تھی دل کی سیاہی کی یہ کیا معلوم تھا ہوتے ہیں کیسے نوے کے جلوے حرا کی خلوتیں، یا ثور کی یکجائیاں کیا ہیں

مری چشم مجتہد خون حسرت اب بھی دتی ہے
 وہ منزل قریب یاری کی وہ رفعت کوہِ حُرم کی
 گیا، حج کر کے لوٹ آیا تو اب حسرت یہ ہے طاری
 حرمِ سطحِ زمیں پر مرکزِ عشق و محبت ہو
 جسے کہتے ہیں حاجی غیرتِ صد قیس ہوتا ہو
 نہ جانے سحر کیا کرتی ہے یہ کالی ردا والی
 نہ سیریں ہیں، نہ تفریکیں، تجارتیں، نہ میلے ہیں
 اگر نولاد کے کانٹے بچھائے جائیں صحرائیں
 تو ابراہیمؑ نے جن خوش نصیبوں کو پکارا تھا
 وہ مجنونِ محبت، وہ سراپا عشق دیوانے
 یہ دیوانے اگر پہلے سے کچھ ہشیار ہو جاتے
 جسے کہتے ہیں بطحا منزلِ عشق اکہی ہے
 کفن پہنے، پریشاں حال، وہ ذولیدِ موراہی
 یہ جاں کا ہی حقیقت میں حیاتِ جاودانی ہو
 فضاؤں میں ہیں کی عشق کا پودا پھپکتا ہو
 منور کر کے قندیلِ حرم سے اپنے سینے کو
 ملائک راہ میں پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں
 یوہ دربارِ ہی روحِ الامیں دربان ہیں جس کے
 ہزاروں بار بچھ پر اسے مدینہ میں فدا ہوتا
 یہیں ہاں دادگانِ عشق کی بزمِ حسیناں ہے
 اگر کانِ شہادت کی طرف ہم کان دیتے ہیں
 نبیؐ کے نطق کی حامل مدینہ کی ہوائیں ہیں
 فضا خاموش ہو جاتی ہو جب ان کی چھاؤں میں

خبرائے کاش یہ ہوتی کہ حج کیا چیز ہوتی ہے
 خبر کیا بھتی کہ یہ سیڑھی ہے معراجِ محبت کی
 کہ پہلے سے نہ کی افسوس حج کرنے کی تیاری
 جسے کہتے ہیں صحرائے عرب بحرِ حقیقت ہو
 پکڑ کر دامنِ لیلائے کعبہ خوب روتا ہے
 کہ لاکھوں قیس آکر چومتے ہیں عقبہ عالی
 مگر اس دشت میں یہ جذبِ مستی ہو، یہ ریلے ہیں
 بجائے موجِ زنجیریں اگر تن جائیں دریا میں
 پکارا کیا! جنونِ عشق کا ایک نقش ابھارا تھا
 چلے آئیں گے کانٹے توڑنے، زنجیر کھڑکانے
 حرم میں بن کے حرمِ صاحبِ سر ارہو جاتے
 یہاں شاہی فقیری ہو، فقیری رشکِ شاہی ہے
 چلا آتا ہے آنکھیں پونچھتا سرمست جاں کا ہی
 وگرنہ گوشت، ہڈی، کھال، ہڈی، خون، پانی ہو
 ہوا یہ کھا کے گلزارِ دلِ سوسن لہکتا ہو
 چلا جاتا ہے ہنستا کھیلتا حاجی مدینے کو
 نہ ہے عشاق جو محبوب کی گلیوں میں جاتے ہیں
 سمجھ میں کاش آجاتے یہ تپے انکی مجلس کے
 جو بس چلتا تو مر کر بھی نہ میں کچھ سے جدا ہوتا
 احد کا دامنِ زریں گلں رانِ شہیداں ہے
 تو یہ معلوم ہوتا ہے صحابہ سانس لیتے ہیں
 یہاں گونجی ہوئی اب تک صحابہ کی صدائیں ہیں
 تو ہنگامِ تہجد کی سکوت افزا فضاؤں میں

نبی کا نطق دل میں نور سینہ بن کے آتا ہے
یہاں کا ذرہ ذرہ کھینچتا ہے دل کے دامن کو
صحابہ کا تکلم اک سکینہ بن کے آتا ہے
کہ اوطار کہاں؟ اب چھوڑ کر اپنے نشیمن کو
کہیں ایسا نہ ہو مر کر کہیں برباد ہو جائیں
چلو طیبہ چلیں صوفی وہیں آباد ہو جائیں

تمنا:-

تمنا ہے کوئی اللہ والا پھر دعا کر دے
وہی تیار یاں ہوں پھر علالت سے جدا ہو کر
گلے سے اپنے بچوں کو لگاؤں اور جدا کر دوں
چلوں گھر چھوڑ کر جس دم تورب البیت کا ہاتھ
وطن کے باغ سے جس وقت نکلوں اہ غربت میں
مجھے رخصت کریں روکے جس دم آنسوؤں والے
مسافر کہہ کے بسم اللہ حرا ہا و مرہا
کفن پہنائے جب مجھ کو خدایمقات ہستی پر
صد البیت کی یکبارگی جب چار سو گونجے
فخاں کے ساتھ نکلیں پے پے لبتیک کی چٹیں
برہنہ پا، برہنہ سر، کفن بردوش جا پہنچوں!
وہی صحرا، وہی دشت جبل پھر آنکھ سے دیکھوں
وہ دیکھوں میں بنیاں جسکے عاجز ہو باں میری
حد و پاک میں اُسکے حرم کے سر کے بل اتروں
تقاضائے ادب یوں آبلہ پانی کی خود اُلے
نیاز عاشقی لیکر گلی میں اُن کی یوں دوڑوں
تڑپ کر جان دے دوں جہلم پاک میں پہنچوں!
بہت روؤں لیٹ کر لیلی کعبہ کے دامن سے
کہ مجبور ب کعبہ دولت حج پھر عطا کر دے
یہ بندہ پھر خدا کا ہو کے ترک ماسوا کر دے
محبت اپنی غالب ہر محبت پر خدا کر دے
نوریدار یابی دل کے پردوں کو اٹھا کر دے
مدرینہ یاد آ کر باب جنت مجھ پہ وا کر دے
جنون شوق بحر اشک میں طوفاں بپا کر دے
جہاز زندگی اپنا سپردِ ناحتہ کر دے
فنا فی اللہ کر کے زندگی سرتا بپا کر دے
مجھے دیوانگی اُس وقت مصروف بکا کر دے
تصور اُنکے گھر کا میری حالت کیا کر دے
جہان شوق میں میرا جنوں محشر بپا کر دے
غبار اُن کی گلی کا میری آنکھیں سرسار کر دے
وہ اتنا دے کہ مجھ کو بے نیاز نہ عا کر دے
وہ سجدوں کو مرے قائم مقام نقش پا کر دے
نیازِ راحلہ کی قید سے مجھ کو رہا کر دے
کہ مجھ کو جذب معشوقانہ منزل آشنا کر دے
مگر پھر جی اُٹھوں جب دامن کعبہ ہوا کر دے
یہ بارش آنسوؤں کی نخل ہستی پھر ہرا کر دے

اُسے چوموں حبیبِ کبریا نے جس کو چوما ہو
 عذارِ کعبہ کا اک خالِ دلکش سنگِ اسود ہو
 پیوں پھر سپر ہو کر آبِ زمزم چاہِ زمزم پر
 شاعرِ پر خدا کے جاؤں ذوقِ ہاجرہ لیکر
 جھکاؤں سر کو اسماعیلِ ساں ہر سنگِ نئے پر
 پیادہ پا چلوں پھر خفیہ میں سوئے مزولفہ
 بڑھوں رحمت کی جانب کہہ کے پھر ادنا مناسکنا
 منا میں جب کفن اترے تو میرا فاطر ہستی
 اُڑالے جائے پھر سوئے حرمِ مجکو مری حسرت
 تننا ہے مری چشمِ ارادت دل کا سرمایہ
 گزر کر عشق و شورش کے منازل سے چلوں طیبہ
 حبیبِ کبریا کی بزمِ محبوبی میں جا پہنچوں !
 جہاں سے گنبدِ خضرِ نظر آئے ان آنکھوں کو
 دروڑوں کے ترنم سے صدائے بازگشت اُٹھے
 نظر جس وقت آنکھوں کو مری بابِ السلام آئے
 یہ وہ در ہے جہاں لاکھوں ملائکے سربسجد ہیں
 کوئی مجھ سے بتاؤ میں وہاں پہنچوں تو کیا ہوگا
 گلِ خوبی نہیں، گلزارِ خوبی، بلکہ جو کچھ ہے
 درودوں کے تحائف پیش کر کے میں کہوں اُس سے
 تیرے کوچے میں گویا ہنسنے کے قابل میں نہیں لیکن
 بقیعِ پاک میں ہونڈا ہی میں خواب میں دفن !

کہ شاید لذتِ عشقِ نبوی سے آشنا کر دے
 نہیں چشمِ سیہ ہو، حسنِ جس کو سرمہ سا کر دے
 مرا جامِ طسلب لبریز یہ آبِ بقا کر دے
 مری توفیق شرحِ آیہ ات الصفا کر دے
 مجھے قیمت اگر آوارہ دشتِ منا کر دے
 کہ مشعر پر خدا پھر ذکر کی نعمت عطا کر دے
 کہ اپنے پاک گھر کا مجکو حاجی پھر خدا کر دے
 حیاتِ طیبہ کا خلعت تازہ عطا کر دے
 کہ ببلِ گل کے آگے آخری مجرا ادا کر دے
 نثارِ آستینِ شاہِ مشکیں قبا کر دے
 تو وہ سن آفریں میری ادائیں لربا کر دے
 کرم پھر مجھ پہ اتنا وہ حبیبِ کبریا کر دے
 کوئی اپنے قصیدے کی وہیں سے ابتدا کر دے
 پہاڑوں کو نبی کا نعت خواں، مخوشنا کر دے
 نکل کر جانِ قالب سے ادب کا حق ادا کر دے
 دُعایہ ہے کہ توفیقِ ادب مولیٰ عطا کر دے
 وہیں کا ہو رہوں بس یہ کرم مجھ پر خدا کر دے
 اُسی کا مجکو مولیٰ ببلِ شیریں نوا کر دے
 کہ اے شاہِ دو عالم مجکو طیبہ کا گدا کر دے
 ترا جود و سخا، تیری دعا، تیری عطا کر دے
 خدا اس خواب کو اک واقعہ بنا پیا کر دے

تننا ہے کہ خاکِ پاک کا پیوند ہو جاؤں
 تننا صوفی محتاج کی پوری خدا کر دے

”بہارِ دربار“

نسیم شکبار ہے، شمیم خوشگوار ہو
نظر کے سامنے رہے نصیب وہ دیار ہو
نہ کوئی اضطراب ہو، نہ کوئی انتشار ہو
میری نگاہ تیسرے، دل سرور خیمے
نظر نظر پہ چھا گئی، دلوں میں یہ سما گئی
پہاڑیوں کے سلسلے، جدا جدا، ملے
کمالِ ذوق و شوق سے رواں ہیں اہل کارواں
قدم بڑھائے ساریاں چلا ہو جھومتا ہوا
بگولے راہِ شوق کے بلند ہو کے بول اُٹھے
یہی وہ ارضِ پاک ہو، شرف دیا گیا جسے
نسیانگن ہو کہکشاں، زمیں سے تابہ آسمان
لگاؤ بڑھ کے شوق سے تم اپنی آنکھ میں اسے
زمیں پہ ہوں کہ عرش پر مجھے نہیں ہو اب خبر
کمالِ حس ہو بے حسی، خودی ہو عین بے خودی
قدم نہ جو بڑھاسکا، نہ تاب دید لاسکا
نظر بجانبِ حرم، بشوقِ دل، بحشیمِ خم
اُحد کا عالم سحر ہو، کتنا جاذبِ نظر
جھکا ہوا ہو سبز گنبدِ حضور کی طرف
نظر فروز و دلنواز، عام بارشِ کرم
یہ اپنی اپنی نسبتیں، یہ اپنا اپنا اعتبار

زارِ حرم

حمید صدیقی، لکھنؤ

چمن چمن بہار ہو، بہشت درکنار ہو
لطفاتوں پہ جس کی جانِ عاشقانِ نشاں ہو
سکون ہی سکون ہو، قرار ہی قرار ہو
ہوائے عطر بیسے، فضا ئے نور بار ہو
مدینہ کی بہار کیا بہارِ دربار ہو
کہیں پہ جو تبار ہو، کہیں پہ آفتاب ہو
پیادہ چل رہا ہو کوئی اور کوئی سوار ہو
ترانہٴ حدی زباں پہ ہاتھ میں ہمار ہو
خزاں نہیں، خزاں نہیں بہار ہو بہار ہو
یہی ہو وہ دیار جس پہ دو جہاں نشاں ہو
حدِ نگاہ تک ملائکہ کی یا قضاں ہو
مدینۃ الرسول کا یہ زائر و غبار ہو
کسی کی بارشِ کرم ہو، اور بارِ بار ہو
جو خود سے بے خبر رہے یہاں وہ ہوشیار ہو
ہیں کہیں پہ اس شہیدِ عشق کا مزار ہو
کھڑے ہیں اس طرح کسی کا جیسے انتظار ہو
ادھر بھی لالہ زار ہو ادھر بھی لالہ زار ہو
قبائے چرخ نیلگوں اگرچہ زنگار ہو
شعاعیں یہ کلس کی ہیں کہ نور کی پھول ہو
جو کوئی شاد شاد ہو، تو کوئی اشکبار ہو

نگاہیں فرشِ راہ ہوں حمید سر کے بل چلو
ادب، ادب، یہ کوچہ جلیب کرو گار ہو